محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سیریز

اشتیاق احمد

بے تکی وارداتیں

اشتیاق احمد

محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید کے کارنامے

☆ آخر یہ عجیب وارداتیں وی آئی پی لوگوں کے گھروں میں ہی کیوں ہوتی ہیں۔

☆ اس واردات کا بھی کوئی سر پیر نہیں ہے... بالکل بے تکی واردات۔

☆ زاہد نسیم ابدالی سے ملیے۔ ملنے میں کوئی حرج نہیں... سلام دعا کر لیجئے گا۔

☆ ایک کے بعد دوسری واردات۔ اور یہ کم بخت بھی کچھ کم بے تکی نہیں۔

☆ ایک بار پھر فرزانہ کی ایک سہیلی کا فون... ایک تو یہ فرزانہ کی نہ جانے کتنی سہیلیاں ہیں۔

☆ اور جب انسپکٹر جمشید کے اپنے گھر میں وہ بے تکی واردات ہوئی۔

☆ فرزانہ سہیلی کی کوٹھی کے دروازے پر پہنچی تو سیکورٹی گارڈز غائب تھے

☆ انسپکٹر جمشید کو جانا کہیں تھا، پہنچ کہیں اور گئے۔ ہے کوئی تک۔

☆ مجرم بہت دور کھڑے ان پر ہنس رہے تھے۔

☆ جب تیسری واردات ہوئی تو ان کی حیرت عروج پر پہنچ گئی۔

☆ پروفیسر داؤد نے ٹائی پن کو دیکھا تو بوکھلاہٹ میں اچھل پڑے۔

☆ انسپکٹر جمشید کو نئے وزیر اعظم کا فون ملا تو...

☆ اس بار کا کیس انہیں قدم قدم پر پٹخیاں دے رہا تھا۔

☆ پھر جونہی آواز کا سراغ ملا، کیس حل ہو گیا۔

☆ سسپنس اور بے چینی سے بھر پور ایک 'بے تکا' ناول!!!

السلام علیکم ورحمتہ اللہ برکاتہٗ...

گھریلو شکار حاضر ہے... آپ کہہ سکتے ہیں... شکار بھی بھلا گھریلو ہو سکتے ہیں... جی ہاں! کیوں نہیں... آپ پڑھ ہی لیں گے کہ شکار گھریلو ہو سکتا ہے یا نہیں... ہاتھ کنگن کو آرسی کیا۔

ناولوں کا پروگرام ہر ماہ باقاعدگی سے جاری نہیں رہ سکا... جب کہ میری خواہش یہی ہے کہ ناول باقاعدہ ہر ماہ ایک مقررہ تاریخ کو بازار میں آجایا کرے۔

1979 کے آس پاس کی بات ہے... جب میں نے اپنے ناول خود شائع کرنا شروع کیے... اس سے پہلے دوسرے پبلشنگ ادارے میرے ناول شائع کرنے کا آغاز کر چکے تھے... ان میں دو نام بڑے تھے... فیروز سنز اور شیخ غلام علی اینڈ سنز۔

پھر میری اپنی باری آئی... شروع میں دو ناول ہر ماہ...

پھر چند ماہ بعد ہی تین ناول ہر ماہ ... اور اس کے صرف چند ماہ بعد چار ناول ہر ماہ شائع کرنے شروع کیے ... ناولوں کے پیچھے اعلان ہوتا تھا کہ ہر ماہ کی 20 تاریخ کو پڑھیے، بلکہ یہ اعلان ہوتا تھا... 20 تاریخ کو اسٹالوں پر پہنچ جایئے... ناول اسٹالوں پر موجود ہوں گے ... اور فاروق احمد خود اس بات کے گواہ ہیں، ایسا ہی ہوتا تھا... ہوتا رہا، ایک دو سال نہیں... پورے بیس سال تک یہ معمول جاری رہا۔

لیکن اب حالات بدل چکے ہیں... ہر ماہ ایک ناول شائع کرنا ممکن نہیں رہا... لیکن کوشش کی جا رہی ہے کہ کم از کم دو ماہ بعد ایک ناول ضرور شائع کیا جائے۔

چند ہی ماہ بعد آپ واردات کا اسرار کا انگریزی ترجمہ بھی پڑھنے والے ہیں ... میری کہانی بھی ایک بار پھر نئے انداز میں سامنے آرہی ہے۔

خیر چھوڑیں... آپ یہ ناول پڑھیں... آگے اللہ مالک ہے۔

بیل کو دعوت

فون کی گھنٹی بجی ۔ فرزانہ نے ریسیور کی طرف ہاتھ بڑھایا ہی تھا کہ فاروق بول اٹھا:

"خبردار فرزانہ! یہ گھنٹی خطرناک ہے۔" فاروق نے گھڑی پر نظر ڈالتے ہوئے کہا... اس وقت صبح کے سات بج رہے تھے ...

وہ اسکول جانے کیلئے تیار ہو رہے تھے کہ محمود کے موبائل فون پر اسکول کی جانب سے چھٹی کی اطلاع کا پیغام موصول ہوا ... آج شہر میں ہڑتال تھی، اس لئے اسکول کی انتظامیہ نے اسکول بند رکھنے کا فیصلہ کیا تھا ... وہ لاکھ پڑھنے اور اسکول جانے کے شوقین سہی لیکن تھے تو بچے ہی ... اچانک چھٹی ہونے کی جو انجانی خوشی بچوں کو ہوتی ہے وہ انہوں نے بھی محسوس کی ... خوشی ہوتی یا افسوس ... وہ کر بھی کیا سکتے تھے ... بستے ایک طرف رکھے اور ٹی وی لاؤنج میں آکر بیٹھ گئے اور لگے ناشتے کا انتظار کرنے۔

یہی وقت تھا جب فون کی گھنٹی بجی تھی اور فاروق بول اٹھا تھا کہ:

''خبردار فرزانہ! یہ گھنٹی خطرناک ہے۔''

''تم تو ہر بار یہی کہتے ہو ... بے تکی وارداتوں والے کیس میں بھی جب میری سہیلی کا فون آیا تھا ... جب بھی تم نے یہی کہا تھا۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

''کچھ غلط تو نہیں کہا تھا ...'' فاروق نے کمرے کی چھت کو گھورتے ہوئے کہا۔

''تمہاری زبان ہی کالی ہے ... بہتر ہوگا کہ جب فون آیا کرے تو اپنا منہ بند رکھا کرو۔''

''کیا اشاروں میں بتایا کروں کہ گھنٹی خطرناک ہے۔''

''آخر بتانے یا کچھ کہنے کی ضرورت ہی کیا ہے ... بغیر کوئی بات زبان سے کہے بھی تو فون سنا جا سکتا ہے۔''

''اس صورت میں فون پر بات کرنا کیسے ممکن ہوگا ... دوسری طرف والا بے چارہ ہیلو ہیلو کرتا رہ جائے گا۔'' فاروق چڑانے والے انداز میں بولا ... پھر اس نے دو بار بھنویں بھی اچکائیں۔

''اچھا خیر ... اگر تمہارے خیال میں گھنٹی خطرناک ہے فاروق ... تو کیا ہوا ... ہم بھی تو خطرناک ہیں۔'' محمود مسکرایا۔

''لیکن اس کا یہ مطلب نہیں کہ ہم بیل کو دعوت دیں۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''تم سے کس نے کہہ دیا ... ہم بیل کو دعوت دینے چلے ہیں۔'' فرزانہ اس کی طرف پلٹی۔

''اس گھنٹی نے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

''لو! اب گھنٹیاں بھی باتیں کرنے لگیں۔''

''اسی کو کہتے ہیں، آوے کا آوا بگڑنا۔'' محمود نے سر ہلایا۔

''ناچ نہ جانے آنگن ٹیڑھا۔'' فاروق نے اسے گھورا۔

''یہاں اس ضرب المثل کی کیا تک تھی۔'' محمود نے منہ بنایا۔

''پہلے تم آوے کا آوا بگڑنے کی تک ثابت کرو۔'' فاروق اس پر الٹ پڑا ... ادھر فون کی گھنٹی مسلسل بج رہی تھی۔ اور پھر جیسا کہ ایسے موقعوں پر ہوا کرتا تھا ... ان کی والدہ کی آواز باورچی خانے سے آئی۔

''توبہ ہے تم سے ... باتیں بگھارے جا رہے ہو اور ریسیور نہیں اٹھا رہے۔''

فون کی گھنٹی پر ان کی لڑ جھونک اب اتنی عام سی بات ہوگئی تھی کہ وہ بھی جانتی تھیں کہ دس بارہ گھنٹیوں سے پہلے یہ لوگ فون نہیں اٹھائیں گے ... بلکہ اب تو انہیں تینوں کے جملے بھی زبانی یاد

ہو چکے تھے۔

'' یہ لیجیے امی جان ... اٹھا لیا فون !'' فرزانہ نے ریسیور اٹھاتے ہوئے کہا۔

'' میں کیوں ہوتا ... آپ کی امی جان ...'' دوسری طرف سے آواز آئی۔

'' ن ... نہیں۔'' فرزانہ ہکلائی۔

'' ن ... نہیں کیا۔''

'' میں نے آپ سے نہیں کہا تھا ... فف فرمایئے۔'' فرزانہ ہکلائی، کیونکہ دوسری طرف سے کوئی بہت ہی بارعب آواز آرہی تھی۔

'' کیا خاک فرماؤں ... پہلے ہی اتنا وقت ضائع کر دیا ... ریسیور انسپکٹر جمشید کو دیں۔''

'' مم ... مجھے افسوس ہے ... وہ گھر پر نہیں ہیں۔''

'' تب پھر سن لیں ... میرے پاس وقت نہیں ہے ... سنا آپ نے کان کھول کے ...''

'' جی ... سنا۔'' فرزانہ نے جلدی سے کہا۔

'' کیا سنا ؟''

'' یہ کہ آپ کے پاس وقت نہیں ہے۔''

'' اوہو ... میں نے کہا ہے ... میرے پاس وقت نہیں ہے ... میں اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں... مجھے مارنے والے آپہنچے ہیں... اب تو انسپکٹر جمشید بھی کچھ نہیں کر سکتے ... افسوس۔''

'' تو آپ نے اتنی دیر سے فون کیوں کیا۔''

'' سنو ... میرا نام غابا ...'' جملہ نامکمل ہی چھوڑ دیا گیا اس کے ساتھ ہی گولیاں چلنے کی آواز سنائی دی:

'' ارے باپ رے ...'' فرزانہ اچھل کر کھڑی ہوگئی۔

دوسری طرف سے فون بند کیا جا چکا تھا ... فرزانہ نے فوراً نمبر نوٹ کیے اور محکمہ سراغرسانی کے ریکارڈ روم کا نمبر ڈائل کرتے ہی بولی:

'' انسپکٹر جمشید کے گھر سے بات کر رہی ہوں ... جلدی سے یہ بتائیں یہ کس کا نمبر ہے اور کس پتے پر ہے۔'' اس نے کہا اور نمبر بتا دیا ... دوسری طرف سے فوراً کہا گیا:

'' یہ سر غابا کا نمبر ہے اور ان کا پتہ ہے ۴۰ بلیو ٹاؤن۔''

'' سر غابا ... وہی سر غابا ...یعنی صدر مملکت کے خصوصی معاون۔'' فرزانہ نے حیران ہو کر کہا۔

'' جی ہاں!''

'' ارے باپ رے۔'' یہ کہتے ہوئے فرزانہ نے فون بند کر دیا

اور ان سے بولی:

'' سرغابا کو شاید کسی نے قتل کر دیا ہے ... یہ کہنا مشکل ہے کہ گولیوں سے بچ گئے ہیں ... سرغابا صدر صاحب کے خصوصی معاون بھی ہیں ... آؤ جلدی کرو۔'' یہ کہتے ہی فرزانہ نے دوڑ لگا دی۔

'' میں نے کہا تھا ...'' فاروق نے جھلا کر کہا اور دوڑ پڑا۔

'' کیا کہا تھا۔'' محمود نے اس کے برابر دوڑتے ہوئے کہا۔

'' کہ یہ گھنٹی خطرناک ہے ... لیکن تم دونوں نے میری بات پر کان نہیں دھرا۔''

'' تمہارا مطلب ہے ... اگر ہم دونوں تمہاری بات پر کان دھرتے تو یہ واقعہ نہ ہوتا جو ہو چکا ہے ... ویسے بھی اگر ہم تمہاری باتوں میں نہ آتے اور جلدی فون اٹھا لیتے تو شاید سرغابا کو بچانے میں کامیاب ہو جاتے۔'' محمود نے بدستور اس کے ساتھ دوڑتے ہوئے کہا۔

'' حد ہو گئی ... تم تو بال کی کھال اتارنے لگتے ہو۔'' فاروق بھنا گیا۔'' دوڑتے دوڑتے تو بال کی کھال ہی اتر سکتی ہے۔''

'' اور بیٹھی یا کھڑی یا پھر لیٹی حالت میں تم کس کی کھال اتارتے ہو۔'' فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

'' تمہاری۔'' محمود نے بھنا کر کہا۔

'' منہ دھو رکھو۔'' فاروق نے پٹ سے کہا۔

'' میں تو نہا بھی چکا ... بلکہ روز نہاتا ہوں ... دو بار ... صبح اٹھنے کے بعد اور رات کو سونے سے پہلے ...''

'' اور تم کر بھی کیا سکتے ہو...''

'' کیا مطلب ...''

'' مطلب یہ کہ اٹھنے سے پہلے اور سونے کے بعد تو نہانے سے رہے ...''

''توبہ ہے تم سے ...'' محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارنا چاہا لیکن ہاتھ ہوا میں جھول کر رہ گیا ... کیونکہ جس وقت ہاتھ آگے بڑھا ٹانگ بھی آگے بڑھ چکی تھی۔

'' کچھ غلط نہیں کہہ گئے تم ... یہ تو فرزانہ کی لائن ہے ... توبہ ہے تم سے ... تم کو تو دھت تیرے کی کہنا تھا ... ہاہاہا...''

'' بتاؤں ابھی ... لگتا ہے آج پٹے بغیر باز نہیں آؤ گے ... قینچی کی طرح زبان چل رہی تمہاری ...'' محمود تلملا کر بولا۔

''کیوں نہیں ... آؤ ... ابھی تمہیں آٹے دال کا بھاؤ معلوم ہو جاتا ہے۔'' فاروق نے کہا اور پنجہ لڑانے کے پوز میں آگیا ...

عین اس لمحے انہوں نے کار کے ہارن کی آواز سنی:

"ارے بپ باپ رے ... سس ... سر غابا۔" محمود نے بوکھلا کر کہا اور گیراج کی طرف دوڑا۔

"اپنی شکست صاف نظر آئی تو سر غابا کا نام لے کر دوڑ گئے۔" فاروق نے کہا اور اس کے پیچھے ہو گیا۔

"اگر یہ بات ہے تو پہلے وہاں ہو آئیں ... پھر کر لینا مجھ سے پنجہ آزمائی..."

"کیوں نہیں ... چیلنج منظور ہے۔"

"ارے ارے ... یہ کیا ... وہ ... نکل گئی ... اکیلے ہی۔"

انہوں نے دیکھا فرزانہ کار میں تیر کی طرح نکل گئی تھی ... وہ ارے ارے ہی کرتے رہ گئے:

"توبہ ہے تم سے۔" محمود نے جھلا کر کہا۔

"مجھ سے کیوں ... فرزانہ سے کہو توبہ ... گاڑی لے کر وہ بھاگی ہے ... میں نہیں۔"

"لیکن ایسا ہوا ہے تمہاری وجہ سے۔"

"نہیں تو یہ سب تو تمہاری وجہ سے ہوا ہے ... بات بات پر مجھے چیلنج کر بیٹھتے ہو ... اپنے آپ کو تیس مار خاں سمجھنے لگے ہو شاید۔"

"اب یہیں کھڑے رہ کر ادھر ادھر کی ہانکتے رہو گے یا سر غابا

کے ہاں چلنے کی بھی فکر کرو گے۔"

"فکر کریں ہمارے دشمن ... کیا وہ اس کام کے لیے کم ہیں۔" فاروق نے بڑی بوڑھیوں کے انداز میں کہا۔

یہ کہتے ہی اس نے دوسری گاڑی کی طرف دوڑ لگا دی ... اور پھر وہ دونوں تیر کی طرح روانہ ہو گئے:

"حد ہو گئی۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"اب یہ بھی بتا دو، اس مرتبہ حد کس بات پر ہو گئی ہے۔"

"سر غابا کے گھر کا پتا نہیں اور دوڑے جا رہے ہیں۔" محمود نے تلملا کر کہا۔

"تو فرزانہ بھی تو دوڑی جا رہی ہے۔"

"جس طرح تمہارا دماغ خراب ہے اسی طرح اس کا بھی ہے ... میں پتا کرتا ہوں۔"

محمود نے جلدی سے اکرام کا نمبر ڈائل کیا... فوراً ہی اس کی آواز سنائی دی: "آہا محمود ... کیا حال ہے۔"

"پتلا ہونے کے لیے پر تول رہا ہے۔" محمود فوراً بولا۔

"کک ... کون پر تول رہا ہے۔"

"حال اور کون۔"

"اوہو اچھا ... اللہ اپنا رحم فرمائے ... ہائیں کیا کہا تم نے ... حال
چلا ہونے کے لیے پر تول رہا ہے ..."

"جی ... جی ہاں ! ابھی کہا ہے ... لیکن آپ اس بات کو چھوڑیں
اور صرف یہ بتا دیں ، سرغابا کا پتہ کیا ہے ۔"

"ارے باپ رے۔" اکرام بہت زور سے چلایا۔

اور محمود کا مارے حیرت کے برا حال ہوگیا ... اس نے گھبرا کر
فاروق پر ایک نظر ڈالی ، پھر اکرام سے بولا :

"خیر تو ہے انکل ... کیا سرغابا کوئی ہوا ہیں ... کہ ان کا نام سن
کر ہی آپ گھبرا گئے ۔"

"یہ بات نہیں محمود۔" اکرام کی آواز میں بلا کی حیرت تھی۔

"تب ... تب جو بات ہے ، آپ وہ کیوں نہیں بتا دیتے۔"

"ابھی ابھی آئی جی صاحب نے بھی وائرلیس پر ایک پیغام جاری
کیا ہے ... اور وہ پیغام انسپکٹر صاحب کے نام جاری ہوا ہے۔"

"جج ... کیا مطلب؟" محمود نے پریشان ہو کر کہا۔

"مطلب یہ کہ آئی جی صاحب نے براہ راست انسپکٹر صاحب کو
ہدایت دی ہے کہ وہ فوراً سرغابا کے گھر پہنچیں۔"

"ارے باپ رے ... یہ کیا بات ہوئی ۔"

"یہ تو مجھے پتا نہیں کہ یہ کیا بات ہوئی ... اور کیا نہیں ہوئی ...
مجھے تو بس اتنا معلوم ہے کہ یہ پیغام جاری ہوا ہے۔"

"ہوں ... لیکن جب میں نے سرغابا کا نام لیا تو آپ اس بری
طرح کیوں اچھلے تھے ۔"

"بس نام سن کر ہی میں تو اچھل پڑا تھا کیونکہ ابھی کچھ ہی دیر
پہلے تو آئی جی صاحب کا پیغام بھی سرغابا کے حوالے سے سنا تھا ..."

"اچھی بات ہے ... اب آپ ہماری طرف کی خبر سن لیں۔"
محمود نے کہا۔

"تت ... تو ادھر بھی کوئی خبر موجود ہے ... خبروں کی بارش ہو رہی
ہے کیا ۔" اکرام نے بوکھلا کر کہا۔

"جی ہاں! نہ جانے کیا ہوگیا ہے ... لیکن ابھی تو خبروں کی دو
ہی بوندیں گری ہیں اور دو بوندوں کے گرنے کو کسی طرح بھی بارش
نہیں کہا جاسکتا۔" محمود نے برا سا منہ بنایا۔

"ہائیں ہائیں ... خیر تو ہے ... کہیں تم میں فاروق کی روح تو
حلول نہیں کر گئی۔"

"نن ... ارے بپ ... باپ رے ۔"

"اچھا خیر ... پتہ نوٹ کرو ... ۴۰ بلیو ٹاؤن ..."

"شکریہ انکل ...!"

"اوہو... وہ تم ادھر کی خبر سنا رہے تھے۔"

"جی ہاں! سنا تو رہا تھا ... خبر یہ ہے کہ ابھی تھوڑی دیر پہلے ہی سر غابا کا فون گھر پر موصول ہوا تھا ...وہ کہہ رہے تھے ... ریسیور انسپکٹر جمشید کو دیں... ہم کیسے دے دیتے ... ابا جان تو گھر پر تھے ہی نہیں... ہم نے انہیں بتایا کہ وہ گھر پر نہیں ہیں...اس پر انہوں نے کہا کہ ان کے پاس وقت نہیں ہے ... کچھ لوگ مجھے قتل کر دینا چاہتے ہیں ... اور ان کے ان الفاظ کے ساتھ ہی ... ہم نے گولیاں چلنے کی آواز سنی۔"

"کیا !!!" سب انسپکٹر اکرام چلا اٹھا ... پھر اس نے کہا:
"اچھا ...تم پہنچو ... میں اس وقت ایک تفتیش کے سلسلے میں شہر سے کوئی چالیس کلو میٹر کے فاصلے پر ہوں ... جلد پہنچنے کی کوشش کرتا ہوں۔"
اکرام کی آواز میں حد درجے پریشانی جھلکنے لگی۔

☆☆☆☆☆

خدائی فوجدار

فرزانہ نے سر غابا کی کوٹھی کے سامنے پہنچ کر ہی کار کے بریک لگائے ... گیٹ پر کوئی چوکیدار نہیں تھا... اس نے ادھر ادھر دیکھا... ہر طرف سکون نظر آیا... جیسے وہاں کچھ ہوا ہی نہیں ... جب کہ خود اس نے گولیاں چلنے اور چیخ کی آواز سنی تھی۔ اس نے بے تابانہ انداز میں گھنٹی کا بٹن دبا دیا۔

دور کہیں گھنٹی بجی ... اس کے ساتھ ہی فرزانہ نے ایک بار پھر گھنٹی بجا دی ... آخر دو منٹ کے صبر آزما انتظار کے بعد دروازہ کھلا اور ایک باوردی گارڈ چہرے پر ایسے آثار سجائے نمودار ہوا جیسے فرزانہ کی گھنٹی نے اس کے آرام میں خلل ڈال دیا ہو ... فرزانہ جیسی کم عمر لڑکی کو دیکھا تو اس کی ناگواری کو چار چاند لگ گئے ... اس نے کہا:
"دو بار گھنٹی بجانے کی کیا ضرورت تھی ...تمیز نہیں ہے کیا ...کبھی کسی بڑے آدمی کے گھر جانے کا اتفاق نہیں ہوا کیا ... کیا تمہیں نہیں

معلوم کہ یہ سرغابا کی کوٹھی ہے ...''

'' ان کا حال کیا ہے ... زندہ بچ گئے ہیں یا نہیں ۔'' فرزانہ نے جیسے اس کا جملہ سنا ہی نہیں۔

'' یہ کیا فضول بات کہی تم نے ... وہ زندہ بچ گئے ہیں یا نہیں... کیوں انہیں کیا ہوا ... بالکل خیریت سے ہیں۔''

''جی نہیں... میری ان سے فون پر بات ہوئی تھی کہ میری زندگی خطرے میں ہے ... لہٰذا فوراً پہنچیں۔''

''تمہیں فون کیا تھا... ضرور تم کوئی پاگل لڑکی ہو ... یا پھر تم کوئی چکر چلانا چاہتی ہو۔'' اس نے بھنا کر کہا۔

'' دونوں میں سے ایک بات بھی نہیں ... میں الحمدللہ بالکل ٹھیک ہوں... میرے دماغ میں کوئی خرابی نہیں ... اس کی تصدیق کرا سکتی ہوں... لیکن پہلے آپ یہ دیکھ لیں کہ وہ خیریت سے ہیں۔''

''اسی لیے تو میں نے کہا ہے کہ تمہارا دماغ خراب ہے ... کیونکہ میں آدھ گھنٹا پہلے ان کے کمرے سے آیا ہوں ... ایک مہمان آئے تھے ان سے ملنے ...'' اس نے جلدی جلدی کہا۔

'' صرف آدھا گھنٹے پہلے۔'' فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

'' ہاں ... میں ان کی آمد کی اطلاع دینے ان کے کمرے میں گیا

تھا ... انہوں نے کہا ... مہمان کو اندر بھیج دو ... میں واپس آیا اور ...''

'' تو کیا وہ مہمان ابھی تک اندر ہی ہیں ...''

'' یاد نہیں ...''

'' کیا مطلب !'' فرزانہ نے آنکھیں نکالیں۔

مطلب یہ کہ مجھے واقعی یاد نہیں ... میں نے مہمان کو اندر بھیجا تھا یا انہیں ساتھ لے کر اندر گیا تھا ... گیا بھی تھا یا نہیں ...''

'' کیسی باتیں کر رہے ہو تم ...''

'' تم اب جاؤ ... مجھے نیند آرہی ہے ... گھنٹی بجا بجا کر تم نے میری نیند خراب کر دی ... پتا نہیں کیوں ... آج مجھے اس وقت اتنی نیند کیوں آرہی ہے ... تم جاؤ ... تمہاری اطلاع غلط ہے ... ارے مم ... مگر ٹھہرو ... تم نے کیا کہا تھا ... ان سے تمہاری فون پر بات ہوئی تھی۔''

'' نہیں ... فون انہوں نے میرے والد صاحب کیلئے کیا تھا ... وہ گھر پر تھے نہیں، اس لیے وہ فون میں نے سنا تھا ... سرغابا کہہ رہے تھے کہ ان کی زندگی شدید خطرے میں ہے ... لہٰذا میں نے اور میرے بھائیوں نے فوراً ادھر کا رخ کیا۔'' فرزانہ نے جلدی جلدی بتایا۔

''تم نے اور تمہارے بھائیوں نے ... لیکن مجھے تو یہاں صرف تم نظر آرہی ہو ...''

اس کے الفاظ درمیان میں رہ گئے۔ اسی وقت ایک کار وہاں آ کر رکی تھی، پھر محمود اور فاروق کار سے اترے اور دوڑ کر فرزانہ کی طرف آئے:

''یہی ہیں میرے دونوں بھائی... جن کا میں ذکر کر رہی تھی۔''

''تو یہ تمہارے بھائی ہیں... خیر... اب ذرا سچ سچ بتا دو... چکر کیا ہے۔'' اس نے انہیں شک کی نظروں سے گھورتے ہوئے کہا۔

''تم ابھی تک یہیں کھڑی ہو فرزانہ... گھر سے تو بہت تیزی میں نکلی تھیں۔'' محمود نے اسے گھورا۔

''یہ صاحب اندر جانے ہی نہیں دے رہے... ان کا کہنا ہے... یہاں ہر طرح خیریت ہے۔''

''اگر یہاں ہر طرح خیریت ہے... تو پھر ہمارا یہاں کیا کام... ہم چلتے ہیں... کیا آپ یقین سے کہہ سکتے ہیں... سرغابا خیریت سے ہیں۔'' فاروق بولا۔

''ہاں بالکل... لیکن اگر وہ خطرے میں تھے تو وہ ہمیں بلاتے یا علاقے کے ایس ایس پی یا آئی جی، ڈی آئی جی پولیس کو فون کرتے نہ کہ تم لوگوں کو... آخر تم ہو کون۔'' چوکیدار نے برا سا منہ بنایا۔

''ہمارے والد کا نام انسپکٹر جمشید ہے... اور ایسے خاص موقعوں

پر لوگ ہمیں ہی فون کرتے ہیں... مہربانی فرما کر آپ فوری طور پر اندر جا کر معلوم کریں... اگر اندر ہر طرح خیریت ہے... تو ہم واپس چلے جاتے ہیں... کیونکہ اس صورت میں یہ کسی کا مذاق ہو سکتا ہے۔''

''ایک منٹ... ایک منٹ... آپ نے کیا بتایا... انسپکٹر جمشید... ارے باپ رے۔'' اس نے بوکھلا کر کہا اور ان سے کچھ کہے بغیر اندر کی طرف دوڑ لگا دی۔

''پتا نہیں کیا ہو رہا ہے... یہاں تو کوئی گڑبڑ نہیں... اور یہ صرف ابا جان کا نام سن کر اندر کیوں دوڑ گیا... پہلے تو بہت بڑھ چڑھ کر باتیں بنا رہا تھا... بڑی بڑی ہانک رہا تھا۔'' فاروق بولا۔

''کوئی نہ کوئی بات ہے ضرور۔'' فرزانہ بڑبڑائی... پھر اس نے اچانک کہا:

''چلو آؤ اندر... دیکھا جائے گا۔''

انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ اندر کی طرف قدم اٹھانے لگے۔

''مجھے عجیب احساس ہو رہا ہے۔'' فرزانہ بڑبڑائی۔

''وہ کیا...''

''یہ تو مجھے بھی نہیں پتا... لیکن کچھ تو گڑبڑ ہے... مجھے سنکھلک گیس کی بو محسوس ہو رہی ہے۔'' اس نے جلدی جلدی کہا۔

''اوہ ! یہ تو وہی گیس ہے نا ... جو بے ہوش کرنے یا نیند گہری کرنے کیلئے استعمال کی جاتی ہے۔''

''ہاں ... بالکل وہی ...''

''تب پھر ہمیں فوراً سر غابا کے کمرے کی طرف جانا چاہیے۔''

''ہمیں نہیں معلوم ... ان کا کمرہ کس طرف ہے ... لیکن چوکیدار ہم سے پہلے جا چکا ہے ... وہ آتا ہی ہوگا۔''

اتنے میں انہوں نے دوڑتے قدموں کی آواز سنی ... انہوں نے دیکھا ... چوکیدار عجیب بے ڈھنگے انداز میں دوڑتا ہوا ان کی طرف آرہا تھا... اس کا منہ کھلا ہوا تھا ... آنکھیں دہشت سے پھٹی ہوئی تھیں... پورے بدن پر زلزلہ طاری تھا ... نزدیک آتے ہی وہ دھڑام سے گرا:

''کیا ہوگیا بھائی ... خیر تو ہے ... ابھی تو تم کہہ رہے تھے کہ یہاں کچھ نہیں ہوا۔'' فاروق نے بُرا سا منہ بنایا۔

''وہ ... وہ ... وہ ... کس ... سر غابا صاحب کے۔''

ان الفاظ کے ساتھ ہی اس کا جسم ساکت ہوگیا۔

O

پہلے تو انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا، پھر اندر کی طرف دوڑ لگا دی ... ایسے میں ایک لڑکی کی چیختی آواز سنائی دی:

''اے کون ہو تم جو گدھوں کی طرح کہاں گھسے چلے آرہے ہو۔''

انہیں ایک جھٹکا لگا ... ایک لڑکی نے انہیں گدھوں جیسا کہا تھا... اور یہ ان کے لیے جھٹکا لگنے سے بھی شدید بات تھی ... لیکن یہاں کوئی واردات ہو چکی تھی، اس لیے انہوں نے اس سے زیادہ کوئی اثر ظاہر نہ کیا:

''کیا کہا آپ نے ... گدھوں کی طرح ... آپ کو اپنے الفاظ واپس لینے ہوں گے، لیکن ہم آپ سے ایسا بعد میں کرواتے رہیں گے ... اس وقت تو ہمیں سر غابا کے بارے میں معلوم کرنا ہے کہ انہیں کیا ہوگیا ہے۔''

''کیوں ... انہیں کیا ہوا ... اور ان کی فکر ہم سے زیادہ کرنے والے تم کون ہو۔'' لڑکی نے جھلائے ہوئے انداز میں کہا۔

''ہم ان کی فکر کرنے میں آپ سے کوئی مقابلہ نہیں کرنا چاہتے ... بات صرف اتنی سی ہے کہ ہمیں ایک فون ملا تھا، فون کرنے والے نے اپنا نام غابا بتایا تھا اور یہ کہا تھا کہ میرے پاس وقت نہیں ہے ... میں اس دنیا سے رخصت ہو رہا ہوں ... مجھے مارنے والے آپہنچے ہیں ... پھر اسی وقت ہم نے گولیاں چلنے کی آواز سنی ... لہٰذا ہم نے ادھر آنے میں دیر نہیں کی۔''

'' کیوں ... تم لوگ کون ہو ... خدائی فوجدار ...''

'' حیرت ہے ... افسوس ہے ... یعنی ... آپ کا وہ چوکیدار جب ہماری آمد کی اطلاع دینے ان کے کمرے میں گیا تو بدحواس ہو کر الٹے پاؤں واپس دوڑا اور وہاں گر کر شاید بے ہوش ہوگیا ... ظاہر ہے کہ اندر کا منظر کچھ ایسا سنسنی خیز ضرور ہے کہ وہ اپنے اعصاب پر قابو نہ رکھ سکا ...''

'' اچھا وہ عظیم بہادر ... وہ تو ہمارے پرانے چوکیدار بہادر خان کا بیٹا ہے ... بہادر خان کے انتقال کے بعد یہاں آکر رہنے لگا ہے ... کہتا ہے باپ کی جگہ کام کرے گا ... اور ہے بالکل ڈرپوک ... کبوتر دیکھ کر بھی کونے میں چھپ جاتا ہے ... بہادر ہے تو بس باتوں کا ... جتنی چاہے بڑی بڑی باتیں کروالیں۔''

'' کمال ہے ... اور ایسے شخص کو چوکیدار بنا رکھا ہے۔''

'' چوکیدار کی تو ہمیں ضرورت ہی نہیں ہے ... آج تک ہمیں کوئی نقصان نہیں پہنچا سکا ... ہم نہیں رکھتے گارڈ وارڈ ...اور یہ عظیم بہادر تو سر پڑے کا سودا ہے ... بیچارے کو فوج میں جانے کا شوق تھا ... وہ پورا نہ ہو سکا تو میرے ابو سے کہہ کر گارڈ کی وردی سلوا لی اور بس ...''

انہیں حیرانی ہوئی کیونکہ اتنے بڑے سرکاری عہدوں پر رہنے

والے کسی بھی شخص کے گھر کو انہوں نے بغیر سیکورٹی گارڈز کے نہیں دیکھا تھا ... اور وہ بھی ایسے حالات میں جہاں دہشت گردی کی وارداتیں روز کا معمول تھیں۔ فرزانہ نے غور سے اس کے چہرے کی طرف دیکھا جیسے اس کا ذہن پڑھنے کی کوشش کر رہی ہو ... پھر اس کے منہ سے نکلا:

'' اوہ ... لیکن پھر بھی اس کا ڈرنا اس بات کا ثبوت ہے کہ اندر کچھ تو گڑبڑ ہے۔''

'' ہوگا کوئی کاکروچ وغیرہ ...'' وہ ہنسی ... لیکن اس کی ہنسی انہیں لہراتی ہوئی سی محسوس ہوئی ... جیسے ہنستے ہنستے نیند کا ایک جھونکا ہنسی کو چھو کر گزر گیا ہو۔

'' اور ہم دیکھ رہے ہیں کہ ہم نے آپ کو اس قدر ہولناک اطلاع دی اور آپ کے کان پر جوں تک نہیں رینگی ...

'' کیا کہا جوں ... ارے باپ رے ...'' وہ کانپ گئی۔ انہوں نے صاف محسوس کیا کہ اس کا کانپنا مصنوعی تھا۔

'' یہ کیا بات ہوئی۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

'' ہم ... مجھے جوئیں نکلوانے سے بہت ڈر لگتا ہے ... میری امی جب میرے سر سے جوئیں نکالتی ہیں تو مجھے بہت تکلیف ہوتی ہے۔''

تینوں کو اس کی بے پروائی کے رویے پر شدید حیرت ہوئی۔

'' گویا آپ کو اس بات کی کوئی فکر نہیں کہ آپ کے والد کو کہیں کچھ ہو نہ گیا ہو۔'' فرزانہ نے اسے گھورا۔

'' کس کے والد۔''

'' آپ کے والد۔''

'' میرے والد کیوں ہوتے وہ ... میرے تو وہ تایا ابو ہیں... میں ان کے چھوٹے بھائی کی بیٹی ہوں۔''

'' اوہ اچھا... چلو خیر... وہ آپ کے تایا سہی... لیکن اس کے باوجود یہ سن کر کہ ان کی جان کو خطرہ لاحق ہے ... آپ کو فوراً ان کے کمرے کی طرف دوڑ لگانی چاہیے تھی۔''

'' ایسی کوئی بات نہیں ... ہاں تم لوگ دوڑ لگانا چاہتے ہو تو ضرور لگا لو ... مجھے کوئی اعتراض نہیں اور وہاں یعنی ان کے کمرے میں جو کچھ ہوا ہے ... اس کی خبر مجھے کر دینا ... میرا کمرہ وہ سامنے ہے۔''

'' اور ان کا کمرہ کہاں ہے؟''

تایا ابو اس طرف والے حصے میں رہتے ہیں ... وہ سامنے والا کمرہ ان کا ہے۔'' اس نے ہاتھ کے اشارے سے بتایا۔

'' گویا آپ ہمارے ساتھ نہیں جائیں گی ... اور آپ ہمیں ان کے کمرے کی طرف جانے کیلئے کہہ رہی ہیں جبکہ ہم آپ کے لئے اجنبی

ہیں ... اتنی لاتعلقی ... کچھ حلق سے نہیں اتری۔'' فاروق کے لہجے سے شدید بے چینی ظاہر ہو رہی تھی ... شاید وہ اس الجھن میں تھا کہ گھر سے یہاں تک تو وہ ہوا کے گھوڑے پر سوار ہو کر آئے تھے لیکن یہاں پہنچنے کے باوجود وہ سرغابا تک نہیں پہنچ پا رہے تھے۔

'' میں جانتی ہوں ... وہ اتنے آسان شکار نہیں ہیں ... تم کیا، کوئی بھی ان کا کچھ نہیں بگاڑ سکتا ... وہ بہت سخت جان ہیں ... بہت بہادر ہیں... ایک وقت میں دس آدمیوں سے لڑ لیتے ہیں... وہ ایسے ہی سرغابا نہیں بن گئے ...'' لڑکی نے جلدی جلدی کہا۔

'' کیا مطلب ... کیا وہ پہلوانی اور طاقت کے زور پر سرغابا بنے ہیں ... یہ تو پرانے زمانے کے قبیلوں میں ہوا کرتا تھا کہ جس کسی نے بھی سردار کو پہلوانی میں زیر کر لیا وہ اس کی جگہ سردار بنا دیا جاتا تھا۔'' فاروق کے لہجے میں حیرت تھی۔

اس دوران فرزانہ کے صبر کا پیمانہ لبریز ہو چکا تھا ... وہ اچانک تلملا کر بولی:

'' بس بہت ہو چکا ... یہ لڑکی ہمارا وقت ضائع کر رہی ہے ... آؤ ... ہٹو آگے سے۔'' اس نے لڑکی کو ایک طرف دھکیلا اور سرغابا کے کمرے کی طرف دوڑ لگا دی ... محمود اور فاروق بھی اس کے پیچھے دوڑ

پڑے .... البتہ وہ لڑکی ٹس سے مس نہ ہوئی ... بلکہ آگے بڑھتے ہوئے انہوں نے اس کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ دیکھی ... وہ اس مسکراہٹ کا کوئی مطلب نہ نکال پائے۔

اب انہوں نے غور سے دیکھا تو انہیں معلوم ہوا کہ گھر دو حصوں میں بٹا ہوا ہے ... یعنی ایک ہی پلاٹ پر دو کوٹھیاں بنی ہوئی ہیں ... جس جگہ سے وہ گزر رہے تھے ... وہ ایک برآمدہ نما جگہ تھی ... جس کے پیچھے رہائشی حصہ تھا ... یہ ایک چار ہزار گز کا پلاٹ تھا ... جس پر دو دو ہزار گز کی دو کوٹھیاں بنی ہوئی تھیں ... دونوں ہی کوٹھیاں کسی محل سے کم نہ تھیں۔ وہ اکثر سوچتے تھے کہ سیاست میں اس قدر امیر کبیر لوگ ہی کیوں نمایاں ہوتے ہیں اور یہ بھی کہ وہ امیر ہوتے ہیں اس لئے سیاست میں آجاتے ہیں یا پھر سیاست میں ہوتے ہیں اس لئے امیر ہوجاتے ہیں۔

پھر وہ سر غابا کے کمرے کے دروازے پر جا پہنچے ...

دروازہ بند تھا ... وہ رک گئے ... اب انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا ... آنکھوں ہی آنکھوں میں ایک دوسرے کی رائے لی ... اور پھر محمود نے ہینڈل گھما کر دروازے کو آہستگی سے اندر دھکیل دیا۔ دروازہ کھلتا چلا گیا۔

اندر کا منظر دیکھ کر وہ دھک سے رہ گئے۔

O

کمرے کے فرش پر ایک شخص اوندھے منہ پڑا تھا ... محمود، فاروق، فرزانہ کو ایک نظر میں ہی اندازہ ہوگیا کہ وہ زندہ نہیں ہے ... اس کے اردگرد خون پھیلا ہوا تھا ... شیشے یا آئینے کے ٹکڑے فرش پر بکھرے ہوئے تھے اور پاس کرسی پر ایک شخص بیٹھا بے چینی کے عالم میں اپنی بائیں ٹانگ ہلا رہا تھا ... اس کے ہاتھ میں نائن ایم ایم کی پستول تھی جس کا رخ فرش کی جانب تھا، اور اس کی نظریں لاش پر گڑی ہوئی تھیں۔ کرسی پر بیٹھے شخص کو وہ کئی بار ٹی وی چینلز کے سیاسی ٹاک شوز میں دیکھ چکے تھے ... لیکن سامنا آج پہلی بار ہوا تھا ... لیکن ان کو دیکھ کر بھی سر غابا کے جسم میں حرکت نہیں ہوئی تھی اور نہ ہی اس نے یہ سوال کیا تھا کہ وہ کون ہیں اور کس کی اجازت سے اندر آئے ہیں ...

دوسری طرف محمود کے منہ سے نکلا:

'' ہائیں ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں ... ہم نے تو سنا تھا سر غابا ... آپ خطرے میں ہیں ...'' محمود کے منہ سے نکلا:

'' اور سر غابا ... آپ تو کرسی پر مزے سے بیٹھے ہیں... فرش پر تو کوئی اور ہی پڑا ہے۔'' فاروق بول اٹھا۔

ان کی حیرت بہت بڑھ گئی تھی ...سر غابا تو زندہ سلامت کرسی پر بیٹھے تھے ... البتہ سر غابا کے سامنے فرش پر کسی اور کی لاش ضرور پڑی تھی ... اور ان سب باتوں سے زیادہ عجیب بات یہ تھی کہ گھر کے کسی فرد کو ہونے والی واردات کے بارے میں معلوم تک نہیں تھا...گویا سارے کا سارا معاملہ ہی عجیب و غریب اور حیرت انگیز تھا۔ اب جب کہ سب بت بنے کھڑے تھے ... تیز تیز قدموں کی آواز سنائی دی ... ان کی نظریں برآمدے کی طرف اٹھ گئیں ...

اور پھر وہ چونک اٹھے :

☆☆☆☆☆

درد ناک موڑ

محمود نے کمرے سے باہر نکل کر دیکھا ...آنے والے انسپکٹر جمشید تھے ...

وہ بہت سنجیدہ نظر آرہے تھے... اسی حالت میں وہ سیدھے کمرے میں داخل ہو گئے ... انہوں نے دائیں طرف دیکھا نہ بائیں طرف، چند منٹ تک کمرے کا غور سے جائزہ لینے کے بعد انہوں نے محمود سے کہا:

" اکرام کو فون کرو ... پوچھو کہاں ہے ... اس سے کہو ... فارنسک ٹیم کو ساتھ لے کر آئے ... جلدی ..."

محمود نے موبائل پر ری ڈائل کا بٹن دبایا... کیونکہ آخری نمبر اس نے اکرام ہی کا ملایا تھا ... پھر وہ ایک طرف ہو کر اکرام سے بات کرنے لگا:

محمود کو ہدایت دے کر انسپکٹر جمشید سر غابا کی طرف پلٹے:

" سر غابا ... پلیز وضاحت فرمائیے ... یہاں کیا ہوا ہے۔"

" مجھے ایک نامعلوم شخص کا فون ملا تھا... اس نے بتایا کہ میری زندگی خطرے میں ہے ... فوراً اپنی حفاظت کا سامان کر لیں اور یہ کہ انسپکٹر جمشید سے رابطہ نہیں ہو رہا ہے ... آپ ان سے رابطہ کر کے انہیں یہاں بلا لیں ... یہ پیغام دے کر اس نے فون بند کر دیا ... اب میں نے آئی جی صاحب کو فون کر کے مطلع کیا ... انہوں نے مجھے آپ کے فون نمبر بتائے ... میں نے پہلے آپ کے گھر کے نمبر ملائے، آپ کے بچوں سے بات ہوئی ... ابھی میں ان سے بات کر ہی رہا تھا کہ دروازہ کھلا ... اور یہ شخص سامنے نظر آیا ... پھر فائر ہوا ... گولی سامنے رکھے آئینے پر لگی ... میں نے بھی اس آدمی پر فائر کر دیا ... اب آپ لوگ یہاں موجود ہیں اور سامنے اس کی لاش پڑی ہے جس نے مجھ پر حملہ کیا تھا۔" یہاں تک کہہ کر سرغابا خاموش ہو گیا۔

"یہ کس کی لاش ہے۔" انسپکٹر جمشید نے اچانک ایک بے معنی سا سوال داغا۔

" مجھے نہیں معلوم ..."

" یعنی یہ شخص آپ کو قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا؟" انسپکٹر جمشید نے پھر ایک عجیب سا سوال کیا ... اس بار محمود، فاروق، فرزانہ چونکے بغیر نہ رہ سکے ... کیونکہ ان کے خیال میں حالات صاف بتا رہے تھے کہ

یہ شخص قتل کرنے کی نیت سے ہی اندر داخل ہوا تھا۔

" ہاں! مجھے تو یہی محسوس ہوا تھا ... کیونکہ اس کے ہاتھ میں پستول تھا ... لیکن اس کے فائر کرنے سے پہلے میں نے اس پر فائر کر دیا ... بلکہ احتیاطی طور پر کئی فائر کر دیئے ... یہ گر گیا ... اور پھر چند سیکنڈ میں اس کا جسم ساکت ہو گیا۔"

" یعنی آپ نے اسے پہلے کبھی نہیں دیکھا ... میرا مطلب ہے کہ یہ چہرہ آپ کو جانا پہچانا تو نہیں لگا۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"نہیں ... بالکل نہیں ... مجھے یاد نہیں پڑتا کہ اسے میں نے پہلے کبھی دیکھا ہو۔"

" ہوں ... خیر کوئی بات نہیں ... ہم بہت جلد معلوم کر لیں گے کہ یہ کون تھا ... آپ کو کیوں قتل کرنا چاہتا تھا۔"

" شاید یہ کوئی غیر ملکی ایجنٹ تھا ..." فاروق نے خیال ظاہر کیا۔

" تم سے مجھے یہ امید نہیں تھی فاروق ... اس اسٹیج پر تم یہ کیسے کہہ سکتے ہو کہ یہ کون تھا ... آخر کس بات سے تم نے یہ اندازہ لگایا کہ یہ غیر ملکی ایجنٹ ہے ..." انسپکٹر جمشید نے اسے بری طرح گھور کر دیکھا اور وہ گڑبڑا کر رہ گیا۔

" سوال یہ ہے کہ کسی کو کیا ضرورت پیش آگئی تھی کہ آپ کو قتل

کرے ... کیا آپ اس الجھن کو دور کرنے میں ہماری مدد کر سکتے ہیں سرغابا...''

''ہاں! کیوں نہیں ... جہاں تک میں الجھن دور کر سکتا ہوں ... کروں گا۔'' انہوں نے کہا۔

''لیکن یہاں نہیں ... کمرۂ واردات میں زیادہ دیر ٹھہرنا مناسب نہیں ہے ... اہم ثبوت ضائع ہونے کا اندیشہ ہے ... لہٰذا اس کمرے کو جوں کا توں بند کر دیتے ہیں ... ابھی سب انسپکٹر اکرام اور فارنسک والے آجائیں گے ... تب ہم یہاں آجائیں گے ... اس وقت تک ہم آپ سے تفصیل سن لیتے ہیں ... چلئے۔''

سرغابا بڑی مشکل سے اٹھے ... انہیں یوں لگا جیسے وہ برسوں کے بیمار ہوں... آخر محمود نے پوچھ ہی لیا:

''کیا آپ کچھ بیمار ہیں۔''

''میں بالکل ٹھیک ہوں ... لیکن اس واقعے نے مجھ پر بہت برا اثر کیا ہے ... میں نے موت کو اپنے بالکل سامنے دیکھا ہے ... لیکن نہیں ... موت کو تو میں نے پہلے بھی کئی بار اپنے سامنے دیکھا ہے ... شاید اب میں بوڑھا ہو چلا ہوں ... اگر مجھ سے ایک پل کی دیر ہو جاتی اس وقت یہاں میری لاش آپ کو ملتی اور یہ شخص جا چکا ہوتا ... اس

وقت آپ اس کا سراغ لگاتے پھرتے ...''

''ہوں... خیر... چلیے۔''

انہوں نے باہر نکل کر کمرے کا دروازہ بند کر دیا ... اور اسے تالا لگا دیا ... پھر ڈرائنگ روم میں آ بیٹھے:

O

''اب ذرا شروع سے بتائیے ... یہ سب کیا معاملہ ہے۔''

''میں نے بتایا نا... کہ مجھے کسی گمنام شخص نے فون کیا تھا کہ آپ کی جان کو خطرہ ہے۔''

''کال کرنے والے کا نمبر تو آگیا ہوگا آپ کے فون سیٹ کے سی ایل آئی پر؟'' فرزانہ بول پڑی۔

''اس کے نمبر کی جگہ موبائل فون اسکرین پر ''نامعلوم نمبر'' یعنی unknown number... لکھا نظر آیا تھا...''

''اچھا خیر... آگے چلیے۔'' انسپکٹر جمشید کی سنجیدگی برقرار تھی۔ اور یہ بات صرف ان کے بچے محسوس کر سکتے تھے کہ ان کا یہ انداز اس وقت ہوا کرتا تھا جب وہ سامنے والے کی بات پر یقین کرنے میں الجھن محسوس کرتے تھے ...

''فون آپ کے بچوں میں سے کسی نے سنا ... اور عین اس لمحے

میں نے اسے کمرے میں داخل ہوتے دیکھ لیا... جب اس نے مجھ پر
فائر کیا تو میں بوکھلا گیا... کیونکہ میں توقع نہیں کر رہا تھا کہ یہی وہ آدمی
ہوگا جو مجھ پر حملہ کرنے آیا ہے... میں تو کسی اور کی آمد کی توقع کر رہا
تھا... بہرحال پستول چونکہ پہلے ہی میرے ہاتھ میں تھا... بس میں نے
نشانہ لے کر جوابی فائر کر دیے۔"

"حیرت ہے... قاتل نے آپ کو اتنا موقع دے دیا۔" محمود نے
جلدی سے کہا۔

"اس کی بھی ایک وجہ ہے۔" سر غابا کے چہرے پر پھیکی سی
مسکراہٹ تیر گئی۔

"اور وہ کیا؟"

"اس کی وجہ ہے وہ آئینہ... جو اب ٹوٹ چکا ہے... اور جس
کی کرچیاں آپ نے اس کمرے کے فرش پر بکھری دیکھی تھیں... دراصل
میں کمرے میں ایسی جگہ تھا... جہاں سے کمرے میں داخل ہونے والا
مجھے نہیں دیکھ سکتا تھا... صرف میرا عکس آئینے میں دیکھ سکتا تھا... جب
کہ میں اسے اس کونے سے دیکھ رہا تھا... ابھی ہم کمرے میں جائیں
گے تو میں وہ جگہ دکھاؤں گا... ایسا انتظام میں نے ایسے ہی کسی خطرے
کے پیش نظر پہلے سے ہی کر رکھا تھا... کیونکہ ہم جیسے لوگوں کے دشمن

ان گنت ہوتے ہیں... اور آئینے میں میرا عکس دیکھ کر جلد بازی یا
بوکھلاہٹ میں اسے عکس پر اصل کا گمان ہوا اور اس نے اپنی دانست
میں مجھ پر فائر جھونک مارا... اور آئینے کو چکنا چور کر دیا... اس دوران
مجھے اتنا وقت مل گیا کہ میں اس کو نشانے پر لے کر فائر کر سکوں۔"

"لیکن آپ سیکورٹی گارڈ کیوں نہیں رکھتے... وہ باہر آپ کی بھتیجی
سے ہماری ملاقات ہوئی تھی... خیر وہ بھی ایک عجیب ہی کہانی ہے...
بہرحال آپ کی بھتیجی نے بتایا تھا کہ آپ گارڈ رکھتے ہی نہیں ہیں... کیا
یہ سچ ہے کہ آپ اتنے بہادر ہیں کہ گارڈ رکھنے کی ضرورت محسوس نہیں
کرتے... اور اگر اتنے ہی بہادر ہیں تو خطروں سے کھیلنا تو آپ کے
لئے بائیں ہاتھ کا کھیل ہونا چاہئے... جبکہ آپ اس وقت برسوں کے
بیمار نظر آ رہے ہیں اور خود آپ کا کہنا ہے کہ اس واقعے نے آپ پر
بہت برا اثر کیا ہے... آپ نے موت کو اپنے بالکل سامنے دیکھا ہے...
" فاروق ایک ہی سانس میں کہتا چلا گیا۔

"ہاں... آپ کی بات درست ہے... میں خود کو واقعی بہت
مضبوط اعصاب کا خیال کرتا تھا... لیکن آج کے اس حملے نے میری تو
آدھی جان ہی نچوڑ لی ہے... اب تک تو نہیں رکھے... لیکن اب رکھوں
گا میں سیکورٹی گارڈز... لیکن ان کا بھی کیا بھروسہ... اگر وہی غداری پر

اتر آئیں تو ...''

'' خیر ... بات یہاں تک تو ہوگئی واضح ... اب یہ بتائیں ... آج جب آپ کو خطرے کی اطلاع دینے والا فون ملا تھا... اس کے فوراً بعد کیا آپ نے حفاظتی انتظامات نہیں کیے تھے ... آخر یہ شخص اندر داخل ہونے میں کس طرح کامیاب ہوگیا ... میرا مطلب ہے کہ جب آپ کو پہلے ہی اطلاع مل چکی تھی تو یہ کیسے اندر داخل ہوا ...''

''بہت آسانی سے۔'' سرغابا مشکل سے مسکرائے ... شاید انہیں چہرے پر اس مسکراہٹ کو لانے کے لیے بہت زور لگانا پڑا تھا۔ ظاہر ہے ... ان کے گھر میں قتل کی ایک واردات ہوگئی تھی ... اور وہ شخص مارا بھی انہی کے ہاتھ سے گیا تھا... ان کا پریشان ہونا لازمی تھا۔

'' آپ نے کیا فرمایا ... بہت آسانی سے ... '' مارے حیرت کے فرزانہ بول اٹھی۔

'' دراصل میرے ایک دوست ہیں دلاور نوری ... آج صبح سویرے ان کا اچانک فون آیا ... کہنے لگے کہ ان کے ایک عزیز کسی انتہائی ضروری کام کے سلسلے میں اسی وقت مجھ سے ملنا چاہتے ہیں میں اپنا سفارشی رقعہ لے کر ان کو تمہاری طرف روانہ کر رہا ہوں ... فون بند کر کے میں گیٹ تک گیا اور چوکیدار سے کہہ دیا کہ اگر کوئی صاحب

رقعہ لے کر آئیں تو مجھے آ کر بتانا ... ایسا نہ ہو کہ یہ کہہ کر گیٹ سے ہی ٹرخا دو کہ سرغابا سو رہے ہیں۔ یہ کہہ کر میں واپس کمرے میں آگیا ... ابھی چند ہی منٹ گزرے ہوں گے کہ فون کی گھنٹی پھر بج اٹھی ... اس بار اسی نامعلوم آدمی کا فون تھا ... اس سے بات کر کے میں نے آئی جی صاحب سے بات کی ... اور پھر جب میں آپ کے گھر کے نمبر ڈائل کر رہا تھا تو ملازم نے آ کر بتایا کہ رقعے والے صاحب آئے ہیں ... میں نے کہا کہ ہاں بھیج دو اندر ... ملازم یہ سن کر باہر کی طرف دوڑا اور اس آدمی کو اندر بھیج دیا ... اور پھر آتے ہی ... جیسا کہ میں نے پہلے بتایا ... اس نے فائر کر دیا۔''

'' اور آپ نے اپنے دوست دلاور نوری سے پوچھا۔''

'' نہیں! اس حادثے کے بعد ذہن ٹھکانے پر آیا ہوتا تو اس کا بھی خیال آتا ...'' سرغابا سر کو جھٹکا دے کر بولے۔

'' تو اب پوچھ لیں ... لیکن انہیں اور کچھ نہ بتایئے گا ... میرا مطلب ہے قتل اور یہاں ہماری موجودگی کے بارے میں ...''

سرغابا نے سمجھنے والے انداز میں سر ہلایا اور موبائل جیب سے نکال کر دلاور نوری کا نمبر تلاش کرنے لگے کہ اسی لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی ...

سر غابا چونک اٹھے اور ان کے منہ سے نکلا:

"کمال ہے ... دلاور نوری کی کال ... عجیب اتفاق ہے ... ادھر میں ان کو کال کرنے جا رہا تھا کہ عین اسی وقت ان کا ہی فون آ گیا۔"

پھر انہوں نے فون کان سے لگا کر 'ہیلو دلاور' کہا ... لیکن پھر دوسری طرف کی بات سن کر بری طرح اچھل پڑے ...

کچھ دیر حیرت کے عالم میں باتیں کرتے رہے اور پھر ... فون بند کر کے تھکے تھکے انداز میں ان کی طرف مڑے:

"یہ تو اس کہانی کا درد ناک موڑ ہے۔" وہ اداس انداز میں بولے۔

"کیا کہا آپ نے ... درد ناک موڑ! ہم سمجھے نہیں۔"

"دلاور نے بتایا، وہ خط انہوں نے اپنی خوشی سے نہیں لکھا تھا... بلکہ ان کی کنپٹی پر پستول کی نالی رکھ کر لکھوایا گیا تھا اور جب تک ان کا ساتھی یہاں پہنچ نہیں گیا... اس کے باقی ساتھی ان کے پاس ہی رہے ... پھر جب ان کے اس ساتھی نے میرے گیٹ کے اندر داخل ہو کر انہیں فون کیا اور انہیں پتا چلا کہ ان کا ساتھی گھر میں داخل ہونے میں کامیاب ہو گیا ہے تو وہ دلاور کو بے ہوش کر کے نکل گئے اب ہوش آتے ہی انہوں نے میری خیریت دریافت کرنے کیلئے فون

کیا تھا۔"

"اوہ! پھر تو یہ سامنے کی بات ہے کہ سر غابا کے قتل کی سازش میں کچھ اور لوگ بھی شامل ہیں ... یعنی سر غابا کا قتل صرف اسی ایک ہی شخص کی خواہش نہیں تھی یعنی جس کی لاش یہاں پڑی ہے۔" انسپکٹر جمشید نے یقین سے بھرپور انداز میں کہا...

لیکن محمود، فاروق، فرزانہ محسوس کر سکتے تھے کہ کچھ ایسا ضرور ہے جو ان کے والد کے ماتھے پر پریشانی کی شکنیں ابھارنے کا سبب بنا ہوا ہے۔

"آپ کچھ پریشان نظر آ رہے ہیں ... اور کچھ زیادہ ہی سنجیدہ۔"

"ہاں سر غابا اس بار تو بچ گئے... لیکن جو شخص یا جو لوگ انہیں اس دنیا سے دوسری دنیا میں بھیج دینا چاہتے ہیں... کیا وہ آرام سے بیٹھ جائیں گے... جب وہ دیکھیں گے کہ سر غابا ان کے وار سے بچ گئے ہیں، بلکہ ان کا اپنا آدمی مارا گیا ہے تو وہ اور زیادہ طیش میں آئیں گے اور پھر وار کریں گے ... میں دراصل اسی لیے پریشان ہوں ..."

"لیکن اس میں ہم کیا کر سکتے ہیں، سوائے اس کے کہ ان کی حفاظت کے انتظامات کریں..." فرزانہ بولی۔

"ہاں اچھی بات ہے۔"

عین اس لمحے سب انسپکٹر اکرام آتا نظر آیا ... اس کے ساتھ اس
کے ماتحت اور ماہرین بھی تھے۔

'' السلام علیکم سر... محمود نے بتایا تھا کہ ... سر غابا بال بال بچے
ہیں اور قتل کی نیت سے آنے والا خود مارا گیا ہے۔''

'' ہاں اکرام ... تمہاری ضرورت شدت سے محسوس ہو رہی تھی ...
سب سے پہلے تو یہ دیکھو ... یہ کون ہے ... اگر یہ کوئی پرانا جرائم پیشہ
تھا تو پھر تو تم پہچان لوگے۔''

'' او کے سر۔'' اس نے فوراً کہا۔

اب وہ ایک بار پھر لاش والے کمرے میں داخل ہوئے ... اسی
وقت انسپکٹر جمشید نے کہا:

'' خیال رہے اکرام ... ابھی ہم نے کمرے کا جائزہ نہیں لیا...
لہٰذا ہر چیز جوں کی توں پڑی رہے ...تم لوگ فارنسک تجزیے کی تیاری
کرو ... اور مقتول کی انگلیوں کے نشانات وغیرہ ...''

اکرام آہستہ آہستہ چلتا اس کے چہرے کی طرف آیا ... اس نے
سے اوندھے منہ پڑی لاش کا چہرہ ایک طرف گھمایا ... انہوں نے
دیکھا ... اس کے چہرے کا ایک حصہ زخمی تھا ... شاید ٹوٹے ہوئے
شیشوں پر گرنے کی وجہ سے یا پھر سر غابا کے پستول سے نکلی ہوئی گولی

اس کے جبڑے سے ٹکراتی ہوئی نکل گئی تھی ... اکرام کی نظریں مقتول
کے چہرے پر جم گئیں ... پھر اس نے مایوسانہ انداز میں انکار میں سر ہلا
دیا:

'' نہیں سر ... میرے لیے یہ نیا چہرہ ہے۔''

'' لل ... لیکن ۔'' ایسے میں محمود کے منہ سے نکلا۔

وہ سب اس کی طرف گھوم گئے ... انہیں اس کے چہرے پر
ایک سوال نظر آیا۔

☆☆☆☆☆

وہ کون ہے

'' اب تم یہ لیکن کہاں سے لے آئے۔'' فاروق نے بڑا سا منہ بنایا۔

'' اس کے چہرے سے ... کیا اس بات کا امکان نہیں کہ یہ شخص اپنی اصل شکل چھپا کر آیا ہو ... یعنی میک اپ میں ہو۔''

'' اوہ!'' ان سب کے منہ سے نکلا ... انسپکٹر جمشید کے چہرے پر مسکراہٹ نظر آئی۔ انہوں نے جھک کر قریب سے اس کے چہرے کا جائزہ لیا ... پھر بولے:

'' اور یہ واقعی میک اپ میں ہے ... سو مجھے خوشی ہوئی کہ تم نے یہ امکان ظاہر کر دیا ... لیکن یہ اتنی آسانی سے نہیں اترے گا ... کیمیکلز کی ضرورت پڑے گی۔''

'' تو میں کیمیکلز کے ساتھ فارنسک سیکشن سے میک اپ کے ماہر کو بھی بلوا لیتا ہوں ...'' اکرام جلدی سے بولا۔

'' حد ہو گئی ... بیٹھے بٹھائے ہیرو بن گئے ... ہے کوئی تک۔'' فرزانہ جھلا اٹھی۔

'' اگر یہ شخص میک اپ میں ہے تو پھر اتروا دیتے ہیں اس کا میک اپ۔'' اکرام بے چین ہو کر بولا۔

باقی سب بھی بری طرح تجسس کا شکار ہو چکے تھے اور جلد از جلد جان لینا چاہتے تھے کہ وہ شخص دراصل کون ہے ... اس دوران سب انسپکٹر اکرام میک اپ کے ماہر کو فون کر چکا تھا۔

'' ان کے آنے تک ہم اس کمرے کا جائزہ لے لیتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

پھر وہ کمرے کی ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنے لگے۔

ایسے میں فرزانہ کو صوفے کے نیچے پڑی کوئی چیز نظر آئی ... وہ جلدی سے جھکی اور وہ چیز اٹھا کر ان کی طرف مڑی:

'' یہ دیکھیے! یہ کیا ہے؟''

انہوں نے دیکھا ... اس کے ہاتھ میں ایک ملاقاتی کارڈ تھا:

'' کیوں سرغابا ... آپ بتا سکتے ہیں، یہ کس کا ہے؟'' فرزانہ نے کہا۔

'' ہو سکتا ہے ... میرے کسی ملنے والے کا ہو اور میرے پرس سے

نکل کر گر گیا ہو ... دن بھر میں کئی لوگوں سے سرسری سی ملاقات بھی ہوتی ہے اور وہ اپنے کارڈ پکڑا دیتے ہیں ... اب تو یہ بھی یاد نہیں رہتا کہ کون سا کارڈ کس نے کب اور کس سلسلے میں دیا تھا۔'' وہ بے یقینی سے بولے ... ان کی آنکھوں میں شدید الجھن تھی۔

'' اس کا مطلب ہے ... یہ مقتول کی چیز ہے۔''

'' ضروری نہیں ہے لیکن ہو بھی سکتا ہے ... بہرحال ... م ... میں کیا کہہ سکتا ہوں... مجھ سے تو ملنے جلنے والے آتے ہی رہتے ہیں۔'' وہ بولے۔

'' لیکن آخر کمرے کی صفائی تو روزانہ ہوتی ہوگی۔''

'' بالکل ہوتی ہے ... لیکن نو بجے کے آس پاس ...''

'' ہو سکتا ہے کہ یہ کل کسی وقت گرا ہو ...''

'' لیکن مجھے اچھی طرح یاد ہے کہ کل صبح جب میں کمرے کو تالا لگا کر گھر سے نکلا تھا تو یہ کارڈ یہاں نہیں تھا ... لیکن اس پر نام کس کا لکھا ہوا ہے۔'' سرغابا نے کہا۔

'' اس کارڈ پر عامل خلیل نواز کا نام لکھا ہے ... نیچے لکھا ہے ماہر دافع بلیات ... اور اس کے نیچے پتا اور فون نمبر لکھے ہوئے ہیں۔''

'' بہت خوب! مزہ آگیا ... یہ ہے کام کی چیز ... سرغابا صاحب

... کیا آپ اس نام کے کسی شخص کو جانتے ہیں۔''

'' پہلی بار سن رہا ہوں... یہ کارڈ بھی ابھی دیکھا ہے۔''

'' تب پھر اس کا امکان ہے کہ یہ کارڈ مقتول کی جیب سے گرا ہے ... جس وقت یہ گولیاں لگنے پر گرا ... اس وقت کارڈ جیب سے نکلا ہوگا ...'' انسپکٹر جمشید نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

'' ہو سکتا ہے۔'' سرغابا بڑبڑائے۔

'' ایسا لگتا ہے کہ مقتول کسی کام کے سلسلے میں عامل خلیل نواز کے پاس گیا ہوگا ... اور عامل صاحب نے اپنا کارڈ اسے دیا ہوگا ... لہٰذا ہمیں اس سے مقتول کے بارے میں مفید معلومات مل سکتی ہیں۔'' فاروق کہتا چلا گیا۔

'' لیکن یہ دافع بلیات ہوتا کیا ہے؟'' فرزانہ نے سوال کیا۔

'' بلائیں بھگانے والے ... تعویذ گنڈے کر کے اپنا الو سیدھا کرنے والے ... کمزور عقیدوں کے لوگ ان کے پاس جاتے ہیں اور اپنے مسائل حل کروانے کے نام پر خوب جی بھر کے بیوقوف بنتے ہیں۔'' [illegible] ایک ہی سانس میں کہتے چلے گئے۔

'' اوہ اچھا!''

'' اور یہ بھی تو ممکن ہے کہ اس نے کسی ایسے دوست سے یہ کارڈ

لیا ہو جو اس عامل کے پاس جاتا رہا ہو۔'' محمود نے سوچنے والے انداز میں کہا۔

'' دونوں ہی باتیں ممکن ہیں ... لیکن درست بات تو اس وقت سامنے آئے گی جب ڈاکٹر کے مطب میں آنے والے مریضوں کا ریکارڈ ہمارے سامنے آئے گا۔''

اسی وقت سب انسپکٹر اکرام کے بلائے ہوئے ماہرین اندر داخل ہوئے ... انہوں نے مقتول کے چہرے کا جائزہ لیا اور فوراً ہی بول اٹھے:

'' یہ شخص واقعی میک اپ میں ہے ... لیکن میک اپ انتہائی مہارت سے کیا گیا ہے۔''

'' ہم اس شخص کا اصل چہرہ دیکھنا چاہتے ہیں ... اکرام میک اپ اترنے سے پہلے میک اپ زدہ چہرے کی تصاویر بھی لے لو۔''

'' وہ ہم پہلے ہی لے چکے ہیں سر۔'' اکرام کا ایک ماتحت بول پڑا۔

'' محمود ... تم بھی تصویر کھینچ لو ...'' انسپکٹر جمشید نے کہا۔

'' بالکل ٹھیک سر ... آپ فکر نہ کریں ... ہم نے نہ صرف اس لاش کی تصاویر ہر رخ سے لے لی ہیں ... بلکہ کمرے کے قالین پر پھیلے خون کا نمونہ بھی لے لیا ہے ... فارنسک لیبارٹری ٹسٹوں کی رپورٹ آنے کے

بعد ہمیں شاید کوئی کام کی بات معلوم ہو جائے۔'' اکرام نے کہا۔

'' بہت خوب اکرام ...''

ادھر میک اپ کے ماہرین مقتول کے چہرے سے میک اپ کی تہیں اتارنے میں مصروف تھے ... وہ سب ان کی طرف متوجہ ہو گئے ... کیونکہ کوئی دم میں یہ معلوم ہونے والا تھا کہ مقتول آخر ہے کون ... اور ان لمحات میں وہ کافی بے چینی محسوس کر رہے تھے ... میک اپ اترنے میں آدھ گھنٹا لگا ... اب جو انسپکٹر جمشید اور اکرام نے اس چہرے کو دیکھا ... لیکن وہ کسی نتیجے پر نہ پہنچ سکے ... چہرے کے زخم کی وجہ سے نقوش واضح نظر نہیں آ رہے تھے ... اس لئے وہ یہ نہ کہہ سکے کہ یہ کون ہے:

'' کیا خیال ہے اکرام ... یہ کون ہے۔''

'' میں غور کر رہا ہوں ... امید ہے ... جلد پہچان لوں گا ... لیکن کسی نتیجے پر پہنچنے کیلئے چہرے کے زخمی حصے کو دوبارہ بنانا پڑے گا ... یعنی ایک طرح کی عارضی پلاسٹک سرجری۔'' اس نے مسکرا کر کہا۔

'' کیا مطلب ... لاش کی پلاسٹک سرجری؟'' فرزانہ اچھل پڑی۔

'' ہاں ... لیکن یہ کام کوئی اتنا مشکل نہیں ہے ... فارنسک لیبارٹری میں اس کام کے ماہر بھی موجود ہیں ... جو چہرے کے ٹوٹے ہوئے حصے کو اس طرح مرمت کرتے ہیں جیسے گاڑی کی ڈینٹنگ کی جاتی ہے۔''

"کیا ... لاش کی ڈینٹنگ ... پلاسٹک سرجری ... یہ آج ہم کیسی باتیں سن رہے ہیں۔"

"ہاں ... ہمارے لئے ایک نئی چیز ہے ... ترقی یافتہ ممالک میں تو اس قسم کے طریقوں کا استعمال بہت عام ہے۔"

ایسے میں محمود آگے بڑھا اور اس نے موبائل کے کیمرے سے لاش کے چہرے کی ایک تصویر اور کھینچ لی ... بغیر میک اپ چہرے کی تصویر ... میک اپ والے چہرے کی تصویر وہ پہلے ہی محفوظ کر چکا تھا ... پھر وہ یک دم سر غابا کی طرف مڑا اور بولا:

"کیا آپ اب بتا سکتے ہیں ، یہ کون ہے۔"

"نن نہیں ... میں اب بھی نہیں بتا سکتا۔" سر غابا نے مایوسی کے لہجے میں کہا ...

"خیر ... کوئی بات نہیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

"عجیب سی بات یہ ہے کہ اتنا سب کچھ ہو گیا لیکن آپ کے گھر کے دیگر افراد میں سے کوئی ابھی تک نظر نہیں آیا۔" فاروق کے لہجے میں حیرت ہی حیرت تھی۔

"دراصل میں اکیلا ہی رہتا ہوں ... میں نے شادی نہیں کی۔"

"اور آپ کے بھائی کا گھرانہ ... ان میں سے بھی کوئی نہیں آیا

... جبکہ فائروں کی آوازیں تو دور دور تک سنی گئی ہوں گی ... یہ بات کچھ ہضم نہیں ہو رہی ..." محمود نے کہا۔

"باہر ہماری ملاقات آپ کے چھوٹے بھائی کی بیٹی سے بھی ہوئی ... اور اس وقت تک وہ یہ بالکل نہیں جانتی تھی کہ اندر اتنا سب کچھ ..." فاروق نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا ... اور کچھ سوچنے لگا ... اسے لڑکی کے چہرے کی عجیب سی مسکراہٹ یاد آگئی تھی جو اس نے سر غابا کے کمرے کی طرف دوڑتے ہوئے دیکھی تھی۔

"اوہ ... آپ کے بھائی ... کہاں ہیں وہ ؟"

"کاروباری دورے پر ہیں ..."

"گویا ابھی تک گھر کے افراد کو معلوم نہیں ہے کہ یہاں اتنی ہولناک واردات ہوگئی ہے ... آخر یہ کیسے ممکن ہے ..." انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر رک گئے۔

"کیا مطلب ؟ کیا کیسے ممکن ہے۔" سر غابا نے چونک کر کہا ... کچھ اس طرح جیسے وہ کسی گہری سوچ میں ڈوبے ہوں اور انہوں نے ان لوگوں کے آخری چند جملے سنے ہی نہ ہوں۔

"یہ کہ فرزانہ نے فون پر گولیاں چلنے کی آواز سنی ... اور یہاں واقعی قتل کی واردات ہو چکی تھی ... لیکن گھر کے کسی فرد کو معلوم تک

نہیں تھا... آخر یہ کیسے ممکن ہے۔"

"اوہ اچھا! آپ یہ کہنا چاہتے ہیں کہ یہاں گولیاں چلنے کی آواز کسی نے کیوں نہیں سنی۔"

"ہاں! یہی بات ہے۔"

"یہ کوئی ایسی بات نہیں ... میرا کمرہ ساؤنڈ پروف ہے ... کمرے میں گونجنے والی آواز باہر کوئی نہیں سن سکتا ... نہ باہر کی آواز اندر کمرے میں آتی ہے۔"

"لیکن جس وقت فائر ہوئے ... اس وقت تو دروازہ کھلا تھا ... آواز باہر تو گئی ہوگی۔" فاروق نے یاد دلایا۔

"ہاں ... یہ بات تو ہے۔"

"خیر... ہم پتا لگا لیں گے ... ویسے آپ فون پر تو رابطہ کر سکتے ہیں... اپنے بھائی سے۔" انسپکٹر جمشید نے پوچھا۔

"ہاں! کیوں نہیں۔"

"بس تو انہیں یہاں بلا لیں، ہمیں چند سوال کرنے ہیں۔"

"گویا آپ کو اس پر شک ہے ... نہیں ہرگز نہیں ... میرا بھائی میرے قتل کی سازش نہیں کرسکتا ... وہ اس قسم کے خیالات سے پاک ہے ... بالکل پاک ..."

"شک کی بات نہیں ... لیکن ہمارا ان سے بات کرنا بہت ضروری ہے ... نہ صرف ان سے بلکہ ان کے گھر کے دیگر افراد سے بھی ... مجبوری ہے ... ہمیں اپنا کام تو کرنا ہوگا ... آخر وہ کون ہے... جو آپ کو قتل کرنا چاہتا ہے... دیکھیں نا ... اس گھر سے ایک لاش ملی ہے... اس نے آپ پر فائر کرنا چاہا تھا... لیکن اس سے پہلے ... ارے ..."

انسپکٹر جمشید حیران ہو کر اکرام کی طرف پلٹے:

☆☆☆☆☆

پیلی کوٹھی

ے کہاں سے آٹپکا ... درمیان میں۔'' فاروق نے بوکھلانے
''
کی ایکٹنگ تول کہاں ہے اکرام ... جس سے مقتول نے غابا پر
'' اس پر سے انگلیوں کے نشانات اٹھائے ہوں گے۔''
فائر کیا تھا فاروق کی طرف دھیان دیے بغیر کہا۔
انسپکٹر جمشید قت یہ گرا ہے ... اس وقت اس کے ہاتھ میں تھا
'' سر غابا نے بُرا سا منہ بنایا ... کیونکہ انہیں انسپکٹر جمشید کے ... اس
کے نیچے ہا انداز پسند نہیں آیا تھا ... حالانکہ اس وقت بُرا سا منہ
سوالات کر نہیں بنتی تھی کیونکہ انسپکٹر جمشید نے یہ سوال براہ راست
بنانے کی کا تھا۔
اکرام سے یہاں ہے سر ... ہمارے پاس ...'' فارنسک ٹیم کے ایک
'' کے کانوں سے ٹکرائی۔
رکن کی آو

'' اوہ ...''

'' سر یہ ہمیں لاش کے نیچے دبا ہوا ملا تھا ... میں نے اسے کلپ سے اٹھا کر اس پلاسٹک کی تھیلی میں رکھ لیا تھا ...''

'' فنگر پرنٹ اٹھائے اس پر سے ...'' اکرام نے اسے گھورا۔

'' نہیں سر! میں نے سوچا لیبارٹری جا کر یہ کام کرلوں گا۔''

'' کیوں؟ ... فنگر پرنٹ کٹ ساتھ نہیں ہے کیا ...''

'' ہے سر ...''

'' جتنی جلد ممکن ہو فنگر پرنٹ لے لیا کرو ... اسی لیے تو محکمے نے یہ جدید ترین فنگر پرنٹ کٹ لے کر دی ہیں ... اور تم لوگ ہو کہ اس کو استعمال کرنے میں کاہلی برتتے ہو۔'' اکرام نے اسے ہلکی پھلکی ڈانٹ پلا دی۔

'' جی ... سر۔'' اس نے گھبرا کر کہا۔

فنگر پرنٹس کے عملے نے پستول پر سے اور پھر اپنے طریقے کے مطابق مقتول کی انگلیوں کے نشانات بھی لے لیے ...

پستول پر سے نشانات اٹھا کر ان سے ملایا گیا ...

ہر طرح سے مطمئن ہونے کے بعد اکرام نے اعلان کیا:

'' پستول پر مقتول کی ہی انگلیوں کے نشانات ہیں۔''

'' ہوں ... اب سوال یہ ہے کہ یہ کیوں سرغابا کو قتل کرنا چاہتا تھا ... اس کیوں کا جواب ہمیں معلوم کرنا ہے اور اس کا بھی کہ یہ کون ہے ... محمود ، فاروق ، فرزانہ ... کیوں نہ تم ذرا دلاور نوری صاحب سے مل آؤ ... اور ہاں! ایک اہم سوال اور ... آخر وہ کون شخص ہے جس نے سرغابا کو گمنام فون کیا تھا کہ کوئی انہیں ہلاک کرنا چاہتا ہے ... اسے ضرور ساری بات معلوم ہے ... ہمیں اس شخص کو بھی تلاش کرنا ہے ، فی الحال تم دلاور نوری سے ملاقات کر آؤ ۔''

'' بہت بہتر ... ''

سرغابا ... دلاور نوری صاحب کا پتا انہیں لکھوا دیں۔''

'' وہ نون روڈ پر رہتے ہیں ... ان کی کوٹھی پیلی کوٹھی کے نام سے مشہور ہے ... جس سے بھی پوچھیں گے ، بتا دے گا ... لیکن مناسب رہے گا کہ میں ان کی آمد کی اطلاع انہیں کر دوں ... کیونکہ جس طرح کے حالات سے وہ ابھی دوچار رہے ہیں ... مین ممکن ہے کہ ان کو اندر ہی نہ آنے دیں۔''

'' ٹھیک ہے ... بتا دیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے

'' بہت اچھا ... آؤ بھی چلیں ۔'' محمود نے کہا۔

O

کمرے سے باہر نکلے تو انہوں نے دیکھا کہ گھر کے دیگر افراد بھی باہر جمع ہیں لیکن اکرام کے ماتحتوں نے انہیں اندر داخل ہونے کی اجازت نہیں دی ہے ... سب بے حد بے چین نظر آرہے تھے ... ان میں سرغابا کی بھتیجی بھی تھی ... انہوں نے محسوس کیا کہ وہ ان سے نظریں نہیں ملا رہی تھی بلکہ باقاعدہ نظریں چرانا کہا جائے تو بہتر ہوگا ... عظیم بہادر بھی ایک طرف کھڑا لرز رہا تھا ... اسی وقت اندر سے اکرام باہر نکلا اور اس نے عظیم بہادر کا نام لے کر آواز دی ... شاید اسے پوچھ گچھ کیلئے انسپکٹر جمشید نے اندر بلوایا تھا ... کانپتی ٹانگوں کے ساتھ بیچارہ عظیم بہادر لڑکھڑاتا ہوا اکرام کی طرف بڑھا ... اور اکرام اس کا بازو تھام کر کمرے کے اندر لے گیا۔

چمکیلی لیکن ٹھنڈی دھوپ یقینی طور پر خوشگوار محسوس ہوتی اگر ایک عدد لاش سے صبح سویرے ان کا واسطہ نہ پڑ گیا ہوتا ...

وہ طویل برآمدے اور کمپاؤنڈ سے گزرتے ہوئے باہر پہنچے ... اسی وقت فاروق کی نظر گھڑی پر پڑی ... سوا نو بج رہے تھے۔

اپنی کار محمود نے وہیں چھوڑ دی ... فرزانہ والی کار اسٹارٹ کر کے وہ مین روڈ پر آئے ... ہڑتال کی وجہ سے ٹریفک معمول سے قدرے کم تھی ... لیکن حلوہ پوری کے ناشتے کی دکانیں ہڑتال کے باوجود کھلی

ہوئی تھیں ... گویا انہیں ایک طرح کا خصوصی اجازت نامہ حاصل تھا ... اور کیوں نہ ہوتا ... ناشتہ تو ہڑتال کروانے اور توڑ پھوڑ کرنے والے کرائے کے غنڈوں کو بھی کرنا ہوتا ہے۔

ناشتہ تو خیر ان تینوں نے بھی نہیں کیا تھا ... موقع سے فائدہ اٹھا کر بلکہ فاروق کی ضد سے مجبور ہوکر انہوں نے بھی حلوہ پوری سے انصاف کرنے کی ٹھانی ...

فاروق کا کہنا تھا کہ پیٹ خالی ہو تو انسان کی بینائی کمزور پڑ جاتی ہے اور کمزور بینائی کی حالت میں کار ڈرائیو کرنا خطرے سے خالی نہیں ہوتا۔

گرما گرم حلوہ پوری اور چٹپٹی چنے کی دال اور آلو کی بھجیا سے پیٹ بھرنے کے بعد اب وہ دلاور نوری کے گھر کی طرف روانہ ہوئے۔ انہیں نون روڈ تک پہنچنے اور پہلی کوٹھی تلاش کرنے میں زیادہ دیر نہیں لگی۔ فٹ پاتھ کے ساتھ کار پارک کرکے وہ اترے۔ گیٹ پر پہنچ کر فاروق نے گھنٹی کے بٹن پر ہاتھ رکھا۔

گھنٹی کے جواب میں ایک ملازم باہر نکلا:

''جی فرمائیے!''

''دلاور نوری صاحب سے ملنا ہے۔''

''آپ کے نام ...''

''محمود، فاروق، فرزانہ ...''

''اوہ اچھا! آپ کے بارے میں نوری صاحب کو فون مل چکا ... صاحب آپ کا انتظار کر رہے ہیں... آئیے۔''

وہ اس کے پیچھے چلتے ایک بڑے کمرے میں آئے ... ایک بڑے بیڈ پر دلاور نوری گاؤ تکیے سے ٹیک لگائے بیٹھے تھے ... انہیں اندر داخل ہوتے دیکھ کر سیدھے ہوگئے ...

وہ بھاری بھر کم جسم کے آدمی تھے:

''تو آپ ہیں محمود، فاروق اور فرزانہ۔''

''جی ... جی ہاں! ہیں تو ہم ہی۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

دلاور نوری مسکرا دیے... ان کے چہرے پر اب تک تکلیف کے آثار تھے ... انہوں نے تینوں کو اپنے سامنے رکھے صوفوں پر بیٹھنے کا اشارہ کیا:

''بھئی آپ لوگ تو بہت کم عمر ہیں ... میں تو سمجھا تھا کہ کم از کم یونیورسٹی میں تو پڑھتے ہی ہوں گے ...''

''کہاں جناب! ہم تو ابھی تک اسکولوں میں ہی ہیں ... اور اسی لئے تو آج آپ کے سامنے بیٹھے ہیں کہ ہڑتال کی وجہ سے

اسکول بند ہیں۔'' فاروق مسمی صورت بنا کر بولا۔

'' ویسے آج کا یہ واقعہ بہت عجیب ہے ... اس میں زیادہ عجیب بات یہ ہے کہ مجرموں کو یہ بات کیسے معلوم ہوگئی کہ آپ سر غابا کے قریبی دوست ہیں۔'' فرزانہ بولی۔

'' خیر ... اس پر تو مجھے کوئی حیرت نہیں ہے ... ایسی باتیں معلوم کرلینا کوئی بڑی بات نہیں۔''

'' ہوں ... خیر ... اب آپ ذرا تفصیل سنا دیں۔''

''بس تفصیل کیا ... میں غابا کو بتا ہی چکا ہوں۔'' وہ بولے۔

'' ہم جاننا چاہتے ہیں ... وہ اندر کیسے داخل ہوئے تھے۔''

'' باقاعدہ گھنٹی بجا کر ... انہوں نے یہاں سر غابا کا حوالہ دیا تھا۔ گارڈ نے بتایا تھا ... انہیں سر غابا نے بھیجا ہے۔''

'' اور آپ نے ان سے تصدیق نہیں کی۔''

''نہیں ... ایسا عام طور پر ہوتا رہتا ہے ... کسی کی میں ان سے سفارش کر دیتا ہوں ... کسی کی وہ مجھ سے ... آخر دوست جو ہوئے ... ایک بڑے سرکاری عہدے پر ہیں ... تو ادھر میں بھی ایک صنعتکار ... یعنی نوری ٹیکسٹائل مل اور نوری گروپ آف کمپنیز کا مالک ہوں۔''

'' اوہ اچھا ... نوری مل آپ کی ہے۔'' محمود چونکا ... کپڑے کی

یہ مل بہت مشہور تھی۔

'' جی ہاں! اللہ کی مہربانی سے۔'' وہ بولے۔

'' اچھا تو ... سر غابا کا حوالہ سن کر آپ نے ان چاروں کو اندر آنے کی اجازت دے دی۔''

'' ہاں بالکل ... لیکن انہوں نے میرے کمرے میں آتے ہی مجھ پر اور باقی افراد پر پستول تان لیے ... اور وہ خط لکھوایا ... پھر ان میں سے ایک وہ خط لے کر چلا گیا۔ وہ وہاں پہنچا ... تو اپنے ساتھیوں کو فون کر دیا کہ اپنے مقصد میں کامیاب ہوگیا ہے یعنی شاید سر غابا کے کمرے کا دروازہ کھول چکا ہے یا ایسا ہی کچھ کہا ہوگا اس نے اپنے ساتھیوں سے ... ادھر ان کا فون آنے کے بعد انہوں نے اچانک میری ناک پر رومال رکھ دیا اور میں بے ہوش ہوگیا ... بس پھر اس کے بعد وہ چلے گئے ... یہ آخری بات مجھے ملازموں نے بتائی۔'' یہاں تک کہہ کر دلاور نوری خاموش ہوگئے۔

'' بہت خوب! کافی ہوشیاری دکھائی ان لوگوں نے ... مطلب یہ کہ آپ کے خط کے ذریعے اپنا آدمی آسانی سے وہاں بھیج دیا ... اب یہ اور بات ہے کہ وہ جا کر خود مارا گیا ...''

'' یہ سب اللہ کے کام ہیں۔'' نوری صاحب بولے۔

"مہربانی فرما کر ان تینوں کے حلیے بتا دیں۔" محمود نے کہا۔
"اوہ اچھا... وہ تینوں لمبے تڑنگے ... لیکن پتلے دبلے تھے...
چوتھا بھی دبلا پتلا تھا... اس کی لاش کو تو آپ دیکھ ہی چکے ہوں گے۔"
"اور ان کے ناک نقشے بتائیں۔" محمود نے بے چینی کے عالم
میں کہا۔

"ان میں سے ایک کا چہرہ بہت لمبوترا تھا، ناک بھی بہت لمبی
تھی، پیشانی چوڑی اور آنکھیں بھوری تھیں، رنگ زردی مائل تھا جیسے
برسوں کا بیمار ہو ... دوسرے کا چہرہ اتنا گول تھا جیسے اُلو کا ہوتا ہے،
آنکھیں بھی گول تھیں، رنگ سیاہ تھا، پیشانی بہت تنگ تھی، اور ناک
موٹی تھی ... رہ گیا تیسرا، اس کا چہرہ گول تھا، ناک بالکل بیٹھی ہوئی،
پیشانی ابھری ہوئی تھی، آنکھیں اندر کو دھنسی ہوئی اور نیلی تھیں۔"
انہوں نے بتایا۔

"آپ نے کافی تفصیل سے حلیے بتائے ... شکریہ۔" محمود نے کہا۔
اس نے یہ ساری تفصیل اپنی نوٹ بک میں لکھ لی تھی۔
"اور جسے آپ کا خط دے کر بھیجا گیا ... اس کا ناک نقشہ؟"
اچانک فرزانہ نے کہا۔
"اسے تو آپ دیکھ ہی چکے ہیں۔"

"جی نہیں۔" فرزانہ نے عجیب سے لہجے میں کہا۔
"کیا ... کہا ... جی نہیں ... میں سمجھا نہیں۔" دلاور نوری حیران ہو
کر بولے۔
"اس بات کا بھی تو امکان ہے کہ سرغابا کے پاس ان کا کوئی
اور ساتھی گیا ہو ... جو ان چاروں میں سے نہ رہا ہو۔"
"اوہو ... خط لے کر تو وہی گیا تھا۔" انہوں نے بُرا سا منہ بنایا۔
"اس کے باوجود یہ ضروری ہے۔"
"حیرت ہے ... کمال ہے ... اس کی کیا ضرورت ہے بھلا ...
خیر مجھے کیا ... لکھ لیں اس کا بھی حلیہ ... اس کا قد بھی لمبا تھا ... وہ بھی
دبلا پتلا تھا، البتہ ناک پھیلی ہوئی سی تھی، پیشانی بہت تنگ تھی، اس کے
سر کے بال گھنگریالے تھے ... بس یا کچھ اور۔"
"یہ حلیہ بھی بہت کافی ہے ... لیکن اگر آپ کوئی اور بات بتا سکتے
ہیں تو بتا دیں۔"
"وہ چلتے وقت قدرے لنگڑاتا تھا۔"
"ہاں! یہ ایک اہم بات معلوم ہوئی ... اب ہم آپ کی اطلاع
کے لیے عرض کر دیتے ہیں کہ وہ شخص میک اپ میں تھا ... ماہرین نے
اس کا میک اپ اتار دیا ہے ... اور میک اپ اترنے کے بعد اس کا جو

چہرہ نظر آیا ہے... ہم وہ آپ کو دکھا دیتے ہیں۔"

یہ کہہ کر محمود نے اپنے موبائل میں اس کی تصویر انہیں دکھائی۔ وہ چند سیکنڈ تک اس چہرے کو غور سے دیکھتے رہے، آخر بولے:

"میں نے اس شکل صورت کے آدمی کو کبھی نہیں دیکھا۔"

"اچھی بات ہے... ہم سمجھ گئے... آپ سے تو بس ان لوگوں نے سفارشی خط لکھوانے کا کام کیا ہے... ورنہ وہ شخص اندر داخل نہیں ہوسکتا تھا۔" محمود نے کہا۔

"اب یہ اور بات ہے کہ آپ کے خط کو استعمال کرنے کی نوبت ہی نہیں آئی... کیونکہ سر غابا کا ذہن اس قدر الجھا ہوا تھا کہ جب ان کے ملازم نے آپ کا نام لے کر ان سے کہا کہ آپ کے حوالہ دے کر کوئی شخص ملنا چاہتا ہے تو انہوں نے ملازم کی بات غور سے سنی ہی نہیں اور وہ یہ سمجھے کہ آپ خود ہی ملنے آئے ہیں... لہٰذا نہ انہوں نے خط مانگا اور نہ ہی اس نے دیا۔" فاروق کہتا چلا گیا۔

"اوہ۔" دلاور نوری کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

"آپ کا بہت بہت شکریہ..." فرزانہ یہ کہتے ہوئے اپنی جگہ سے اٹھ کھڑی ہوئی... اس کو دیکھ کر محمود اور فاروق بھی کھڑے ہوگئے۔

"اچھی بات ہے... لیکن جب تک یہ معاملہ حل نہیں ہوجاتا،

الجھن ہی رہے گی۔" دلاور نوری تھکے تھکے انداز میں بولے۔

"ہاں! یہ تو ہے... لیکن مجبوری ہے... ہم کر ہی کیا سکتے ہیں، اتنا ہے کہ بظاہر آپ کا اس معاملے سے کوئی تعلق نہیں نظر آرہا ہے... لہٰذا پریشان نہ ہوں۔" محمود کے الفاظ سن کر وہ مسکرا دیے... پھر بولے:

"کیسے الجھن محسوس نہ کروں... سر غابا آخر میرے دوست ہیں۔"

"لیکن اس معاملے میں ان پر تو کوئی الزام نہیں ہے۔"

"الزام نہیں ہے... لیکن ان کے ہاتھوں ایک انسان مارا گیا ہے... یہ ٹھیک ہے... وہ خطا کار تھا... ان پر فائر کرنا چاہتا تھا... اور اس سے پہلے انہوں نے اپنے دفاع میں اس پر فائر کردیا... لیکن آخر کو تو ایک انسان مارا گیا ہے نا۔"

"یہ بات تو ٹھیک ہے..." تینوں ایک ساتھ بولے۔

اور پھر وہ اٹھ کھڑے ہوگئے... اب وہاں ٹھہرنے کا کوئی جواز ہی نہیں رہ گیا تھا... جو انہیں معلوم کرنا تھا، وہ کر چکے تھے۔

پھر جونہی وہ کمرے کے دروازے کی طرف مڑے... فرزانہ زور سے اچھلی... اس کی آنکھوں میں بلا کی حیرت نظر آئی:

☆☆☆☆☆

خون کا دھبہ

"اب کیا ہوا؟" محمود نے بُرا سا منہ بنایا۔

"ایک چیز نظر آئی ہے۔" فرزانہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"اب جب کہ وہ نظر آگئی ہے تو ہمیں بھی دکھا دو۔"

"ہاں! کیوں نہیں ... یہ دیکھو ... دیوار کے بالکل ساتھ فرش پر کیا ہے۔"

محمود اور فاروق جلدی سے دیوار کے نزدیک پہنچے اور اس چیز پر جھک گئے ... انہوں نے دیکھا ... وہ خون کا ایک دھبہ تھا ... وہ خون خشک ہو چکا تھا:

"خون کا دھبہ!" ان دونوں کے منہ سے نکلا۔

"ہاں! اور یہ دلاور نوری صاحب بتائیں گے ... ان کے کمرے میں خون کے اس دھبے کا کیا کام۔"

"خون کا دھبہ؟" دلاور نوری بوکھلا کر بولے۔

"جی ہاں! وہ تینوں حملہ آور جب یہاں آئے تو آپ کے بیان کے مطابق آپ نے تو خاموشی سے وہ خط لکھ دیا تھا ... ان سے کوئی لڑائی جھگڑا بھی ہوا نہیں تھا ... تب پھر آپ کے کمرے کے فرش پر دھبہ کہاں سے آگیا۔"

"مجھے خود معلوم نہیں ... ہوسکتا ہے ... صفائی کرنے والے یا کسی دوسرے ملازم کی انگلی وغیرہ زخمی ہوگئی ہو۔"

"تب پھر اپنے ملازمین کو یہاں بلا لیں۔" محمود نے سرد اور خشک لہجے میں کہا۔

"آخر اس کی کیا ضرورت ہے۔"

"ضرورت ہے ... آپ ملازمین کو بلا لیں۔"

"اچھی بات ہے۔"

انہوں نے گھنٹی بجائی ... جلد ہی ایک ملازم اندر داخل ہوا ... اسے دیکھتے ہی دلاور نوری بولے:

"تم باقی ملازمین کو بھی بلا کر لے آؤ ... ذرا جلدی ... اور تم بھی ساتھ ہی آنا۔"

پانچ منٹ کے اندر اندر ہی کمرے میں ایک کے بعد ایک چار آدمی داخل ہوئے ... ان میں وہ بھی تھا جو ان باقی تین کو بلانے گیا تھا:

"تم میں سے کسی کی انگلی یا جسم کا کوئی اور حصہ یہاں اس کمرے میں زخمی ہوا تھا۔" دلاور نوری نے باری باری سب کی طرف دیکھتے ہوئے سوال کیا ... اس دوران محمود، فاروق، فرزانہ ان کے چہرے کے اتار چڑھاؤ کا بغور جائزہ لے رہے تھے۔

"جی ... بالکل نہیں۔" سب نے نفی میں سر ہلائے ... بلکہ ساتھ ہی اپنے ہاتھوں پیروں پر غیر ارادی طور پر نظر بھی دوڑائی ... بظاہر بھی کسی کے جسم کے ظاہری حصوں پر کسی چوٹ یا زخم کا نشان نہیں تھا:

"ہوں ... یہ کیا کیا کام کرتے ہیں۔" فرزانہ نے پوچھا۔

"ان میں سے ایک مالی ہے، دوسرا باورچی، تیسرا صفائی کرنے والا اور چوتھا گارڈ۔"

"صفائی کرنے والے سے ہم کچھ پوچھنا چاہتے ہیں ... لیکن کسی الگ جگہ۔" محمود کی اس بات پر فاروق اور فرزانہ نے بھی چونک کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ اسے اس کے کمرے میں لے جائیں۔" دلاور نوری نے انہیں مشورہ دیا۔

"شکریہ! ... ویسے آپ میں سے صفائی کون کرتا ہے۔"

"جی میں۔" ایک نے سینے پر ہاتھ رکھ کر کہا۔

"آپ اس کمرے کی صفائی کس وقت کرتے ہیں۔"

"صاحب جی جب صبح اٹھ کر کمرے سے نکل جاتے ہیں، اس وقت کرتا ہوں۔"

"آپ نے آج صبح صفائی کی تھی۔"

"جی ہاں! بالکل۔"

"ادھر دیکھیے ... یہ کیا ہے۔"

کمرے کا فرش چمکدار پالش ہوئے ٹائلوں سے بنا ہوا تھا ... وہ اس دھبے پر جھک گیا، سیدھا ہو کر بولا:

"میں نے یہ آج صبح یہاں نہیں دیکھا ... ورنہ صاف کر دیتا ..."

"مطلب یہ کہ آج صبح یہ دھبہ یہاں تھا یا نہیں ... اس بارے میں آپ یقین سے کچھ نہیں کہہ سکتے۔"

"میں یقین سے کہہ سکتا ہوں ... یہ دھبہ آج صبح جب میں نے صفائی کی، یہاں نہیں تھا ... میں بہت باریک بینی سے صفائی کرتا ہوں۔"

"خوب! اب آپ بتائیں ... نوری صاحب ... صبح صفائی سے پہلے دھبہ یہاں نہیں تھا... اس کے بعد کہاں سے آ گیا۔"

"مجھے نہیں معلوم ... میں اتنے غور سے ان چیزوں کو نہیں دیکھا کرتا ... یہ کبھی بھی میری عادت نہیں رہی ... لیکن آخر اس دھبے ° ایسی

کیا خاص بات ہے۔"

"یہ انسانی خون کا دھبہ ہے ... اور اگر یہاں کوئی زخمی نہیں ہوا، تو پھر یہ یہاں کیسے آگیا ... عام حالات میں یہ عام سی بات ہے ... لیکن خاص حالات میں بہت ہی خاص توجہ کی حقدار۔"

"ہوں ... بات ہے تو واقعی عجیب ..."

"اسی لیے میں نے پوچھا تھا ... ان تینوں حملہ آوروں میں سے کوئی زخمی نہیں ہوا تھا۔"

"میں نے تو محسوس نہیں کیا ... اور نہ ہی ان میں کسی کے چہرے یا رویے سے تکلیف کا اظہار ہو رہا تھا۔"

"آپ کا نام کیا ہے۔" محمود صفائی والے کی طرف مڑا۔

"جی ... جمیل۔"

"جی جمیل ... یا صرف جمیل۔" فاروق مسکرایا۔

"صرف جمیل۔" وہ جھینپ گیا۔

"آپ ہمارے ساتھ آئیں۔"

"یہ سن کر اس نے دلاور نوری کی طرف دیکھا جیسے پوچھ رہا ہو، ان کے ساتھ جاؤں یا نہ جاؤں۔"

"جاؤ بھئی جاؤ ... ان سے پورا تعاون کرو ... آخر یہ ہماری مدد

کرنے یہاں آئے ہیں۔"

اب وہ اسے اس کے سرونٹ کوارٹر میں لے آئے ... یہاں ایک پلنگ بچھا تھا جس پر شاید چادر کے نیچے روئی کا گدا پڑا تھا ... اور کوئی خاص سازو سامان نہیں تھا ... کمرے میں ایک ناگوار سی بدبو تھی ... جیسی عام طور پر کمرے میں صاف ہوا کا گزر نہ ہونے یہاں پرانے کپڑوں کے ڈھیر میں سے آتی ہے ... کھونٹی پر چند کپڑے ضرور لٹکے ہوئے تھے:

"آپ نے اپنا نام جمیل بتایا ... یہی نا۔" محمود نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

"جی۔" وہ بولا۔

"آج صبح اس کوٹھی میں کیا ہوا تھا۔"

"کیا مطلب ... کیا ہوا تھا۔" اس نے گھبرا کر کہا۔

"آپ کا مطلب ہے ... یہاں کچھ نہیں ہوا؟" فاروق نے چونک کر کہا۔

"یہ میں نے کب کہا کچھ نہیں ہوا ... یہاں چار آدمی آئے تھے ... وہ ملاقات کے بہانے آئے تھے ... انہوں نے سرغابا کا نام لیا تھا ... لہٰذا چوکیدار نے انہیں اندر بھجوا دیا۔ پھر جب وہ صاحب جی کے کمرے میں چلے گئے تو وہاں انہوں نے ان پر پستول تان لیے ... اور ایک خط

لکھوایا۔"

"یہ باتیں آپ کو کس نے بتائیں۔"

"صاحب جی نے۔"

"آپ نے ان چاروں کو دیکھا تھا۔"

"ہاں جی ... بالکل دیکھا۔"

"خوب ... ان کے حلیے کیا تھے۔"

"میں نے اتنے غور سے تو نہیں دیکھا تھا ... اور پھر انہیں دیکھنے کے لیے اتنا وقت بھی تو نہیں ملا تھا ... ادھر وہ اندر آئے ... ادھر وہ صاحب جی کے کمرے میں چلے گئے ..."

"اچھی بات ہے ... اب ان صاحب کو بلا کر لے آئیں جو مالی کا کام کرتے ہیں ... فاروق تم جمیل کے ساتھ جاؤ ... انہیں واپس بھی اپنے ساتھ لیتے آنا۔" فرزانہ نے جلدی جلدی کہا۔

"کہہ تو اس طرح رہی ہو جیسے مجھ پر افسر لگی ہو۔"

"ہاں تو کیا ہوا ... ایک قتل ہوا ہے اور ہم اس کی تفتیش کر رہے ہیں ... اچھا چلو تو یوں کہہ دیتی ہوں ... بڑے بھائی جان ... اگر آپ کو ناگوار نہ گزرے تو جمیل کے ساتھ جا کر مالی کو لے آیئے۔"

"لیکن مالی کو اس بارے میں کیا معلوم ہو سکتا ہے ... اس کا

خون کے دھبے سے کیا لینا دینا۔" محمود فرزانہ کو گھورتے ہوئے بولا۔

"ہاں ... لیکن ہم اس خون کے دھبے کو پھر کس خانے میں فٹ کریں۔" فرزانہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

"بھائی جمیل! آپ جائیں ... اور مالی کو بلا کر لے آئیں ... آپ واپس اس کے ساتھ ہی آئیں گے ... اور محمود ... فاروق تو جا نہیں رہا ... ذرا تم چلے جاؤ۔"

"اچھی بات ہے یور ایکسیلنسی۔" محمود گردن جھکا کر بولا ... لیکن جانے کیلئے اپنی جگہ سے ہلا بھی نہیں ..."

یہ دیکھ کر فرزانہ تلملا اٹھی:

"میں ہی چلی جاتی ہوں ..."

"ارے میں جا رہا ہوں ... یہ لو ... جا رہا ہوں۔" فاروق نے پاؤں پٹخے اور فرزانہ اور محمود مسکرا دیے۔

ادھر فاروق نے جمیل سے کہا:

"آئیں بھی چلیں ... ویسے مالی صاحب کا کیا نام ہے۔"

"جی ... اس کا نام منیر ہے ... منیر بیگ۔"

دونوں باہر نکل گئے ... جلد ہی منیر بیگ فاروق کے ساتھ اندر آیا۔ انہوں نے اس سے بھی سوالات کیے ... اس کے جوابات بھی بالکل

جمیل جیسے تھے ... پھر باورچی اور چوکیدار کو بھی لایا گیا ... لیکن کوئی بات معلوم نہ ہوئی۔

چاروں سے ملاقات کرنے کے بعد انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا:

"یہ تو کچھ بھی نہ ہوا۔" فرزانہ مایوس کن لہجے میں بولی۔

"ہاں! کچھ تو ہونا چاہیے تھا۔" فاروق نے سر ہلایا۔

"آخر وہ خون کس کا ہے سوال تو یہ ہے ... بظاہر ان چاروں میں سے کسی کا بھی نہیں ہوسکتا ... کیونکہ یہاں کوئی لڑائی جھگڑا نہیں ہوا ... وہ چاروں آئے، انہوں نے خط لکھوایا اور پھر ان سے ایک وہ خط لے کر چلا گیا ... اور سرغابا کے ہاں جا کر ان کے ہاتھوں مارا گیا ... سوال یہ بھی ہے کہ وہ سرغابا کو کیوں ہلاک کرنا چاہتا تھا۔"

"دوسرا سوال یہ ہے سرغابا کو فون کرنے والا کون تھا ... اسے ضرور ساری بات معلوم ہے۔"

"اور تیسرا سوال ... مقتول کون ہے ... یہ اس کیس کا شاید سب سے اہم سوال ہے۔"

"اور ہم ان تینوں سوالات کے جوابات نہیں دے سکے ... لہٰذا آؤ چلیں ... اباجان ہی کچھ اندازہ لگاسکیں گے ... ایسا لگتا ہے کہ ہم

تو بس ٹامک ٹوئیاں مار رہے ہیں۔"

اب وہ پھر دلاور نوری کے کمرے میں آئے ... ان سے اجازت لی اور وہاں سے روانہ ہوکر پھر سرغابا کی کوٹھی پہنچے ... اب وہاں زیادہ چہل پہل نظر نہیں آئی ... گھر کے افراد بھی شاید اپنی طرف والے حصے میں جا چکے تھے ... عظیم بہادر نے بتایا کہ وہاں اکرام اور اس کا عملہ اپنا کام کر کے جا چکا تھا ... البتہ انسپکٹر جمشید کے بارے میں معلوم ہوا کہ وہ سرغابا کے کمرے میں ہی ہیں۔

وہ ان کے کمرے کی طرف بڑھ گئے ... دستک کے جواب میں اندر سے کہا گیا:

"آجاؤ بھئی۔"

آواز انسپکٹر جمشید کی تھی ... دستک کے انداز سے وہ سمجھ گئے تھے کہ وہ ہیں... پھر جونہی وہ اندر داخل ہوئے ... انہیں چونکنا پڑا، اندر آئی جی شیخ نثار احمد بھی موجود تھے...

"السلام علیکم ... آپ کو یہاں دیکھ کر حیرت ہوئی۔" محمود بولا۔

"وزیرِ داخلہ صاحب کا فون آیا تھا ... وہ سرغابا کے لیے بہت پریشان ہیں، ان کی حفاظت کے انتظامات کرتے ہیں ... ان پر صدر صاحب کا دباؤ ہے .. اسی لئے ان کی خواہش کے احترام میں

مجھے یہاں تک آنا پڑا ... ورنہ جمشید کے ہوتے ہوئے مجھے آنے کی ضرورت ہی نہیں تھی ... تم سناؤ ... کیا کر آئے۔''

'' ہمیں وہاں خون کے ایک دھبے نے بہت پریشان کیا۔''

''کیا کہا ... خون کا دھبہ۔'' ان سب کے منہ سے نکلا ... سر غابا بھی حیرت زدہ انداز میں ان کی طرف دیکھنے لگے۔

'' جی ہاں! خون کا دھبہ ... اگرچہ وہاں خون کے دھبے کا کوئی کام نہیں ہے۔'' محمود بولا۔

'' بھئی وضاحت کردو ... یوں بات پلے نہیں پڑے گی۔'' آئی جی صاحب نے الجھن کے عالم میں کہا۔

'' ان باتوں میں یہی بات تو بڑی ہے ... بات بے بات پلے نہیں پڑتیں۔'' فاروق نے بڑا سا منہ بنایا۔

'' اور اسے کہتے ہیں بات برائے بات۔'' فرزانہ جل گئی۔

''بس ! کر لی انہوں نے کام کی بات ۔'' انسپکٹر جمشید بھنا اٹھے۔

آئی جی صاحب مسکرا دیے ... پھر محمود بولا:

'' میں وضاحت کر دیتا ہوں ... وہاں کوئی جنگ وجدل نہیں ہوئی... چار آدمی آئے تھے ، انہوں نے ملاقات کرنے کے لیے سر غابا صاحب کا حوالہ دیا ... بس انہوں نے انہیں اندر بلا لیا ... اور اندر

آتے ہی انہوں نے فوراً ہی ان پر پستول تان دیے ... ان سے خط لکھوایا ۔ اس طرح ان میں سے ایک ملاقات کے لیے یہاں آگیا ... لیکن سر غابا صاحب کے ہاتھوں مار اگیا ... اب سوال یہ ہے کہ دلاور نوری کے کمرے کے فرش پر خون کا دھبہ کہاں سے آگیا ... گھر کا کوئی ملازم زخمی نہیں ہوا ... نہ دلاور نوری کو کوئی زخم آیا ... گھر کا کوئی فرد زخمی ہوا ہوتا تو نوری صاحب خود بتا دیتے ... یہ دھبہ ہمیں چکرائے ڈال رہا ہے۔''

'' ہوں ... یہ واقعی عجیب کیس ہے ... ابھی تک ہم یہ نہیں جان سکے ... کہ اس کے وہ تین ساتھی کون تھے ...''

'' اس سلسلے میں بھی انکل اکرام سے مدد لی جا سکتی ہے۔'' فرزانہ نے کہا۔

'' اوہ اچھا ! اس کا مطلب ہے... دلاور نوری صاحب نے ان تینوں کے حلیے بتائے ہیں۔''

'' جی ہاں!''

'' پھر تو ٹھیک ہے ... تم وہ حلیے اکرام کے لکھوا دو ... شاید ہم اس طرح ان تک پہنچ سکیں ۔''

'' تو پھر غابا صاحب! میں چلتا ہوں ... حفاظتی انتظامات پر کام

شروع ہو چکا ہے ... اور آپ کو پریشان ہونے کی ضرورت نہیں۔''
آئی جی صاحب یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے۔

''ٹھیک ہے۔'' سرغابا پھیکے پھیکے انداز میں مسکرا دیے۔

آئی جی صاحب ان سب سے ہاتھ ملا کر چلے گئے ... اب انسپکٹر جمشید نے سرغابا سے کہا:

''حیرت ہے غابا صاحب ... ابھی تک آپ کے بھائی سے ملاقات نہیں ہوئی۔''

''اس کا موبائل بدستور بند ہے ... میں خود پریشان ہوں ... وہ کہاں ہے۔'' سرغابا بولے۔

''وہ گھر کیا بتا کر گئے تھے۔''

''وہ کاروباری آدمی ہے ... کئی کئی دن گھر سے باہر رہنا اس کا معمول ہے ... لیکن اس کا موبائل کبھی آف نہیں ہوتا ... اسی بات پر حیرت ہے کہ وہ کہاں ہے ... اور اس نے رابطہ کیوں نہیں کیا۔''

''یہ بات عجیب ہے ... ان کا نام اور حلیہ کیا ہے۔''

''نام اس کا ذاکر علی غابا ہے ... قد مجھ سے کچھ نکلتا ہوا ہے ... شکل بھی مجھ سے ملتی جلتی ہے ... یہ دیکھیں ... یہ میرے موبائل میں اس کی کچھ تصویریں ہیں ... ''

انسپکٹر جمشید نے ان کے ہاتھ سے موبائل لے کر تصویر پر ایک نظر ڈالی ... چند لمحے تصویر کو دیکھتے رہے ... پھر موبائل ان تینوں کی طرف بڑھا دیا تاکہ وہ بھی تصویر کو ایک ایک نظر دیکھ لیں ... پھر سرغابا سے بولے:

''یہ آپ کے بھائی صاحب کی تصویر ہے۔''

''جی ہاں ... کیوں۔'' سرغابا نے چونک کر پوچھا۔

''نہیں ... کوئی خاص بات نہیں ...'' یہ کہہ کر وہ بھی اٹھ کھڑے ہوئے ... اور ساتھ میں محمود، فاروق، فرزانہ بھی:

''اب ہمیں بھی چلنا چاہیے ... آپ کیلئے سرکاری سیکورٹی کا انتظام کر دیا گیا ہے ... میرا مشورہ ہے کہ بلا ضرورت گھر سے باہر نہ نکلیں اور نہ ہی اجنبیوں سے ملاقات کریں۔'' انسپکٹر جمشید نے سرغابا سے کہا اور کمرے سے باہر نکل آئے ...

باہر نکلتے نکلتے فاروق نے سرغابا کے چہرے پر حیرت کے آثار دیکھے ... لیکن وہ انہیں کوئی معنی نہ پہنا سکا ... شاید سرغابا انسپکٹر جمشید کے اس طرح اچانک اٹھ جانے اور بغیر جواب کا انتظار کئے اچانک دروازے کی طرف بڑھ جانے پر حیران تھا یا کچھ اور ...

☆☆☆☆☆

چہرہ

باہر نکل کر انسپکٹر جمشید اپنی جیپ میں بیٹھ گئے اور وہ تینوں اس کار میں جس میں فرزانہ یہاں تک آئی تھی ... فی الحال دونوں گاڑیوں کی منزل محکمہ سراغرسانی کی عمارت تھی ...

جیپ میں بیٹھنے سے پہلے انسپکٹر جمشید انہیں اس بارے میں ہدایت دے چکے تھے۔ بیس منٹ بعد دونوں گاڑیاں آگے پیچھے محکمے کے گیٹ میں داخل ہوئیں ...

انسپکٹر جمشید کی جیپ پر ہوٹر لگا ہوا تھا ... اس لئے انہیں ہڑتال کے باوجود کسی نے ان کا راستہ روکنے اور پریشان کرنے کی کوشش نہیں کی ... راستے میں جگہ جگہ ٹائر جل رہے تھے ... اور کہیں کہیں گزرنے والی اکا دکا گاڑیوں پر پتھراؤ کا سلسلہ بھی جاری تھا ... لیکن پولیس کی جیپ دیکھ کر ہنگامہ آرائی کرنے والے سڑک سے ہٹ کر اطراف کی گلیوں میں دوڑ لگا دیتے تھے۔

اندر آکر انہوں نے سیدھے فارنسک لیبارٹری کا رخ کیا ... وہاں اکرام بھی موجود تھا اور لاش کے چہرے کی کاسٹنگ کے عمل کی نگرانی کر رہا تھا ... وہ واپس آکر انسپکٹر جمشید کے دفتر میں کرسیوں پر براجمان ہوگئے ... اور واردات پر نئے سرے سے غور کرنے لگے ... ساتھ ہی ساتھ ان کی نوک جھونک بھی جاری رہی:

'' چلو ایک فہرست بناتے ہیں کہ ہمیں اس کیس میں کس طرح آگے بڑھنا ہے۔'' فرزانہ نے سنجیدگی سے کہا ... لیکن اس دوران اس کے چہرے پر سنجیدگی کے ایسے آثار نمودار ہوگئے کہ محمود اور فاروق مسکرائے بغیر رہ نہ سکے۔

'' کیوں ... کیا یہاں کاغذ پنسل نہیں ملے گا ...'' فاروق کے منہ سے نکلا۔

'' کیوں فضل بابا ... اس دفتر میں لکھنے کیلئے کاغذ اور پنسل تو مل جاتی ہے نا ...'' محمود نے فضل بابا سے کہا جو اسی وقت ان کے لئے چائے کی ٹرے اٹھائے کمرے میں داخل ہوئے تھے۔

فضل بابا نے حیران ہو کر محمود کی طرف دیکھا اور بولے:

'' کیوں نہیں بیٹا ... ابھی لاکر دیتا ہوں۔''

'' یہ تم لوگ کیا باتیں کر رہے ہو ...'' فرزانہ جھنجھلا کر بولی۔

'' ہائیں ... ابھی تم نے ہی تو کہا تھا کہ ... چلو فہرست بناتے ہیں ... تو میں نے اور محمود نے سوچا کہ فہرست بنانے کیلئے کہیں چلنے کی ضرورت ہے جب یہاں فہرست بنانے کیلئے کاغذ پنسل مل سکتا ہے ...''

'' توبہ ہے ... حد ہوگئی ... تم لوگ تو زبان پکڑ لیتے ہو۔'' فرزانہ برا سا منہ بنا کر بولی۔

'' یہ لو بیٹا ...'' فضل بابا نے دراز سے دونوں چیزیں نکال کر ان کے سامنے رکھ دیں۔

'' لو دیکھو ... یہ رہا کاغذ اور یہ رہی پنسل ... تم یونہی پریشان ہوئی جا رہی تھیں ... دیکھا یہیں کام ہو گیا ... کہیں اور جانے کی ضرورت ہی نہیں پیش آئی ...'' فاروق کے چہرے پر شریر بچوں والی مسکراہٹ تھی۔

'' باتیں ہی بگھارتے رہو گے یا کچھ کام بھی کرو گے۔'' فرزانہ تلملا کر بولی۔

'' ہاں ... جیسے ابھی تک سارا کام تم ہی نے تو ...''

اسی وقت انسپکٹر جمشید کمرے میں داخل ہوئے اور ان کی باتوں کو بریک لگ گیا۔

'' میرے خیال میں خلیل نواز سے بھی مل لینا چاہیے۔'' انسپکٹر جمشید کرسی پر بیٹھتے ہوئے بولے۔

'' جی ابا جان! ویسے اس کیس میں ہمارے سامنے چند سوال نہایت اہم ہیں ... ایک تو یہ کہ سر غابا کو فون کرنے والا نامعلوم آدمی کون تھا ... دوسرا یہ کہ عامل خلیل نواز کے ملاقاتی کارڈ کی موجودگی کیا معنی رکھتی ہے ... تیسرا یہ کہ دلاور نوری کے کمرے میں خون کا وہ دھبہ کہاں سے آگیا ...'' فرزانہ کہتی چلی گئی۔

'' ٹھیک ہے ... اور کچھ ...'' انسپکٹر جمشید کی آنکھیں سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

'' اس کے علاوہ سر غابا کے بھائی کی گمشدگی بہت پراسرار ہے ... کہیں ایسا تو نہیں کہ قاتلوں کے پیچھے سر غابا کے بھائی کا ہاتھ ہو...'' فاروق نے کہا۔

'' اس مرحلے پر ... اور اتنی ذرا سی دیر کیلئے کسی کا فون بند ہونے سے کسی شخص کو گمشدہ نہیں سمجھا جا سکتا ... ممکن ہے کہ اس کا موبائل چوری ہوگیا ہو یا وہ کہیں رکھ کر بھول گیا ہو۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' لیکن سر غابا کے بھائی کو ان کے قتل سے کیا فائدہ ہو سکتا ہے۔''

'' ان کے گھر کا ماحول اور خاص طور پر سر غابا کی بھتیجی کا رویہ دیکھ کر ایسا لگتا ہے کہ ان کے آپس کے تعلقات کچھ بگڑے ہوئے

ہیں۔'' فرزانہ نے کہا۔

'' کیا یہ عجیب بات نہیں ہے ابا جان کہ اتنا کچھ ہو جانے کے باوجود کسی نے بھائی کے گھر سے آ کر سر غابا کی خیریت تک دریافت نہیں کی ... سر غابا کچھ اکیلے سے لگے ...''

'' رہتے تو خیر ... وہ اکیلے ہی ہیں ... بیوی بچے تو ہیں نہیں ان کے ...''

'' لیکن پھر بھی ... ایسے موقعوں پر کم از کم ...''

'' ایک غلطی تم تینوں سے ہو چکی ہے ... بلکہ مجھ سے بھی۔''

'' جی کیا مطلب ... کیا غلطی ہو چکی ہے۔''

'' ہاں! دلاور نوری کے گھر سے اس خون کے دھبے کو ایسے ہی چھوڑ کر نہیں چلے جانا چاہیے تھا ... فارنسک والوں کو بلا کر اسے کھرچ کر لیبارٹری بھیج دیتے ... اس طرح معلوم ہو جاتا کہ وہ خون کس کا ہے۔''

'' اوہ! واقعی ... یہ تو بہت بڑی غلطی ہوئی ہم سے۔'' محمود نے گھبرا کر کہا۔

'' لیکن جب ہم ان سے رخصت ہونے لگے ... اس وقت تک وہ دھبہ وہاں اسی طرح موجود تھا۔''

'' اوہ! تب تو شاید وہ دھبہ ابھی تک وہاں ہو ... ایک منٹ۔''

اب انہوں نے بابا فضل کے ذریعے اکرام کو بلوا کر اس دھبے کے بارے میں بتایا ... اور بولے:

'' فارنسک لیب سے کسی کو دلاور نوری کے گھر بھیج دو .... دھبے کو کھرچ کر خون کا نمونہ لے لیں۔''

'' جی بہت بہتر۔''

سب انسپکٹر اکرام الٹے پاؤں باہر نکل گیا۔

اس دوران وہ کیس کے مختلف پہلوؤں پر بحث کرتے رہے اور ایک دوسرے سے الجھتے بھی رہے۔ کیفے ٹیریا سے سینڈوچ اور کافی منگوا کر کھاتے پیتے بھی رہے ... پھر کوئی ایک گھنٹے کے بعد اکرام کی واپسی ہوئی ... آتے ہی اس نے کہا:

'' خون کا دھبہ وہاں بدستور موجود تھا... دلاور نوری صاحب نے اسے صاف نہیں کروایا تھا... ان کا کہنا ہے کہ اسی لیے صاف نہیں کروایا تھا کہ کہیں ہم لوگ یہ خیال نہ کر لیں کہ انہوں نے ایک شہادت مٹا دی ... اب ہم نے اس دھبے کو محفوظ کر لیا ہے ... لیبارٹری میں اسے چیک کر لیا جائے گا۔''

'' چہرے کی کاسٹنگ کا کیا رہا اکرام؟''

'' وہ بھی تیار ہے ... آیئے چل کر دیکھ لیں۔''

فارنسک لیب کے اندر جانے سے پہلے ان کو ماسک اور دستانے پہننے پڑے ... ان کے لباس پر ایک نیلے رنگ کے گاؤن چڑھا دیے گئے ... وہ جانتے تھے کہ ہر لیبارٹری کے تجزیاتی حصے میں جانے کا یہ خاص اہتمام تھا ...

یہ کمرہ ہسپتالوں کے آپریشن تھیٹرز جیسا تھا ... سفید کوٹ پہنے تین لڑکیاں اور دو آدمی کچھ آلات لے کر تجربات میں مشغول تھے ... دواؤں کی مخصوص بو کمرے میں پھیلی ہوئی تھی ...

ان کے سامنے ایک آپریشن ٹیبل پر اسی شخص کی لاش رکھی تھی جو سرغابا کو قتل کرنے آیا تھا لیکن خود ہی نشانہ بن کر موت کی نیند سو گیا تھا۔ اس کا چہرہ پلاسٹک کی ایک شیٹ سے ڈھکا ہوا تھا۔

اکرام ان کے ساتھ تھا ... اس نے فارنسک لیب کی ایک ٹیکنیشن لڑکی کو اشارہ کیا کہ لاش کے چہرے پر سے پلاسٹک ہٹائے ... لڑکی آگے بڑھی اور پلاسٹک کے اس غلاف کی زپ ایک طرف سے کھسکا کر اوپر سے غلاف الٹ دیا ...

اب لاش کا چہرہ ان کے سامنے تھا ... انہیں لگا کہ ان کے سامنے پلاسٹر آف پیرس کے کسی مجسمے کا چہرہ ہے ...

چہرے کو دیکھ کر ایک لمحے کیلئے انہیں خود یہ محسوس ہوا کہ وہ پتھر

کے بت بن کر رہ گئے ہیں ... چند لمحوں تک ان کے منہ سے کوئی لفظ نہ نکل سکا ...

"یہ ... یہ ہم کیا دیکھ رہے ہیں۔" محمود کی آواز فاروق اور فرزانہ کو کہیں دور سے آتی محسوس ہوئی۔

"تصویر کی لاش ..." فرزانہ کھوئے کھوئے انداز میں بولی۔

"تصویر کی لاش ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔" فاروق بڑبڑایا ... اکرام ان تینوں کی طرف دیکھ کر مسکرایا ... شاید وہ سوچ رہا تھا کہ ان حالات میں بھی فاروق کو ناولوں کے نام سوجھ رہے ہیں۔

"سرغابا کو بلانا ہوگا ..." انسپکٹر جمشید کے انداز میں بلا کی سنجیدگی تھی ... ایک سرد اور ہڈیوں میں اتر جانے والی سنجیدگی ...

O

پھر کچھ دیر بعد توحید احمد، سرغابا کو لیے اندر داخل ہوا ... انہیں دیکھ کر انسپکٹر جمشید ان کی طرف پلٹے:

"بدقسمتی سے ... ہم آپ پر حملہ کرنے والے کی لاش شناخت کرنے میں کامیاب ہو گئے ہیں۔"

"ارے واہ ... کمال ہے ... زبردست ... لیکن آپ نے یہ کیوں کہا کہ بدقسمتی ہے۔" سرغابا کے منہ سے نکلا

'' میک اپ اترنے کے بعد جو چہرہ سامنے آیا ہے... وہ آپ کے بھائی کے چہرے سے ملتا جلتا ہے ... یہ دیکھیے۔'' انسپکٹر جمشید نے لاش کے چہرے کی طرف اشارہ کیا۔

'' کیا !!!'' سرغابا کی چیخ بہت زیادہ بلند تھی...

ان کی آنکھوں میں بے تحاشہ خوف امڈ آیا۔ وہ چلا کر بولے:

'' ن... نہیں... نہیں... یہ کیسے ممکن ہے...''

'' ہم خود آپ سے یہی پوچھنا چاہتے ہیں کہ یہ کیسے ممکن ہے... لاش کے چہرے کے مسخ شدہ حصے کی کاسٹنگ کے بعد ہم نے دیکھا کہ وہ تو دراصل آپ کے چھوٹے بھائی ہیں...۔''

'' آپ کے موبائل میں تصویر دیکھ کر مجھے یہ گمان ہوا تھا... لیکن پھر میں نے اس بات کو ناممکن سمجھ کر ذہن سے جھٹک دیا تھا... مگر اب کاسٹنگ کے بعد لاش کے چہرے اور آپ کے بھائی کی تصویر میں کوئی فرق نظر نہیں آرہا.... مجھے جو گمان گزرا تھا... وہ غلط نہیں تھا۔''

'' مطلب یہ کہ میں نے اپنے بھائی کو جان سے مار ڈالا... لیکن کیسے ... یہ کیسے ہوسکتا ہے۔'' وہ بے بسی کے انداز میں بولے، البتہ ان کی آنکھوں سے اب آنسو جاری ہو چکے تھے۔

''آپ ان کے گھر کے افراد کو بھی یہاں بلوالیں اور ان کی بیگم

کو بھی۔''

'' اچھی بات ہے...۔'' یہ کہہ کر سرغابا اٹھ کھڑے ہوئے ... ان کی چال میں شدید لڑکھڑاہٹ تھی ... اکرام انہیں سہارا دے کر باہر لے گیا... ان کے جانے کے بعد وہ کتنے ہی لمحے ساکت بیٹھے رہے۔ آخر انسپکٹر جمشید نے کہا:

'' کیس نے ایک بالکل نئی کروٹ لی ہے ... الجھن بہت بڑھ گئی ہے ... ایسا لگتا ہے کہ کسی شخص نے ذاکر علی کو سازش کے تحت سرغابا کے ہاتھوں قتل کروایا ہے۔''

'' سوال تو یہ ہے ابا جان کہ ذاکر علی خود سرغابا کو قتل کرنے کے لیے کیوں آیا؟''

'' یہ اس کیس کی سب سے عجیب بات ہے...''

'' کتنی تکلیف دہ بات ہے کہ بڑے بھائی کے ہاتھ سے چھوٹا بھائی قتل ہوگیا... لیکن ایک حملہ آور جانتے ہوئے ... سوال پھر وہی ہے کہ آخر وہ میک اپ میں سرغابا کو کیوں قتل کرنے آیا تھا۔'' فرزانہ نے گہری سوچ کے انداز میں کہا۔

'' ہاں ... اب ہم درست سمت میں سوچ رہے ہیں ...ہمیں وہ وجہ تلاش کرنی ہوگی جس نے ذاکر علی کو مجبور کیا کہ وہ اپنے بھائی کو قتل

کر دیں ... ہو سکتا ہے کہ جائیداد کا کوئی جھگڑا ہو ... یہ بھی ظاہر ہے
کہ ان کے ساتھ کچھ اور لوگ بھی شامل تھے ... ان لوگوں کے ساتھ وہ
دلاور نوری کے گھر گئے تھے ... وہاں انہوں نے تعارفی خط لیا جسے دکھا
کر وہ گھر میں داخل ہو سکے کیونکہ میک اپ میں یعنی ایک اجنبی کے
روپ میں وہ گھر میں تو داخل نہیں ہو سکتے تھے ... ان کا پروگرام یہ تھا کہ
سر غابا کو موت کے گھاٹ اتار کر خاموشی سے وہاں سے نکل آئیں گے
... اس طرح ان پر کسی کو شک نہیں گزرے گا ... کیونکہ دلاور نوری
پولیس کو چار حملہ آوروں کی کہانی سنائیں گے۔''

'' سوال یہ ہے کہ ذاکر علی اپنے بڑے بھائی کو کیوں ہلاک کرنا
چاہتے تھے۔''

'' اس سوال کا جواب سر غابا دے سکتے ہیں ... یا پھر ذاکر علی کی
بیگم ... ہمیں ان کا انتظار کرنا ہوگا۔''

'' اکرام ! سر غابا کے کمرے میں لاش کے آس پاس جو خون
ملا ہے ، اس سے دلاور نوری کے کمرے میں پائے جانے والے
خون کے دھبے کا موازنہ کرانا ہوگا ... میں دیکھنا چاہتا ہوں ... کہیں وہ
دھبہ ذاکر علی کے خون کا تو نہیں تھا ... کیونکہ دیکھنا یہ ہوگا کہ دلاور نوری
کے ہاں جو تین آدمی گئے تھے ... ان میں سے ایک ذاکر علی تھے

یا نہیں۔''

'' الجھن یہی ہے کہ ذاکر علی یہ ارادہ لے کر کیوں آئے تھے۔''

'' جی ہاں ... واقعی بہت عجیب ترین معاملہ ہے ... اب سر غابا کی
پوزیشن بھی بہت نازک ہو جائے گی ... حزب اختلاف والے ان پر طرح
طرح کے الزامات لگائیں گے۔''

'' ہاں ! خیر دیکھتے ہیں ... جونہی دھبے کی رپورٹ موصول ہو،
مجھے فون کر دینا۔''

'' آپ فکر نہ کریں سر۔'' اکرام نے جواب دیا۔

وہ پھر اپنے دفتر میں آ بیٹھے ... کچھ دیر بعد توحید احمد نے آ کر
اطلاع دی کی سر غابا ایک خاتون کے ساتھ آئے ہیں اور اکرام انہیں
تجزیہ گاہ میں لے کر گیا ہے ... وہ سمجھ گئے کہ سر غابا ذاکر علی کی بیگم یعنی
اپنی بھاوج کو لے کر آئے ہوں گے ... ایک منٹ بعد انسپکٹر جمشید کے
موبائل کی گھنٹی بجی ... دوسری طرف سر غابا تھے ... وہ روتے ہوئے کہہ
رہے تھے:

'' انسپکٹر صاحب! اب اس میں کوئی شک نہیں رہ گیا کہ یہ لاش
میرے چھوٹے بھائی ذاکر علی ہی کی ہے۔''

'' مجھے یہی ڈر تھا ... افسوس؟ '' انہوں نے کہا اور دوسری طرف

سے فون بند کر دیا گیا۔

چند لمحے تک سب لوگ سکتے کے عالم میں بیٹھے رہے:

'' ہمیں اس کیس پر نئے سرے سے غور کرنا ہوگا ... اب ذاکر علی کی بیوی اور بیٹی سے بھی تفتیش کرنی ہوگی ... ان کے کمرے کی تلاشی ... ارے ہاں ... پہلے یہ بہت ضروری ہے ... محمود ، فاروق اور فرزانہ ... ذاکر علی کے بیڈ روم اور اگر گھر میں ان کا کوئی اسٹڈی روم ہے تو اس کی بھی اچھی طرح تلاشی لو۔''

'' آپ کا مطلب ہے کہ ان کمروں میں موجود ممکنہ ثبوت اگر کوئی ہوں تو ان کو اپنی تحویل میں لے لیں۔''

'' تم تینوں کو وہاں کی خوب اچھی طرح تلاشی لینا ہے ... اور ایک ایک چیز کو غور سے دیکھنا ہے ... ان کی ایسی کوئی ڈائری مل جائے جس میں وہ اپنی آنے والے دن کی مصروفیات لکھ رکھتے ہوں یا روزانہ کی یادداشتیں ... تو کیا ہی بات ہے۔''

'' جی اچھا!'' وہ اچھل کر کھڑے ہو گئے۔

☆☆☆☆☆

ڈائری

وہ اسی وقت اپنی کار میں ایک بار پھر سر غابا کے گھر کی طرف چل دیئے ... وہاں اکرام کے ماتحت پہلے ہی موجود تھے۔ اسی لئے انہیں اندر داخل ہونے میں اس بار کوئی دشواری نہیں ہوئی ...

اکرام نے عقلمندی یہ کی تھی کہ ان کے پہنچنے سے پہلے ہی اپنے آدمیوں کو ہدایت دے دی تھی کہ سر غابا اور ذاکر علی کے کمروں میں کسی کو بھی داخل نہ ہونے دیں ...

پھر وہ تینوں ذاکر علی کے بیڈ روم کی طرف آگئے ... گھر کے ایک ملازم رشید کو انہوں نے ساتھ لے لیا تھا ... یہ سترہ اٹھارہ برس کا ایک لڑکا تھا ... چھوٹے قد اور سانولی رنگت والا ...

کمرہ خالی پڑا تھا ... گھر میں کوئی نہ تھا ... شاید سب ہی لاش کی شناخت کیلئے گئے ہوئے تھے اور ابھی تک ان کی واپسی نہیں ہوئی تھی:

'' آپ ہمارے ساتھ ٹھہریں ...'' محمود نے رشید سے کہا۔

"جی اچھا!" وہ آنکھیں گھما کر بولا۔

اور پھر انہوں نے ایک ایک چیز کی تلاشی شروع کر دی... پوری کوشش کے باوجود انہیں کوئی ڈائری نہ ملی... کوئی اور بھی ایسی چیز نہ ملی جس سے کوئی مدد ملتی...

ایسے میں انہوں نے قدموں کی آواز سنی... انہوں نے دیکھا... ذاکر علی کی بیوی اپنی بچی کے ساتھ کمرے کی طرف آ رہی تھیں... دونوں بے تحاشہ رو رہی تھیں... انہیں دیکھ کر وہ ٹھٹکیں:

"آپ لوگ اور یہاں۔" ذاکر علی کی بیٹی کے منہ سے نکلا... رو رو کر اس کی آنکھیں سوجی ہوئی تھیں...

چند گھنٹے پہلے انہوں نے جس تیز طرار اور چرب زبان لڑکی کو دیکھا تھا، یہ بیچاری تو صرف اس کا سایہ معلوم ہو رہی تھی... چہرہ اترا ہوا اور آنسوؤں سے تر تھا...

انہیں لگا کہ اس ایک جملے کو ادا کرنے کیلئے بھی اس کو اپنے جسم کی پوری طاقت زبان میں لانی پڑی ہو۔

"جی ہاں... اور اس بار تفتیش کے سلسلے میں..." فرزانہ بولی۔

"آپ کا اندازہ درست نکلا... یہاں واقعی قتل کی ایک واردات ہو گئی ہے... ہاں اس حد تک اندازہ ضرور غلط ہو گیا کہ بڑے بھائی کی

بجائے چھوٹا بھائی قتل ہوا ہے... یعنی میرے والد۔"

"جی ہاں! لیکن یہ بات اندازوں کی تو تھی ہی نہیں... ہمیں تو فون موصول ہوا تھا..." محمود نے جواب دیا۔

"ہمیں یہ یقین ہے کہ آپ کے والد کسی سازش کا شکار ہوئے ہیں... اور اس سازش کی جڑ تک پہنچنے کیلئے ہمیں ایک چیز کی تلاش ہے... سازش کی جڑ تک پہنچنے میں اس سے مدد ملے گی انشاء اللہ!" فرزانہ نے ہمدردانہ لہجے میں کہا۔

محمود اور فاروق نے حیران ہو کر فرزانہ کی طرف دیکھا کہ اس نے کس خوبصورتی سے بات بنا لی تھی... ظاہر ہے کہ ایک دکھیارے گھرانے سے وہ یہ تو نہیں کہہ سکتے تھے کہ ہم آپ کے والد کے خلاف ثبوت اکٹھے کرنے کی کوشش کر رہے ہیں۔

"اور وہ کیا؟" ذاکر علی کی بیٹی نے پوچھا۔

"ان کی ڈائری... وہ ڈائری لکھتے تھے نا۔"

"اوہ!" وہ بری طرح چونکی۔ انہوں نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا۔

"آپ چونک گئیں... کیا کوئی خاص بات..."

"ہاں... خاص بات تو ہے... وہ بہت باقاعدگی سے ڈائری لکھتے

تھے ... لیکن وہ آپ کو ایسے نہیں ملے گی ... وہ میرے پاس ہے اور میں نے بہت سنبھال کر رکھی ہوئی ہے۔'' یہ کہتے ہوئے اس کی آواز بری طرح بھرا گئی ... اور آنسو ٹپ ٹپ اس کی آنکھوں سے گرنے لگے ... شاید اسے وہ لمحہ یاد آ گیا تھا جب اس کے والد نے اسے ڈائری رکھنے کیلئے دی تھی۔

'' میرے ابا ...'' وہ بلک بلک کر رو پڑی۔

تھوڑی دیر لگی اس کی حالت کے سنبھلنے میں ... فرزانہ کا دل چاہ رہا تھا کہ وہ خود بھی اس کے ساتھ پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کر دے ... محمود اور فاروق سے بھی اس کی حالت دیکھی نہیں جا رہی تھی ... پھر کچھ دیر بعد لڑکی سر اٹھا کر لرزتی ہوئی آواز میں بولی:

'' دراصل چونکی میں اس لئے تھی کہ وہ ڈائری انہوں نے پندرہ دن پہلے ہی میرے حوالے کی تھی ... ساتھ میں کہا تھا ... اسے حفاظت سے رکھ لو ... اس کی بہت ضرورت پیش آ سکتی ہے ... سو میں نے اسے اپنے لاکر میں رکھ لیا تھا۔''

'' یہ آپ نے بہت اچھا کیا۔'' محمود نے فوراً کہا۔

'' آپ نے اب تک اپنا نام نہیں بتایا۔'' فرزانہ نے کہا۔

'' میرا نام غزالہ ذاکر علی ...''

اور پھر وہ ایک الماری کی طرف بڑھ گئی ... اپنے پرس سے چابیوں کا گچھا نکال کر وہ تالے کے سوراخ پر جھک گئی ... فوراً ہی تالا کھل گیا ... اب اس نے اندر بنائے گئے لاکر کو کھولا ... چند لمحے خالی خالی نظروں سے لاکر کے اندر ٹکٹکی باندھ کر دیکھتی رہی اور پھر اس کے منہ سے نکلا:

'' ارے یہ کیا ... ڈائری کہاں گئی، یہیں تو رکھی تھی میں نے ؟''

اس کے الفاظ سن کر وہ فوراً آگے بڑھے:

'' کیا ہوا ؟'' تینوں ایک ساتھ بولے۔

'' وہ ... وہ ڈائری یہاں نہیں ہے۔''

'' اللہ اپنا رحم فرمائے ... ممکن ہے آپ نے کہیں اور رکھی ہو ...''

'' میں نے یہیں رکھی تھی۔''

'' اگر یہیں رکھی تھی اور آپ کی یادداشت دھوکا نہیں دے رہی ... تو پھر ڈائری چوری کر لی گئی ہے ...''

'' ڈائری میں کچھ ایسی معلومات ضرور ہوں گی جو سازش کے اصل تانے بانے پر روشنی ڈال سکتی ہوں۔'' فاروق بڑبڑایا۔

'' اور ڈائری کے چوری ہو جانے سے ہمارا یہ شک یقین میں بدل رہا ہے کہ معاملہ اس سے کہیں زیادہ گہرا ہے جتنا محسوس ہو رہا تھا

... لیکن کیا کسی کو علم تھا کہ ڈائری آپ نے یہاں رکھی ہے ... ہمارا مطلب ہے کہ یہ کام تو گھر کے کسی بھیدی کا ہی ہوسکتا ہے ..."

" آپ اطمینان سے ... ٹھنڈے دل سے ایک بار اور سوچ لیں کہ ڈائری آپ نے کہیں اور تو نہیں رکھ دی ... یا پھر آپ کے والد نے خود ہی یہاں سے بعد میں نکال لی ہو ... یہ بھی ہوسکتا ہے کہ آپ کی والدہ نے ان کے کہنے پر ڈائری لاکر سے نکال لی ہو۔" محمود نے پہلی بار گفتگو میں حصہ لیا۔

غزالہ بدستور خاموش رہی ... پھر کچھ دیر بعد اس کے ہونٹ ہلے:

" یہ ممکن نہیں ہے ..." اس کی آواز اتنی ہلکی تھی کہ وہ مشکل سے ہی سن پائے۔

" ہم سمجھے نہیں ..."

" میرا مطلب ہے کہ وہ ممی سے ڈائری نکال لینے کا نہیں کہہ سکتے تھے ... کہنا ہی ہوتا تو وہ ڈائری رکھنے بھی ممی کو ہی نہ دے دیتے۔"

" کیا مطلب ..."

" مطلب نہ ہی پوچھیں تو بہتر ہے ..."

" ہم ہرگز نہ پوچھتے اگر یہ سازش کی جڑ تک پہنچنے کیلئے ضروری نہ ہوتا۔"

وہ اس کے باوجود خاموش رہی ... اور ٹکر ٹکر ان کی شکلیں دیکھتی رہی ... شاید اس ذہنی کشمکش کا شکار تھی کہ انہیں بتاؤں یا نہ بتاؤں ... پھر اس کے منہ سے نکلا:

" دراصل بات یہ ہے کہ ابا اور ممی کی بات چیت دو ماہ سے بند تھی ... ان کی آپس میں کچھ کھٹ پٹ چل رہی تھی۔" اس نے یہ جملہ نہایت ہی سرگوشی والے انداز میں ادا کیا ... شاید اس لئے کہیں کمرے کے دوسرے کونے میں بستر پر بیٹھی اس کی والدہ کے کانوں تک آواز نہ پہنچ جائے۔

" اوہ!" وہ حیران رہ گئے ... یہ ایک نئی بات سامنے آئی تھی ... کیونکہ اب یہ شبہ بھی ان کے دل میں سر اٹھا رہا تھا کہ کہیں ڈائری ذاکر علی کی بیگم یعنی غزالہ کی والدہ نے ہی غائب نہ کر ڈالی ہو۔

" لیکن مجھے یقین ہے کہ تایا جان ... اور کون ... انہوں نے ہی کوئی چکر چلایا ہوگا ... انہوں نے ہی میرے ابا کو قتل کیا ... وہی قاتل ہیں ... انہوں نے ہی ڈائری غائب کی ہوگی۔" وہ چیخ پڑی۔

" فکر نہ کریں ... ڈائری جس نے بھی غائب کی ہوگی ... وہ بچ نہیں پائے گا ... یہ ہمارا وعدہ ہے ... اللہ کی مہربانی سے ہم یہ کیس بہت جلد حل کرلیں گے۔"

'' آپ کیلئے یہ تو یہ صرف ایک کیس ہے ... اور میرے لئے
قیامت سے کم نہیں ... کتنی خواہش تھی کہ کبھی آپ لوگوں سے مل سکوں...
اخباروں اور ٹی وی میں آپ لوگوں کے کارنامے پڑھتی اور دیکھتی تھی ...
کس کو علم تھا کہ ملوں گی بھی تو ایسے حالات میں ... اس بہانے ہی ملنا
لکھا تھا تو بہتر تھا کہ قسمت میں ملنا لکھا ہی نہ ہوتا۔''

'' کیا ہم آپ کی والدہ سے بھی چند سوال کر لیں۔'' فرزانہ نے
آواز کو بلند کرتے ہوئے کہا ... شاید وہ چاہ رہی تھی کہ آواز غزالہ کی
والدہ تک پہنچ جائے۔

'' آپ دیکھ ہی رہے ہیں ... وہ کس حال میں ...''

غزالہ کے الفاظ درمیان میں رہ گئے ... اسی وقت اس کی والدہ
کی غم سے نڈھال آواز ان کے کانوں سے ٹکرائی:

'' پوچھنے دو غزالہ ان کو جو یہ پوچھنا چاہتے ہیں ... آخر یہ لوگ
ہماری مدد کرنے ہی تو آئے ہیں۔''

'' ہمیں بھی افسوس ہے ... ہم اصل معاملے کا پتا چلا کر رہیں گے
... لیکن ایسا آپ کی مدد سے ہوگا ... کیا آپ مدد کریں گی۔'' فرزانہ ان
کی طرف بڑھی اور ان کا ہاتھ اپنے ہاتھ میں تھامتے ہوئے بولی۔

'' آپ جو پوچھیں گے ، میں بتاؤں گی ... میری دنیا اندھیر ہوگئی

ہے ... اور جس نے اندھیر کی ہے ... میں چاہوں گی ... وہ جیل کی
سلاخوں کے پیچھے نظر آئے ... اور جیل سے پھانسی کے تخت تک پہنچے۔''

'' کیا اس سانحے کے پیچھے آپ کے کسی فرد کا ہاتھ ہوسکتا ہے۔''

'' ہمارے گھر میں کوئی ایسا نہیں کرسکتا ... ملازم انتہائی دیانت دار
ہیں ... اور گھر کے افراد ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے ہیں ... گھر
کا کوئی فرد بھی ایسا قدم نہیں اٹھا سکتا۔''

'' دیکھیے ... آپ کے شوہر خود ان کے بڑے بھائی سر غابا کے
ہاتھوں مارے گئے ہیں ... کہا یہ جا رہا ہے کہ وہ اس وقت میک اپ
میں تھے اور سر غابا کو قتل کرنے کے لیے آئے تھے ... جب کہ آپ کہہ
رہی ہیں کہ اس گھر کے سب لوگ ایک دوسرے سے بہت زیادہ محبت
کرتے ہیں...''

'' ہاں! یہی بات ہے ... میری سمجھ میں نہیں آرہا کہ یہ سب کیا
ہے ... وہ میک اپ میں کیوں آئے تھے ... وہ بھی چکر چلا کر ... ان کا
تو کبھی بھی کسی جرم سے تعلق نہیں رہا ... آپ ان کی مل میں جا کر
معلومات کرلیں ... یہاں آس پاس کے لوگوں سے پوچھ لیں ... سب
ایک ہی بات کہتے نظر آئیں گے ... وہ بہت نیک انسان تھے ... دوسروں
کے ہمدرد تھے ...''

’’یہ سب باتیں اپنی جگہ درست ہوں گی ... لیکن جو ہوا ہے۔ ...
ہم اسے کس طرح نظر انداز کر دیں ... کوئی عدالت اس معاملے کو کس
طرح جھٹلا دے گی بھلا ... ہم سب کے سامنے ان کے چہرے کا
میک اپ اتارا گیا ہے ... اچھا خیر آپ یہ بتائیں ... یہ آپ کے مرحوم
شوہر رات گھر پر ہی تھے۔‘‘

’’جی نہیں ... تین دن پہلے یہ کاروباری دورے پر روانہ ہوئے
تھے ... اس کے بعد تو آج ہی ہم نے انہیں دیکھا ہے ... وہ بھی اس
حالت میں ...‘‘

’’ان کے کاروباری دورے کے بارے میں کون بتائے گا۔‘‘

’’مل کے نائب منیجر رضوان فرخندی۔‘‘

’’ان کا نمبر بتائیں۔‘‘

انہوں نے رضوان فرخندی کا نمبر بتا دیا۔ محمود نے نمبر ڈائل کیا...
جلد ہی ایک کھردری سی آواز سنائی دی:

’’ہیلو ... رضوان فرخندی بات کر رہا ہوں ... فرمایئے۔‘‘

’’مہربانی فرما کر ذاکر علی صاحب کے گھر آجائیں ... آپ سے
بہت ضروری کام ہے۔‘‘

’’آپ کون بات کر رہے ہیں۔‘‘ دوسری طرف سے مارے

حیرت کے کہا گیا۔

’’میرا نام محمود ہے ... لیجیے! آپ مسز ذاکر علی سے بات کر
لیجیے۔‘‘ اس نے فون پر کہا اور فون بیگم ذاکر علی کی طرف بڑھاتے
ہوئے بولا: ’’آپ ان سے کہیں کہ یہاں آجائیں۔‘‘

’’رضوان صاحب ... آپ فوراً یہاں آجائیں ... یہاں قیامت
گزر چکی ہے۔‘‘

’’بیگم صاحبہ آپ۔‘‘

’’جی ہاں! میں، بس آپ آجائیں۔‘‘

’’میں ابھی آتا ہوں ... زیادہ سے زیادہ بیس منٹ میں۔‘‘ ادھر
سے پریشانی کے عالم میں کہا گیا۔

’’ذاکر علی صاحب مالی طور پر تو مضبوط تھے؟‘‘ محمود نے موبائل
ان کے ہاتھ سے واپس لیتے ہوئے کہا۔

’’بالکل! ان کی مل خوب چل رہی ہے... ان پر کوئی قرضہ بھی
نہیں تھا... مل بہت زبردست منافع میں جا رہی تھی۔‘‘

’’اور سر غابا کے مالی حالات۔‘‘

’’وہ تو آپ خود سوچ سکتے ہیں... صدر صاحب کے مشیر ہیں...
کتنی تنخواہ ملتی ہوگی اور سرکاری سہولتیں کس قدر ملی ہوئی ہوں گی۔‘‘

”تب پھر دونوں بھائی ایک ساتھ کیوں رہتے ہیں ... ان کی تو اپنی اپنی کوٹھی ہونی چاہیے تھی۔“

”اس کی وجہ ہے ... دونوں بھائیوں کا آپس میں بہت پیار تھا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے ... اس لیے الگ رہنا انہیں منظور نہیں تھا ... پھر یہ کوٹھی بہت بڑی ہے۔“

”کیا یہ سرکاری کوٹھی ہے۔“

”جی نہیں! دونوں کو والد کی طرف سے بے تحاشہ دولت ملی تھی ... اس سے انہوں نے یہ کوٹھی بھی بنوائی تھی، غالبا بھائی صاحب کو سرکاری رہائش بھی مل رہی تھی ... لیکن انہوں نے اس میں رہنے سے انکار کر دیا تھا ...“

”ہم حیران ہیں ... دونوں بھائی ایک دوسرے سے بہت محبت کرتے تھے ... ان میں کسی کو دوسرے کی دولت حاصل کرنے کا بھی کوئی چکر نظر نہیں آتا ... پھر آخر یہ چکر کیا ہے ...“

بیگم ذاکر علی خاموش رہی ... شاید ان پر پھر غشی طاری ہو رہی تھی۔

وہ خاموش ہو گئے ... اب انہیں منیجر کا انتظار تھا۔ ذاکر علی کے بیڈ روم سے اٹھ کر اب وہ ڈرائنگ روم میں چلے آئے تھے کیونکہ اب گھر میں ذاکر علی کی موت کی خبر سن کر رشتے دار اور دوست احباب کی

آمد شروع ہو گئی تھی ... اور بیگم ذاکر علی سے ملنے اور پُرسا دینے کیلئے خواتین بیڈ روم میں آنا چاہتی تھیں۔

اس دوران محمود نے اپنے والد کو فون کر کے پوری تفصیل بتا دی تھی اور انسپکٹر جمشید نے جواب میں کہا تھا کہ وہ خود بھی اسی طرف آ رہے ہیں بلکہ دو چار منٹ میں پہنچنے ہی والے ہیں۔ اور پھر وہ پہنچ بھی گئے ... ملازم انہیں بھی ڈرائنگ روم میں لے آیا ... وہ بھی ان تینوں کے پاس آ بیٹھے۔ آتے ہی انہوں نے فاروق سے کہا:

”تم جلدی باہر جاؤ ... رضوان فرخندی آئے تو اسے سیدھے اندر لے آنا ... خیال رہے ... اسے پتا نہ چلے کہ ذاکر علی صاحب قتل ہو چکے ہیں ... کسی سے بات نہ کرنے دینا اسے ...“

فاروق اٹھا اور تیر کی طرح باہر نکل گیا ... پھر پندرہ منٹ کے بعد اس نے اندر آ کر کہا:

”رضوان صاحب آ چکے ہیں۔“

اور پھر فاروق کے پیچھے پیچھے ایک لمبے قد کا ایک آدمی اندر داخل ہوا ... اور انسپکٹر جمشید پر نظر پڑتے ہی چونک اٹھا ...

☆☆☆☆☆

خوف

''آپ ... آپ تو انسپکٹر جمشید ہیں نا ...''

''جی ہاں!'' انسپکٹر جمشید نے اٹھ کر اس سے ہاتھ ملایا اور سامنے صوفے پر بیٹھنے کا اشارہ کیا۔

خیر تو ہے جناب ... بیگم صاحبہ نے کہا تھا کہ یہاں قیامت گزر چکی ہے ... اور میں دیکھ رہا ہوں کہ باہر بھی بہت سی گاڑیاں کھڑی ہیں ... اور کچھ خواتین مجھے روتی ہوئی بھی نظر آئی تھیں۔''

''آپ رضوان فرخندی صاحب ہیں؟'' انسپکٹر جمشید نے سوالیہ انداز میں کہا۔

''ہاں! بالکل ہوں ... لیکن یہاں ہوا کیا ہے۔''

''یہ ہم بعد میں بتائیں گے ... پہلے آپ ذاکر علی صاحب کے بارے میں بتائیں۔''

''کیوں ... کیا ان کے بارے میں آپ کو کوئی اطلاع ملی ہے۔''

''پہلے آپ بتائیے کہ آپ کا ان سے کوئی رابطہ ہے ... کیا اس وقت آپ ان سے ہماری بات کروا سکتے ہیں۔''

''ارے ... تو کیا وہ لاپتہ ہیں ...''

''پہلے آپ یہ تو بتائیے ... پھر ہم بھی آپ کو کچھ بتائیں گے۔'' انسپکٹر جمشید نے پھیکی سی مسکراہٹ کے ساتھ کہا۔

''وہ تین دن کے لیے کاروباری دورے پر گئے ہیں ... یہ ان کا معمول ہے ... ہر ماہ تین دن کے لیے جاتے ہیں ... مل سے مال خریدنے والوں سے ملتے ہیں ... ان سے کاروبار کے بارے میں بات چیت کرتے ہیں ... ان میں سے کسی کو کوئی شکایت ہو تو اس کو دور کرتے ہیں ... چنانچہ آج کل بھی دورے پر ہیں۔''

''کیا ان تین دنوں میں انہوں نے آپ سے کوئی رابطہ کیا۔''

''جی ... جی نہیں۔''

''جب وہ کاروباری دورے پر جاتے ہیں ... تو کیا اس دوران آپ سے رابطہ رکھتے ہیں۔''

''ہاں بالکل ... بار بار فون پر بات ہوتی ہے ... کاروباری ہدایات دیتے رہتے ہیں ... مثلاً کوئی شکایت ملنے پر یا کوئی آرڈر ملنے پر فوراً مجھے فون کرتے ہیں۔''

"اور ان تین دنوں میں؟" انہوں نے پوچھا۔

"ان تین دنوں میں ایسا نہیں ہوسکا اور اس پر مجھے حیرت بھی ہوئی تھی ... میں نے موبائل نمبر پر ان سے رابطہ کرنا چاہا تھا، لیکن ان کا موبائل مسلسل بند ملتا رہا۔"

"ہوں ... یہ تو بہت عجیب بات ہوگئی۔"

"اب آپ یہ بتائیں ... آپ نے کہا تھا کہ آپ بھی مجھے کچھ بتائیں گے۔"

"دراصل ذاکر علی صاحب اب اس دنیا میں نہیں ... وہ ایک حادثے کا شکار ہوگئے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے گول مول سا جواب دیا۔

"کیا!!!" اس نے چیخ کر کہا۔

انہوں نے اس کی چیخ کو خوب توجہ سے سنا تھا... یہ جملہ کہا ہی اسی لیے گیا تھا... کہ دیکھیں وہ کیا ردعمل ظاہر کرتا ہے ... اور اس کا ردعمل مصنوعی تو نہیں لیکن وہ کسی طرح کے مصنوعی پن کی جھلک محسوس نہ کرسکے۔

"جی ہاں! یہی بات ہے ... ان کی موت جس طرح ہوئی ہے ... وہ ایک حیرت انگیز کہانی ہے ... اور ابھی تک ہم خود بھی نہیں جان سکے کہ یہ کیسے ہوا اور کیوں ہوا۔"

"پہلے تو مہربانی فرما کر مجھے بتایئے ... کیسے ہوا یہ سب کچھ۔"

"اچھی بات ہے ... سنیے۔"

اور پھر انسپکٹر جمشید نے مختصر طور پر اسے بتادیا، پھر بولے:

"مہربانی فرما کر صرف اتنا بتا دیں کہ تین دن پہلے انہوں نے اپنے کاروباری دورے کی تفصیلات طے کی تھیں۔"

لیکن انہیں اس کے جواب کیلئے ایک ڈیڑھ منٹ انتظار کرنا پڑا... ذاکر علی کی موت کی خبر سن کر وہ سناٹے میں آگیا تھا:

"ہاں بالکل ... نہ صرف طے کی تھیں ... بلکہ جن جن لوگوں سے ملنا تھا، انہیں باقاعدہ تحریری اور فون پر اطلاعات دے دی گئی تھیں..."

"تب پھر کیا یہ ان میں سے کسی جگہ پہنچے۔"

"ان لوگوں سے میں نے رابطہ کیا تھا... انہوں نے یہی بتایا کہ نہیں پہنچے۔"

"تب پھر آپ نے اس بات کا نوٹس کیوں نہیں لیا... پولیس کو اطلاع کیوں نہ دی ... سر غابا کو کیوں نہ بتایا۔" انسپکٹر جمشید نے اس کی طرف غور سے دیکھتے ہوئے کہا۔

"میں ان کی تلاش میں ادھر ادھر فون کرتا رہا... اصل مسئلہ یہ ہے کہ کبھی کبھار وہ ایسے دوروں میں کاروباری مصروفیات سے فارغ ہو

کر تفریح کیلئے بھی نکل جاتے تھے ... یہ ضرور ہے کہ ایسے موقعوں پر وہ پہلے مجھے بتا دیتے تھے کہ وہ اپنا فون بند کر رہے ہیں کیونکہ وہ نہیں چاہتے تھے کہ تفریح کے دوران ان سے کوئی کاروباری بات چیت کی جائے ... لیکن ان کی ہدایت یہ تھی کہ اگر وہ کبھی بغیر اطلاع بھی اس طرح غائب ہو جائیں ... تو انہیں کم از کم تین دن تک تلاش کرنے کی کوشش نہ کی جائے ... اس کے بعد بھی ان سے رابطہ نہ ہو سکے تو پھر ضرور تلاش کرنے کی کوشش کی جائے ... یہی وجہ تھی کہ میں نے انہیں تلاش نہیں کیا ... البتہ کل سے میں یہ کام ضرور شروع کر دیتا ... لیکن آج ... اف میرے خدا ... یہ کیا ہو گیا۔''

یہاں تک کہہ کر رضوان فرخندی خاموش ہو گیا ... اس کی آنکھیں صدمے سے سرخ ہو رہی تھیں ... اس دوران انسپکٹر جمشید اور تینوں بچے ان کی طرف غور سے دیکھتے رہے تھے ... انہیں لگا کہ وہ بمشکل آنسو ضبط کرنے کی کوشش کر رہا ہے ... پھر محمود نے کہا:

'' ہمارے سامنے یہ سوال پہاڑ بن کر آ کھڑا ہوا ہے کہ وہ تین دن کہاں رہے ... اور سامنے بھی آئے تو اس صورت میں ... عجیب ترین بات یہ ہے کہ سر غابا کو کس نے فون کیا تھا کہ انہیں کوئی قتل کرنا چاہتا ہے ... کیونکہ اس فون کے بعد ہی وہ ہوشیار ہوئے تھے ... ورنہ شاید وہ

اپنے چھوٹے بھائی کے ہاتھوں خود مارے جاتے۔''

'' واقعی محمود ... یہ بہت عجیب بات ہے ... یہ سارا کیس ہی عجیب ہے۔''

'' اور اس کا مطلب ہے ...'' انسپکٹر جمشید کہتے کہتے رک گئے۔

''جی کیا مطلب ہے اس کا۔'' فاروق بے تابانہ انداز میں بولا۔

''یہ کہ ... جو کچھ ہوا ہے ... ایک باقاعدہ منصوبے کے تحت ہوا ہے ... اتفاقی طور پر نہیں ہوا۔''

''اوہ !'' رضوان فرخندی کے منہ سے نکلا۔

'' آپ خود سوچیں ... آخر یہ کیسے ممکن ہے کہ ایک شخص اپنے سگے بھائی کو قتل کرنے کی نیت سے آئے ... وہ بھی اس قدر چکر چلا کر ... لیکن خود مارا جائے ... آخر وہ گمنام شخص کون تھا ... کہیں کوئی ایسا شخص تو نہیں جس نے پہلے ذاکر علی کے ساتھ مل کر سر غابا کے قتل کی منصوبہ بندی کی اور پھر ذاکر علی کو ڈبل کراس کرتے ہوئے سر غابا کو عین وقت پر خطرے سے خبردار کیا تھا ... غور طلب بات ہے، اگر وہ فون نہ کرتا تو غابا صاحب مارے گئے تھے یا نہیں۔'' انسپکٹر جمشید نے اس کی آنکھوں میں دیکھتے ہوئے کہا۔

'' جی ... جی ہاں ! بالکل یہی بات ہے۔''

''اس کا مطلب ہے ... فون کرنے والا شخص نہیں چاہتا تھا کہ غابا صاحب مارے جائیں ... ابھی تک ایسا کوئی شخص ہمیں نظر نہیں آیا ... اور زیادہ حیرت کی بات یہ ہے کہ ذاکر علی تین دن پہلے گھر سے نکلے تھے ... لیکن کسی کے پاس نہیں پہنچے ... آخر وہ تین دن تک کہاں رہے ... انہوں نے اپنا موبائل بند کیوں رکھا ... ہمارے پاس اس سوال کا بھی جواب نہیں ... ان حالات میں رضوان فرخندی صاحب ... ہماری نظریں آپ پر جم کر رہ جاتی ہیں...''

''جی کیا مطلب ؟'' رضوان فرخندی بہت زور سے اچھلا... اس کی آنکھوں میں خوف دوڑ گیا۔

☆☆☆☆☆

چالاک + مکار

چند لمحے تک مکمل خاموشی طاری رہی ، پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

''سامنے کی بات ہے کہ ان کے پروگرام کا آپ کو علم تھا یا ان کے گھر والوں کو ... گھر والوں میں سر غابا آجاتے ہیں اور مل میں آپ ... اور اسی لیے ہم آپ کے بارے میں بہت الجھن میں ہیں ، کیا آپ ہماری الجھن دور کر سکتے ہیں۔''

''الجھن آپ کی ... اور دور میں کروں ... یہ کیا بات ہوئی۔'' اس نے منہ بنایا۔

''خیر کوئی بات نہیں ... ہم اپنی الجھن خود دور کر لیں گے ... آپ یہ بتائیں ... ذاکر علی صاحب کی موت کے بعد مل کا کیا بنے گا۔''

''مل ان کے بیوی بچوں کی ہے ... وہی مالک ہیں ... وہ چاہیں گے تو سب کچھ جوں کا توں رہنے دیں گے ... ورنہ جو چاہیں، کر سکتے ہیں، یہ تو اب ان کی بیوہ کی مرضی پر ہے ... ہم تو ملازم لوگ ہیں۔''

رضوان فرخندی نے تفصیلی جواب دیا۔

''ٹھیک ہے... اس کا مطلب یہ ہوا کہ ذاکر علی صاحب کی موت کا سب سے زیادہ فائدہ ان کی بیوی اور بچوں کو ہوا ہے۔''

''ان کے بچے ہیں ہی کتنے ... ایک بیٹی ہے اور بس ... غزالہ۔''

''ایک بات اور ... ذاکر علی صاحب کیا روزمرہ کے واقعات کسی ڈائری یا نوٹ بک میں لکھنے کے عادی تھے ... اپنی یادداشت کیلئے ... کیا آپ کو معلوم ہے۔''

''جی نہیں ... یہ کام وہ گھر میں کرتے ہوں گے ...مل میں یہ کام انہوں نے کبھی نہیں کیا۔'' اس نے لاعلمی کا اظہار کیا۔

''ٹھیک ہے ... ہم کل کسی وقت مل میں آ کر آپ سے پھر ملاقات کریں گے ... شاید کچھ حسابات بھی دیکھیں گے۔''

''حسابات کیوں ؟۔''

''ہاں! شاید اس کی ضرورت پڑے ... اور میرا خیال ہے کہ ہمیں آپ کا بھرپور تعاون حاصل رہے گا۔''

''ضرور ضرور ... آپ خوشی سے چیک کریں۔'' رضوان فرخندی خوشگوار لہجے میں بولا۔

پھر انسپکٹر جمشید فرزانہ کی طرف مڑے:

''میں ذاکر علی کی بیوہ سے بھی بات کرنا چاہتا ہوں ...اگرچہ اس وقت گھر پر سوگ طاری ہے اور بات کرنا اچھا نہیں لگتا ... لیکن تفتیش کیلئے یہ ضروری ہے ... فرزانہ ... تم جا کر پوچھ آؤ۔''

''میں ان سے پوچھتی ہوں۔''

یہ کہہ کر فرزانہ چلی گئی ... ملازم رشید بھی اس کے ساتھ تھا ... جلد ہی وہ بیگم ذاکر علی کے ساتھ اندر آ گئی۔

''معاف کیجئے گا بیگم صاحبہ ... آپ کو بے وقت تکلیف دی ... مجھے بے حد افسوس ہے آپ کے شوہر کی المناک وفات کا ... اور واقعی یہ انسانیت کے حوالے سے مناسب موقع نہیں ہے کہ آپ سے سوال جواب کئے جائیں ... لیکن مسئلہ یہ ہے کہ اگر ہم نے دیر کر دی تو آپ کے شوہر کے قتل کی وجہ شاید ہم تلاش نہ کر پائیں اور اگر یہ کوئی سازش ہے تو اس سازش کے کرتا دھرتاؤں تک نہ پہنچ پائیں۔'' انسپکٹر جمشید نے ٹھہرے ہوئے لہجے میں اپنی بات مکمل کی۔

لیکن پھر بیگم ذاکر علی کا جواب بم کی طرح ان کے کانوں سے ٹکرایا:

''ارے انسپکٹر صاحب ... بند کریں یہ سب ڈرامہ ... مجرم تو سب کے سامنے ہے ... اور یہ بات اب سب جانتے ہیں کہ انہیں کس نے قتل

کیا ہے ... لیکن چونکہ وہ صدر کے مشیر ہیں ... اس لیے انہیں گرفتار نہیں کیا گیا ... اور نہ کیا جائے گا ... یہ تفتیش ... تحقیقات سب دکھاوا ہے۔''

بیگم ذاکر علی تو جیسے پھٹ ہی پڑیں۔

دوسری طرف محمود، فاروق، فرزانہ کی حیرت دیکھنے کے لائق تھی ... کیونکہ ابھی کچھ ہی دیر پہلے تو ان کے سامنے انہوں نے کچھ اور ہی بات کی تھی کہ دونوں بھائیوں کا آپس میں بہت پیار تھا۔ دونوں بھائی ایک دوسرے کو بہت چاہتے تھے۔ یہ بات ان کے لئے حد درجے چونکا دینے والی تھی ... اس کا مطلب تھا کہ یا تو یہ خاتون نفسیاتی مریضہ تھیں یا شوہر کے قتل نے وقتی طور پر ان کا دماغی توازن بگاڑ کر رکھ دیا تھا ...

'' ایسا نہیں ہے ... اگر اس کیس کے مجرم سرغابا ہیں تو انہیں ضرور گرفتار کیا جائے گا۔'' انسپکٹر جمشید نے بدستور پرسکون لہجے میں کہا۔

''اور جب ایسا ہو جائے تو مجھے ضرور بتایئے گا۔'' بیگم ذاکر علی نے طنزیہ لہجے میں کہا۔

'' اچھی بات ہے ... تو آپ کے خیال میں انہیں سرغابا نے قتل کیا ہے۔''

'' بالکل۔''

'' لیکن کیوں ... انہیں ایسا کرنے کا کیا فائدہ ہوگا بھلا۔''

'' یہ تو مجھے معلوم نہیں ... لیکن بات ہے یہی۔''

'' لیکن ذاکر علی صاحب کی موت کا سب سے زیادہ فائدہ آپ کو پہنچے گا۔''

'' تب پھر مجھے قاتلہ ثابت کر دیں اور جیل بھجوا دیں۔'' وہ طنزیہ انداز میں بولی ...

ان کی آنکھیں اچانک شعلیں برسانے لگیں تھیں ... شوہر کی موت کے دکھ کے آثار کا اب ان کے چہرے پر دور دور تک نام و نشان بھی نہ تھا۔

'' ذاکر علی ڈائری لکھنے کے عادی تھے ... وہ غائب ہے ... آپ اس کے بارے میں بتا سکتی ہیں۔''

'' قاتل کے علاوہ یہ کام کس کا ہوسکتا ہے ... اور میں پہلے ہی بتا چکی ہوں ... کہ قاتل کون ہے ... مطلب یہ کہ ڈائری بھی اس نے چرائی ہوگی۔'' جان چھڑانے والے انداز میں کہا گیا۔

'' تین دن تک ان سے آپ کا کوئی رابطہ نہیں ہوا ... آپ نے اپنی پریشانی کسی پر ظاہر کی۔''

'' میں مسلسل فون کرتی رہی ہوں ... ان سے رابطہ نہیں ہوسکا ... لیکن یہ میرے لیے اس لیے پریشانی کی بات نہیں تھی کہ ان کی

کاروباری زندگی ایسی ہی تھی ... پہلے بھی کئی کئی دن رابطہ نہیں ہوتا تھا۔''

'' اچھی بات ہے ... ہم مل کا چکر لگانا چاہتے ہیں ... آپ کی طرف سے اجازت ہے۔''

'' مجھے کوئی اعتراض نہیں البتہ اس چالاک انسان رضوان فرخندی کو اعتراض ہوگا۔'' اس نے رضوان فرخندی کو نفرت زدہ انداز میں گھورتے ہوئے کہا اور محمود، فاروق، فرزانہ کو یقین ہوگیا کہ بیگم ذاکر علی اس وقت اپنے آپے میں نہیں ہیں ... انہیں یکایک خاتون سے ہمدردی محسوس ہونے لگی۔

'' تو آپ کے خیال میں رضوان فرخندی چالاک ہیں ... یہ آپ ہوشیاری کے معنوں میں کہہ رہی ہیں یا مکاری کے۔''

'' اول درجے کا مکار ہے ... ہاں! یہی بات ہے۔''

اس دوران رضوان فرخندی نظریں جھکائے بیٹھا رہا ... اس نے بیگم ذاکر علی کے کسی الزام کا جواب دینے کی کوشش نہیں کی تھی۔

'' ان سے ہماری بات ہوچکی ہے ... اور ان کو کوئی اعتراض بھی نہیں ہے ... ورنہ مل کا دورہ تو ہم زبردستی بھی کرسکتے ہیں ... قانون ہمیں اجازت دیتا ہے۔''

'' ٹھیک ہے ... آپ ضرور مل کو چیک کریں ... مجھے تو یہ ساری

شرارت رضوان فرخندی کی لگتی ہے ... اس نے ضرور کوئی بہت بڑا غبن کیا ہے ... اس لیے اس نے سوچا، ذاکر علی کو راستے سے ہٹا دیا جائے ... اس طرح نہ رہے گا بانس، نہ بجے گی بانسری۔'' بیگم ذاکر علی نے ایک اور پلٹا کھایا ...

اب انہوں نے سر غابا کے ساتھ رضوان فرخندی پر بھی قتل کا الزام تھوپ دیا۔

''لیکن محترمہ ... قتل کی یہ واردات جس انداز سے ہوئی ہے... اس میں رضوان فرخندی کا ہاتھ تو نظر ہی نہیں آیا۔''

'' آپ اسے نہیں جانتے ... یہ بہت چالاک ہے۔''

'' خیر ہم دیکھیں گے ... یہ کام اس کا ہوسکتا ہے یا نہیں... ویسے ایک بات کہوں... '' انسپکٹر جمشید نے عجیب سے انداز میں کہا۔

'' ضرور کیوں نہیں۔''

'' اس بات کا بھی تو امکان ہے کہ خود آپ نے ذاکر علی صاحب کو راستے سے ہٹانے کا منصوبہ بنایا ہو، تاکہ پوری مل کی آپ اکیلی مالک بن جائیں۔''

''میں پہلے ہی اس مل کی مالک ہوں... لہٰذا مجھے ایسا کرنے کی کوئی ضرورت نہیں تھی۔'' اس نے بھناتے ہوئے انداز میں کہا۔

'' آپ مل کی مالک کیسے ہیں ... میرا مطلب ہے کہ ان کی زندگی میں۔''

'' یہ مل دراصل میرے والد کی تھی ... ذاکر علی مل میں منیجر کے طور پر کام کرتے تھے... بس میری ان سے شادی ہوگئی... اس کے کچھ ہی دنوں بعد میرے والد کی وفات ہو گئی ... اس طرح ذاکر علی مل کے مالک بن گئے ... ہماری کوئی نرینہ اولاد ہے نہیں ... بس ایک لڑکی ہے غزالہ... اس کی آپ کے بچوں سے ملاقات بھی ہو چکی ہے اور تفصیلی بات بھی۔''

'' جی ہاں! '' تینوں ایک ساتھ بولے۔

'' مجھے بھی آپ کی صاحبزادی سے بات کرنی ہے ... مہربانی فرما کر انہیں بلا دیں۔''

'' اب اس بے چاری کو اور پریشان کرنے کی کیا ضرورت ہے ... وہ اس سلسلے میں بھلا آپ کی کیا مدد کر سکتی ہے۔''

'' ہم ان سے مدد لے لیں گے ... آپ انہیں بھیج دیں۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' اور اگر میری مدد کی مزید ضرورت نہ ہو تو میں اندر جاؤں؟ ''

'' جی بیگم صاحبہ ... آپ کا بہت بہت شکریہ ...''

وہ منہ بناتی چلی گئی۔ ان کے جانے کے ساتھ ہی رضوان فرخندی

بھی اٹھ کھڑا ہوا:

'' اگر فی الحال میری ضرورت نہ رہ گئی ہو تو مجھے اجازت دیں۔''

'' جی ہاں ... آپ جا سکتے ہیں ... ہم آپ سے خود ہی رابطہ کریں گے ...''

فون نمبر تو وہ اس کا پہلے ہی لے چکے تھے ... اس نے ان سے ہاتھ ملائے اور ملازم کے ساتھ کمرے کے دروازے سے باہر نکل گیا۔

'' یہ تو بیگم ذاکر علی نے پٹڑی ہی بدل لی ... ہم سے کچھ کہا اور آپ کے سامنے کچھ ...'' محمود اپنی کنپٹی مسلتے ہوئے بولا۔

'' چولیں ہلا کر رکھ دیں دماغ کی ...'' فاروق بڑبڑایا۔

'' بیچاری خاتون کی حالت اس وقت واقعی قابل رحم ہے۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' ہم نے بھی یہی محسوس کیا ہے۔''

اسی وقت غزالہ اندر داخل ہوئی... اس کی آنکھوں میں شدید غم کے آثار تھے... آتے ہی اس نے ان پر ایک نظر ڈالی ... پھر محمود، فاروق اور فرزانہ سے بولی:

'' اب آپ نے مجھے کیوں بلایا ہے۔''

'' اسی ڈائری کے بارے میں بات کرنے ...''

"ڈائری میرے پاس ہے۔"

"کیا !!!"

وہ اچھل پڑے... ان کی حیرت کی انتہا نہ رہی ... آج کا دن ہی شاید حیرانیوں سے بھرپور تھا ... نہ جانے ابھی انہیں اور کس کس بات پر حیرت سے اچھلنا تھا۔ ان کی نظریں غزالہ پر جم کر رہ گئیں... چند لمحے تک وہ اس کی طرف دیکھتے رہے پھر انسپکٹر جمشید نے کہا:

"ڈائری آپ کے پاس ہے ... تو آپ نے پہلے کیوں نہیں بتایا تھا... پہلے تو آپ نے سب کے سامنے یہ ظاہر کیا تھا کہ ڈائری چوری ہو گئی ہے۔"

"میں نہیں چاہتی تھی کہ کسی کو یہ بات معلوم ہو کہ ڈائری واپس میرے پاس آ گئی ہے ... میری امی کو بھی نہیں اور دراصل یہ خیال مجھے اسی وقت آیا جب میں وہ ڈائری آپ کو دینے کیلئے اٹھی تھی اور اسی لئے میں نے سب کے سامنے یہ ظاہر کیا کہ ڈائری کی چوری کا علم مجھے ابھی ابھی ہوا ہے۔"

"کیا مطلب ... چوری ؟ ..." فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"مطلب یہ کہ چند روز پہلے ڈائری میری الماری کے سیف سے غائب ہو گئی تھی ... دراصل کسی نے وہ میری الماری سے نکال لی تھی ...

کیسے ... یہ میں بھی نہیں جانتی ... لیکن شاید جس نے نکالی تھی، جلد بازی میں اس سے کمرے میں ہی گر گئی ... مجھے یہ مسہری کے نیچے پڑی ملی تھی .... اور پھر اچانک جب میں ڈائری آپ لوگوں کو دینے کیلئے اٹھی تو میں نے سوچا کہ جس نے ڈائری چرائی تھی اسے یہ بات کیوں معلوم ہو کہ وہ مجھے واپس مل چکی ہے ... اپنے خیال میں تو اس نے پار کر لی تھی اور پھر گم بھی۔"

"اوہ ...اوہ !" وہ اس کی ذہانت کی دل ہی دل میں تعریف کئے بغیر نہ رہ سکے۔

"تین دن پہلے مجھے وہاں پڑی نظر آئی تھی ... مجھے حیرت ہوئی... میں نے اندر جا کر سیف چیک کیا تو وہ بند ملا۔"

چند لمحے کمرے میں خاموشی رہی ... پھر انسپکٹر جمشید بولے:

"ہوں! وہ ڈائری ہے کہاں۔"

"میرے کمرے میں چلیے۔"

"چلیے ! ہم اسے دیکھنا چاہتے ہیں۔" انسپکٹر جمشید بے تابانہ انداز میں بولے۔

اور پھر وہ سب اس کے پیچھے دوڑ پڑے۔ وہ آگے پیچھے لڑکی کے کمرے میں داخل ہوئے ... اس نے اپنی مسہری کے گدے کے نیچے

ہاتھ ڈالا اور اس میں سے ڈائری نکال کر ان کی طرف بڑھا دی:

''یہ لیں... یہ رہی ڈائری۔''

''اوہ بہت بہت شکریہ! ہم تو اس کے لیے بہت پریشان تھے۔''

''ڈائری تو میں نے آپ کو دے دی ہے ... لیکن یہ میرے والد کی نشانی ہے ... امید ہے کہ یہ آپ مجھے واپس کر دیں گے ... کیا اب میں جا سکتی ہوں... امی کی حالت بہت بگڑی ہوئی ہے ... کہیں ان پر ہسٹیریا کا دورہ نہ پڑ جائے۔'' یہ جملہ کہتے وقت اس کی آواز بھرا گئی۔

''ٹھیک ہے... آپ جائیں... ہم یہ ڈائری ڈرائنگ روم میں لے جا رہے ہیں...''

''جہاں جی چاہے، لے جائیں۔''

اب وہ ڈائری لیے ڈرائنگ روم میں آ گئے... اطمینان سے بیٹھ جانے کے بعد انسپکٹر جمشید نے ڈائری کھولی اور موجودہ تاریخ نکالنے کے لیے اسے کھول ڈالا ... وہ صفحات الٹتے چلے گئے... یہاں تک کہ آس پاس کی تاریخ تک پہنچ گئے ... اور پھر ان کے منہ سے نکلا:

''ارے! یہ کیا!!!''

☆☆☆☆☆

اوہو ارے!

ان تاریخوں کے صفحات ڈائری میں سے غائب تھے ... کسی نے ان صفحات کو بلیڈ سے کاٹ لیا تھا... انہوں نے ایک دوسرے کی طرف دیکھا... محمود نے بڑبڑانے کے انداز میں کہا:

''تو اسی لئے ڈائری چوری کی گئی تھی ... چرانے والے نے اپنے مطلب کے صفحے پھاڑے اور ڈائری کیاری میں پھینک دی ... یہ واقعہ بھی اس بات کی طرف اشارہ کر رہا ہے کہ یہ سب کچھ سوچ سمجھے منصوبے کے تحت ہوا ہے۔''

''اور اگر یہ سب کچھ سوچ سمجھے منصوبے کے تحت ہوا ہے تو وہ فون بہت اہمیت اختیار کر جاتا ہے ...کیونکہ اس فون کی وجہ سے ہی سرغانا چونکے ہوئے تھے اور پستول ہاتھ میں لے کر تیار بیٹھے تھے۔''

''میں ایک خیال پیش کرنا چاہتا ہوں۔'' فاروق نے گھبراتے اور شرماتے ہوئے انداز میں کہا۔

"تو اس میں گھبرانے اور شرمانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"مجھے پتا نہیں۔" فاروق نے فوراً کہا۔

"کیا پتا نہیں۔"

"یہ کہ اس میں گھبرانے اور شرمانے کی کیا ضرورت ہے۔"

"توبہ ہے تم سے۔"

"چلو فاروق... ادھر ادھر کی نہ ہانکو... خیال پیش کرو... کیونکہ اس وقت ہم ایک عدد خیال کی بہت ضرورت محسوس کر رہے ہیں۔" انسپکٹر جمشید نے منہ بنایا۔

"اوہو اچھا... آپ نے پہلے کیوں نہ بتایا... میں تو لگا دیتا خیالات کی لائنیں۔" وہ تنک کر بولا۔

"اوہو بھائی... ہمیں خیالات کی لائنوں کی ضرورت نہیں... اس خیال کی ضرورت ہے جو تمہیں ابھی ابھی سوجھا ہے۔"

"اوہ... وہ خیال یہ ہے کہ فون کرنے والا رضوان فرخندی تھا۔"

"بھئی واہ... کیا زبردست خیال ہے۔" محمود اور فرزانہ کے منہ سے ایک ساتھ نکلا... پھر وہ دونوں ہنس پڑے۔

"یہ بات تمہیں ایک انگلی آسمان کی جانب اٹھا کر اور آنکھیں بند کر کے کہنی چاہیے تھی۔" فرزانہ نے ہنسی روکتے ہوئے کہا۔

"یہ ٹھیک ہے کہ یہ صرف ایک خیال ہے اور فاروق کے پاس اس خیال کے حق میں کوئی دلیل نہیں... لیکن اس میں بھی شک نہیں کہ خیال ہے زور دار... اور فون کرنے والے کا پتہ لگانے کیلئے تفتیش کا پہلا قدم۔" انسپکٹر جمشید نے تعریفی انداز اختیار کیا۔

اس پر فرزانہ اور محمود کے منہ بن گئے... اور فاروق مسکرا دیا:

"تو پھر کیوں نہ ہم ایک عدد ملاقات رضوان فرخندی سے اس کے گھر جا کر لیں... مل میں تو صبح جائیں گے... اس وقت گھر پر ملاقات کر لیتے ہیں۔" فرزانہ جلے کٹے انداز میں بولی۔

"اور اب کون کر رہا ہے احمقانہ بات... یعنی ہم رضوان فرخندی سے ایک بار پھر وہی باتیں پوچھیں گے جو ابھی کچھ دیر پہلے پوچھ چکے ہیں۔" فاروق نے چمک کر کہا۔

"اب رضوان فرخندی سے ہم مل پر ہی ملاقات کریں گے... اس وقت تو گھر واپس چلتے ہیں اور باقی باتیں راستے میں کرتے رہیں گے۔" انسپکٹر جمشید یہ کہتے ہوئے اٹھ کھڑے ہوئے...

پھر وہ باہر نکل آئے:

"ارے! آپ کی جیپ کہاں گئی۔" فاروق بوکھلا اٹھا۔

"وہ... میں توحید احمد کو دفتر سے ساتھ لے آیا تھا... جیپ

اسی کے ہاتھ واپس گھر بھیج دی تھی ... بلکہ ایسا کرتے ہیں کہ فرزانہ والی گاڑی بھی یہاں چھوڑ دیتے ہیں ... اکرام کا کوئی ماتحت گھر پہنچا آئے گا ... ہم سب ایک ہی کار میں چل پڑتے ہیں۔''

پھر وہ سب محمود اور فاروق والی گاڑی میں بیٹھ گئے ... گاڑی میں بیٹھنے کے بعد انسپکٹر جمشید نے اکرام کے نمبر ملائے۔ پہلی ہی گھنٹی پر اکرام نے فون ریسیو کرلیا اور ان کی بات سننے سے پہلے ہی کہا:

''سر ... بہت ہی عجیب بات۔''

''وہ کیا۔'' انہوں نے چونک کر پوچھا۔

''پوسٹ مارٹم کی رپورٹ مل گئی ہے ... اس میں موت کا وقت صبح پانچ بجے کے قریب بتایا گیا ہے ... جب کہ ان کی موت صبح سات بجے ہوئی تھی ... میرا مطلب ہے ... جب محمود، فاروق اور فرزانہ سرغابا کے ہاں پہنچے ... اس سے کچھ دیر پہلے۔''

''یہ کیا بات ہوئی ... دو گھنٹے کا فرق ... یہ کیسے ممکن ہے بھلا ... ضرور ڈاکٹر حضرات سے غلطی ہوئی ہے ... ان سے کہو ... مہربانی فرما کر موت کے وقت کے بارے میں پھر سے درست ترین اندازہ لگانے کی کوشش کی جائے۔''

''جی بہتر میں بات کرتا ہوں۔'' اکرام بولا۔

جلد ہی اکرام کا فون آ گیا:

''ان کا کہنا ہے کہ وہ پوری طرح اطمینان کر چکے ہیں ... مقتول کی موت صبح پانچ بجے ہی ہوئی ہے .... لیکن انہوں نے کہا ہے کہ آپ کے اطمینان کی خاطر وہ ایک بار پھر چیک کیے لیتے ہیں تاکہ غلطی کا امکان نہ رہ جائے۔'' یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر دیا۔

''اوہو ... ارے۔'' فون بند کرنے کے دوران اچانک ان کے منہ سے مارے حیرت کے نکلا۔

انہوں نے حیران ہوکر ان کی طرف دیکھا، پھر فاروق بولا:

''کیا مطلب ابا جان۔''

لیکن انسپکٹر جمشید بالکل خاموش رہے۔

''م ... میرا مطلب ہے ... آپ اچھے بھلے بات کر رہے تھے کہ اچانک کہہ اٹھے ... 'اوہ ارے' ... اس کا کیا مطلب ہوا بھلا۔''

''اس کا مطلب یہ ہے کہ مجھے ایک اور بات سوجھ گئی ہے ... جانتے ہو ... اگر ڈاکٹر حضرات درست کہہ رہے ہیں اور ذاکر علی کی موت صبح پانچ بجے ہوئی ہے تو اس کا کیا مطلب نکل سکتا ہے ...''

''یہ کہ ذاکر علی کا قتل سرغابا کے ہاتھ سے نہیں ہوا۔'' فرزانہ نے حیران ہو کر پوچھا۔

'' تو پھر ... کیسے ہوا ... جبکہ سر غابا خود ہی کہہ رہے ہیں کہ انہوں نے ہی ذاکر علی پر گولی چلائی تھی ... اپنے دفاع میں ہی سہی ...''

'' ارے ارے ... اس طرح تو پورا کیس الٹ ہو جائے گا۔'' تینوں گھبرا گئے۔

'' اب سنو ... تم تینوں کو دلاور نوری کے کمرے میں خون کا ایک دھبہ نظر آیا تھا ... اور اس خون کے دھبے کی موجودگی کی کوئی وجہ ابھی تک سمجھ میں نہیں آئی تھی ... لیکن ذرا دیر کیلئے فرض کرلو ... اگر ذاکر علی کا قتل دراصل دلاور نوری کے گھر میں ہوا ہو۔''

'' کیا!!! '' ان کے منہ سے مارے خوف کے نکلا۔

'' لیکن کیوں ؟''

'' ہوسکتا ہے کہ یہ سر غابا کو پھنسانے کی کوئی چال ہو ... اور یہ چال چلی ہو دلاور نوری نے ...'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

'' لیکن کیسے ... آخر پہلے سے مرا ہوا ایک شخص کیسے اپنے قدموں پر چل کر سر غابا تک پہنچا اور پھر اس نے سر غابا پر فائر بھی کیا ... یہ بات کچھ ہضم نہیں ہوتی۔'' محمود نے الجھ کر کہا۔

'' لیکن یہ بھی تو سوچو کہ دلاور نوری ہی وہ شخص بھی ہے جس نے سفارشی پرچہ لے کر ذاکر علی کو سر غابا کی طرف بھیجا تھا ... ممکن ہے اس

نے یہ سب جھوٹ کہا ہو کہ اس سے پستول کے زور پر وہ سفارشی پرچہ لکھوایا گیا ہے۔''

'' لیکن آخر دلاور نوری کو ایسا کرنے کی کیا ضرورت تھی ... یعنی پہلے ذاکر علی کو قتل کرنے کی اور پھر قتل کا الزام سر غابا کے سر تھوپنے کی۔'' فرزانہ نے کہا۔

'' وجہ ہی تو تلاش کرنی ہے ...''

'' لیکن ہم ابھی سے ان باتوں میں کیوں الجھ رہے ہیں ... پہلے حتمی رپورٹ تو آجائے کہ واقعی ذاکر علی کی موت سات بجے نہیں ... پانچ بجے ہی واقع ہوئی ہے۔''

'' کیمسٹری کے ٹیچر نے ہمیں کل ہی ایک بات بتائی تھی۔'' فاروق نے جیسے یاد کرتے ہوئے بتایا۔

'' بھلا وہ کیا ...''

'' انہوں نے کہا تھا کہ کیمیائی تجزیوں میں ہمیشہ غلطیوں کا امکان ہوتا ہے ... یعنی کچھ تجزیوں میں بالکل سو فیصد درست نتیجہ حاصل کرنا ممکن نہیں ہوتا ... بلکہ یہ کہا جاتا ہے کہ اس نتیجے میں غلطی کا امکان پانچ فیصد ہے ... اس کیس میں اس کی مثال یہ بنتی ہے کہ ممکن ہے کہ موت ساڑھے پانچ سے چھ کے درمیان واقع ہوئی ہو نہ کہ عین پانچ

بجے ..."

"اگر ایسا ہو تو بھی ... سات بجے کا وقت تو پھر بھی نہیں بنتا ... اور یہ بات ہم اچھی طرح جانتے ہیں کہ گولی ٹھیک سات بجے چلائی گئی تھی ... کیونکہ ہم نے ٹیلیفون پر گولی چلنے کی آواز سنی تھی اور اس وقت ٹھیک سات بج رہے تھے۔"

"لیکن ہم نے صرف گولی چلنے کی آواز سنی تھی ... ذاکر علی کو گولی لگتے ہوئے تو نہیں دیکھی تھی نا۔" فاروق بھنویں اچکاتے ہوئے بولا۔

سب سکتے کے عالم میں بیٹھے رہ گئے ... ان کے دماغ بھائیں بھائیں کر رہے تھے ... آخر محمود نے کہا:

"تمہاری بات سے یہ مطلب نکلتا ہے کہ سر غابا نے وہ فائر صرف ہمیں آواز سنانے کیلئے کیا تھا ... جبکہ دراصل وہ اپنے بھائی کو پہلے ہی قتل کر چکے تھے۔"

"شاید یہی بات ہو۔" فاروق چڑانے والے انداز میں مسکرایا۔

"تم سیدھی طرح سے بات نہیں کر سکتے ..." فرزانہ جھلا گئی۔

"لیکن اس مفروضے میں بھی کچھ کمزور پہلو ہیں۔" محمود سنجیدگی سے بولا۔

"بیان کرو۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

"ذاکر علی میک اپ میں کیوں تھے۔"

"شاید وہ کسی شادی میں جانے کیلئے تیار ہوئے ہوں گے ..."

فاروق نے جیسے شرلک ہومز کی قبر پر لات ماری۔

"کیا مطلب ..." محمود آنکھیں پھاڑ کر بولا۔

دوسری طرف انسپکٹر جمشید اور فرزانہ بھی مسکرائے بغیر نہ رہ سکے۔

"ہم ... میرا مطلب ہے کہ میک اپ وغیرہ تو شادیوں اور تقریبات وغیرہ میں جانے کیلئے کیا جاتا ہے ..." فاروق بدستور نہایت سنجیدگی سے بولا۔

محمود تلملا کر رہ گیا ... فاروق، محمود کے ایک نہایت اہم نکتے کو مذاق میں لے اڑا تھا اور اس پر طرہ یہ کہ انسپکٹر جمشید اور فرزانہ بھی جیسے اس کا ساتھ دے رہے تھے۔ لیکن فاروق کے چہرے پر کسی قسم کی مسکراہٹ نہیں تھی ... وہ کسی طرح بھی یہ ظاہر نہیں کر رہا تھا کہ میک اپ والی بات اس نے مذاق میں کہی ہے۔

"دھت تیرے کی ... وہ میک اپ دوسری طرح کا ہوتا ہے ... اور ایسا نہیں ہوتا کہ چہرہ ہی بدل جائے۔" محمود نے جھلا کر اپنی ران پر ہاتھ مارا۔

"چلو یہ تو ہوا ایک کمزور پہلو ... اب دوسرا بتاؤ۔" انسپکٹر جمشید

جلدی سے بولے ... جیسے انہیں ڈر ہو کہ تینوں کی نوک جھونک کہیں طول نہ پکڑ جائے۔

" دوسرا یہ کہ ... آخر سر غابا کو ہمیں فون کرنے اور فائر کی آواز سنانے کی ضرورت ہی کیا تھی ... اگر انہیں ذاکر علی کو مارنا ہی تھا تو وہ چپ چاپ اسے قتل کر کے معاملے کو دبا دیتے ... اتنا کھڑاگ پھیلانے کی کوئی وجہ نظر نہیں آتی ..."

" ہاں! یہ سوال بھی اہم ہے ... لیکن اس وقت تو ہم صرف امکانات پر غور کر رہے ہیں ... ہر قسم کے امکانات پر ... چاہے وہ احمقانہ ہی کیوں نہ نظر آئیں۔"

اسی طرح کیس پر غور کرتے اور ایک دوسرے سے الجھتے انہوں نے راستہ طے کیا ... ان کی باتوں کو بریک اس وقت لگے جب گھر کے سامنے پہنچ کر انسپکٹر جمشید نے گاڑی کے بریک لگائے۔ اندر داخل ہوئے تو انہیں جیپ بھی وہیں کھڑی نظر آئی ... بیگم جمشید سے معلوم ہوا کہ آدھے گھنٹے پہلے توحید احمد چھوڑ گیا تھا۔

O

اس بھاگ دوڑ میں شام کے سوا پانچ بج گئے تھے ... بیگم جمشید نے چائے تیار کر رکھی تھی ... چائے کے بعد مزید سوچ بچار کیلئے

انسپکٹر جمشید تینوں بچوں کو لے کر اسٹڈی میں آ بیٹھے ... اپنے مخصوص انداز میں ... یعنی قالین پر آلتی پالتی مار کر۔

" فرزانہ! تم بتاؤ ... ہمیں کس سمت میں آگے بڑھنا چاہیے۔"

انسپکٹر جمشید نے اس سے پوچھا۔

فرزانہ چند سیکنڈ سر جھکائے سوچتی رہی ... پھر بولی:

" اس وقت تک اہم ترین بات یہ سامنے آئی ہے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ موت کا وقت وہ نہیں بیان کر رہی جو کہ بظاہر اصل وقت ہے یعنی صبح سات بجے ... اس کے علاوہ ذاکر علی کی ڈائری کا چوری ہونا، پھر مل جانا اور درمیانی صفحات کا غائب ہونا کافی حیران کن باتیں ہیں ... اور سب سے اہم ہے وہ گمنام فون ... پہلے ہمیں پتا لگانا ہوگا کہ وہ فون کس نے کیا تھا ... اور اس کیلئے سر غابا کے موبائل نمبر پر آنے والی کالز کا ریکارڈ دیکھنا ہوگا"

" اب تم بتاؤ فاروق۔"

" میرا خیال ہے کہ ہمیں تجزیاتی رپورٹوں کی روشنی میں آگے بڑھنا چاہیے ..."

" تم ... تمہاری کیا رائے ہے محمود ..."

" تمام سمتوں میں ایک ساتھ کام کرنے کی ضرورت ہے ..."

"بہت بہتر ... لیکن میں پہلے ایک بار دلاور نوری سے بھی ملنا چاہوں گا ..." انسپکٹر جمشید نے یہ کہتے ہوئے تینوں کی طرف دیکھا۔

"چلیں ... تو پھر وہیں سے کام کا آغاز کرتے ہیں۔"

اسی وقت بیگم جمشید لائبریری میں داخل ہوئیں اور بولیں:

"اگر آپ لوگ کہیں جانے کا ارادہ رکھتے ہیں تو میں آپ کو خبردار کردوں کہ شہر کے حالات مزید بگڑ گئے ہیں ... یکے بعد دیگرے چار بم دھماکے ہوئے ہیں ... ٹی وی پر ابھی ابھی خبر نشر ہوئی ہے۔"

"لیکن جانا تو ہمیں ہوگا بیگم ... کیس کا تقاضا ہے۔"

"لو بھئی ... اب کیس بھی تقاضا کرنے لگے۔"

"بھئی ہم اس شہر کے چپے چپے سے واقف ہیں اور کوئی نہ کوئی راستہ نکال ہی لیتے ہیں ..." یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید قالین پر سے اٹھ کھڑے ہوئے اور ان کے ساتھ وہ تینوں بھی ...

بیگم جمشید نے انہیں بری طرح گھور کر دیکھا اور دونوں ہاتھ کمر پر رکھ لئے ... ان کا انداز دیکھ کر فاروق کچھ اس انداز سے واپس بیٹھا جیسے کسی نے فلم کا سین الٹا چلا دیا ہو ... یعنی یہ کہا جائے تو غلط نہ ہوگا کہ الٹے قدموں بیٹھ گیا۔ اس کے باوجود بھی بیگم جمشید کی سنجیدگی اور چہرے پر غصے کے آثار میں کمی واقع نہ ہوئی تو ایک ایک کر کے پہلے

محمود اور فرزانہ نیچے بیٹھے اور پھر انسپکٹر جمشید ...

یہ دیکھ کر بیگم جمشید فاتحانہ انداز میں مسکرائیں اور بولیں:

"یہ ہوئی نہ بات ... چلیں ٹھیک ہے ... دی اجازت جانے کی ... کیا یاد کریں گے آپ بھی ... لیکن کھانے سے پہلے گھر آجائیے گا۔"

چاروں ہنس پڑے ... اور اٹھ کر باہر کی طرف چل دیے۔

O

انسپکٹر جمشید کی جیپ میں وہ دلاور نوری کے گھر پہنچے ...

دلاور نوری نے ان کا استقبال حیرت زدہ انداز میں کیا:

"اسلام وعلیکم انسپکٹر جمشید صاحب ... خیر تو ہے ... آپ لوگ پھر آگئے ...؟" وہ بولے۔

"وعلیکم سلام ... مجبوری ہے جناب ... جب تک کیس حل نہیں ہو جاتا ... ہمیں آنا بھی پڑے گا اور جانا بھی۔"

دلاور نوری نے انہیں گھورا... پھر بولے:

"خیر ... آپ تشریف رکھیں ... اور فرمائیں ... میں کیا خدمت کرسکتا ہوں۔"

"صرف یہ کہ ہمارے چند سوالات کے جوابات دے دیں۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

'' ضرور کیوں نہیں۔''

عین اسی وقت ان کے موبائل کی گھنٹی بجی۔ انہوں نے موبائل آن کیا... تو دوسری طرف اکرام تھا:

'' ہاں اکرام ... کیا رپورٹ ہے۔''

'' وہ دھبہ ذاکر علی کے خون کا ثابت ہوگیا ہے ... یعنی اس خون کے عین مطابق ہے جو ذاکر علی کی لاش پر سے ملا تھا۔''

'' دلچسپ اطلاع ہے ...'' وہ مسکرائے۔

فون بند کر کے انسپکٹر جمشید نے پہلے محمود، فاروق، فرزانہ کی طرف دیکھا اور پھر پلٹ کر دلاور نوری کو تیز نظروں سے گھورا:

'' ہاں تو پھر یہ بتائیے کہ...'' انہوں نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا... پھر یک دم بولے:

'' آپ نے ذاکر علی کو کیوں قتل کیا۔''

'' کیا !!!'' وہ چلا اٹھے... مارے خوف کے ان کی آنکھیں پھیل گئیں ... محمود، فاروق، فرزانہ بھی حیران رہ گئے ...

وہ ہرگز یہ توقع نہیں کر رہے تھے کہ ان کے والد اس طرح اچانک آغاز میں ہی یہ سوال پوچھ ڈالیں گے ...

انسپکٹر جمشید نے دلاور نوری کے زوردار 'کیا' کے جواب میں کچھ

بھی نہ کہا ... بلکہ بدستور اس کی طرف دیکھتے رہے، آخر دلاور نوری نے خود ہی کہا:

'' یہ آپ نے کیا کہا... کیسے کہہ دیا ... بے کوئی تک ... میں کیوں قتل کرتا ذاکر علی کو ... بے چارے ذاکر علی تو سر غابا کے ہاتھوں مارے گئے ہیں... وہ بھی اس لیے کہ وہ خود اپنے بڑے بھائی کو قتل کرنا چاہتے تھے... لیکن ان کے ہاتھوں خود مارے گئے...''

''لیکن کیوں ... آخر وہ اپنے بڑے بھائی کو کیوں ہلاک کرنا چاہتے تھے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

'' مجھے کیا پتا... یہ تو آپ ذاکر علی سے پوچھیں۔''

'' اب وہ بے چارے کیا عالم بالا سے جواب دیں گے۔''

'' تب پھر میں کیسے جواب دے سکتا ہوں۔''

'' آپ ایک بات بھول رہے ہیں ... خون کا وہ دھبہ جس کے بارے میں آپ کوئی وضاحت نہیں کر سکے اور نہ کوئی ملازم وضاحت کر سکا۔'' فرزانہ نے چبھتے ہوئے لہجے میں کہا۔

'' مجھے نہیں معلوم وہ دھبہ یہاں کیسے آگیا۔'' اس نے منہ بنایا۔

'' یہ ہوئی نا بات ... اگر ہم کہیں ... ذاکر علی کی موت سر غابا کے کمرے میں نہیں ہوئی ... بلکہ آپ کے کمرے میں ہوئی ہے... اور

پوسٹ مارٹم کی رپورٹ بالکل ٹھیک ہے ... موت صبح سے پہلے پانچ بجے ہوئی ہے... نہ کہ سات بجے ... ان حالات میں مسٹر دلاور نوری آپ کی پوزیشن بہت نازک ہو جاتی ہے ... فرمائیے ... اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں۔'' یہ کہہ کر انہوں نے نظریں ذاکر علی کے چہرے پر جما دیں۔ دلاور نوری اس وقت ان کی طرف نہیں ... بلکہ سامنے دیوار کی طرف دیکھ رہے تھے ... انسپکٹر جمشید نے پھر کہا:

'' دلاور نوری صاحب! آپ نے جواب نہیں دیا ... ''

دلاور نوری نے اب بھی جواب نہ دیا۔

اچانک انسپکٹر جمشید کو ایک خوفناک احساس ہوا، وہ چلا اٹھے:

'' نہیں۔'' پھر وہ اچھل کر دروازے کی طرف دوڑے۔

☆☆☆☆☆

جرم پر جرم

'' کک ... کیا ہوا ابا جان۔'' وہ گھبرا کر بولے۔

'' دلاور نوری کی طرف دیکھو ...'' دروازے کے قریب پہنچتے ہوئے انہوں نے جواب دیا۔

انہوں نے جو غور سے اس کی طرف دیکھا تو وہ بھی زور سے اچھلے ... پھر ان کے منہ سے نکلا:

'' ارے باپ رے ... یہ تو گئے ... بیٹھے بیٹھے ختم ہو گئے۔''

اس وقت تک انسپکٹر جمشید باہر کی طرف چھلانگ لگا چکے تھے... اب تک وہ ان کے پیچھے باہر نکلتے، وہ اپنی جیپ میں بیٹھ کر جا بھی چکے تھے:

'' اس کا مطلب ہے ... انہوں نے حملہ آور کو نکلتے دیکھ لیا تھا۔'' فرزانہ بولی۔

'' دیکھ لیا تھا یا اس خیال سے دوڑ پڑے کہ وہ اسے جا لیں۔''

'' حیرت ہے ... کوئی ہماری موجودگی میں ہی دلاور نوری کو قتل کر گیا۔''

'' وہ ہم میں سے کسی کو بھی نشانہ بنا سکتا تھا۔''

اسی وقت ان کا ملازم جمیل چائے کی ٹرالی دھکیلتا کمرے میں داخل ہوا ... اور الٹے پاؤں واپس لوٹ گیا ... شاید وہ سمجھ ہی نہ پایا کہ دلاور نوری ختم ہو چکے ہیں ... وہی کیا ... کوئی بھی عام آدمی انہیں دیکھ کر نہیں کہہ سکتا تھا کہ اب وہ اس دنیا میں نہیں ہیں ... ایسا لگ رہا تھا کہ وہ اطمینان سے صوفے پر براجمان گہری سوچ میں گم کھڑکی سے باہر دیکھ رہے ہیں۔

'' اللہ اپنا رحم فرمائے، آخر یہ سب کیا ہو رہا ہے۔'' محمود بڑبڑایا۔

'' جرم پر جرم ہو رہا ہے۔'' فاروق نے جلدی سے کہا۔

اب انہوں نے دلاور نوری کے بالکل نزدیک ہو کر اس کا جائزہ لیا، اس کی گردن میں ایک ننھا سا تیر نظر آیا ... تیر گدی کے اندر دھنس گیا تھا ... ظاہر ہے ... وہ زہریلا تیر ہی تھا۔''

'' حیرت ہے ... اتنا ننھا سا اور باریک تیر ...'' فرزانہ بڑبڑائی۔

'' ہاں ... ہمارا پہلے بھی چند مہمات میں اس قسم کے زہریلے تیروں سے واسطہ پڑ چکا ہے۔'' محمود نے مارے حیرت کے کہا۔

'' حیرت ہے ... اسے آج بھی استعمال کیا جا رہا ہے۔''

'' حد ہو گئی ... اس میں حیرت کی کیا بات ہے۔''

'' اچھا بابا ... تم جیتے میں ہاری۔''

'' ویسے یہ ننھا سا تیر آخر پھینکا کس چیز کے ذریعے گیا ہوگا۔''

'' شاید ہاتھ سے ... یا پھر غلیل نما کسی کمان سے۔''

'' شاید بلو پائپ سے ...''

'' اور قاتل ضرور باغ میں تھا ... اس کھڑکی سے اس نے وار کیا ... افسوس ہم نے کھڑکی کی طرف دھیان نہیں دیا۔'' محمود کے لہجے میں حیرت تھی۔

'' مجرم وہیں سے وار کرتا ہے جہاں ہماری توجہ نہیں ہوتی۔'' فاروق نے فوراً کہا، اور وہ سر ہلا کر رہ گئے:

'' دلاور نوری کو قتل کرنے کا مطلب یہ ہے کہ ہماری تفتیش بالکل درست سمت میں جا رہی ہے ... اور اس سارے معاملے سے دلاور نوری پوری طرح باخبر تھا۔''

'' اب یہ کیس اور زیادہ الجھتا نظر آ رہا ہے ... ذاکر علی کی موت اگر دلاور نوری کے کمرے میں ہوئی تھی تو پھر سرغابا کی کہانی کہاں جائے گی ... کیا سرغابا کے ہاتھوں ذاکر علی کا قتل ہونے سے پہلے ہی

اسے قتل کیا جا چکا تھا یعنی کیا سرغابا کو اس کیس میں پھنسایا جا رہا ہے ... اوہ نہیں... بات کچھ بن نہیں رہی ہے۔'' محمود کہتے کہتے رک گیا۔

'' چلو شکر ہے ... جلدی بتاؤ ... کیا بات نہیں بن رہی ہے۔'' فاروق نے فوراً کہا۔

'' اگر کسی وجہ سے ذاکر علی دلاور نوری کے ہاتھوں مارے گئے ... اور انہوں نے سوچا کہ ذاکر علی کے چہرے پر میک اپ کر دیا جائے۔ ان کی لاش کار کی ڈکی میں رکھ کر سرغابا کی کوٹھی کے اندر پہنچا دی جائے۔ وہاں سے لاش ان کے کمرے میں ڈال دی جائے ۔ اس کے نیچے ایک پستول دبا دیا جائے اور فرش پر خون پھیلا دیا جائے ... تو اتنا سب کچھ سرغابا کو شامل کیے بغیر ناممکن تھا...''

'' تمہارے کہنے کا مطلب ہے کہ سرغابا نے اپنے بھائی کے قاتل کو بچانے کی کوشش کی۔''

'' بہت خوب محمود ... لل ... لیکن سوال یہ پیدا ہوتا ہے کہ سرغابا اپنے بھائی کے قاتل کی مدد کیوں کرنا چاہیں گے ... ہونا تو یہ چاہیئے تھا کہ وہ دلاور نوری کو گرفتار کروا دیتے۔'' فرزانہ نے کہا۔

'' موت کے ظاہری وقت اور پوسٹ مارٹم رپورٹ کے حساب سے وقت، دلاور نوری کے کمرے سے دلاور نوری کے خون کا دھبہ ملنا

یہ بات تو واضح کر دیتے ہیں کہ قتل نہ تو سات بجے ہی ہوا اور نہ ہی سرغابا کے کمرے میں ہوا ... بلکہ یہاں اس کمرے میں ہوا یا پھر قتل کے بعد لاش کو اس کمرے میں لایا گیا۔''

'' اف میرے خدا ... یہ تو کسی ایک یا دو افراد کا نہیں بلکہ کئی لوگوں کا کام ہے ...اور اب یہ دلاور نوری کا قتل ...'' فرزانہ دائیں ہاتھ کی انگلیوں سے کنپٹیاں دباتے ہوئے بولی۔

'' دلاور نوری کو کس نے اور کیوں قتل کیا ... یہ ضرورت کسے تھی ؟'' یہاں تک کہہ کر محمود خاموش ہوگیا۔

'' ہاں واقعی ... یہ بہت اہم سوال ہے ... یہ ضرورت کسے تھی۔''

'' جسے یہ ضرورت تھی... ابا جان اس کے پیچھے گئے ہیں اور ظاہر ہے ... اب وہ اسے نکلنے تو دیں گے نہیں ... لہٰذا ہم یہ سوال ان سے پوچھ لیں گے ... دماغ کو تھکانے کی کوئی ضرورت نہیں۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

اس دوران محمود نے اکرام کو واردات کی اطلاع کر دی تھی ... جلد ہی اکرام اور اس کے ماتحت وہاں پہنچ گئے :

'' پھر قتل کروا دیا۔'' اس نے ہونٹ سکیڑ کر کہا۔

'' انکل ! ہم کون ہوتے ہیں ... ایسا کرانے والے ... یہ تو سب

تقدیر نے لکھے ہیں۔'' فاروق مسکرایا۔

'' آخر تقدیر ہمارے معاملے میں ہی قتل کیوں لکھتی ہے ... ارے باپ رے ... تت تیر۔'' اکرام کے منہ سے نکلا۔

'' اور وہ بھی بالکل ننھا سا ... ویسے انکل ...آپ کو ایک عجیب بات بتائیں۔''

'' عجیب باتوں کا اور ہمارا چولی دامن کا ساتھ ہے ... بتاؤ۔''

'' اس تیر سے ہمارا پہلے بھی کئی بار واسطہ پڑ چکا ہے۔'' فاروق نے کہا۔

'' اوہو اچھا! '' اکرام کے منہ سے نکلا۔

'' اور انکل اگر آپ پسند کریں تو ہم ایک اور عجیب بات بھی آپ کو بتا سکتے ہیں۔''

'' خیر تو ہے بھائی ... کہیں تم آج عجیب باتیں بتانے پر ادھار تو نہیں کھا بیٹھے۔'' اکرام نے حیران ہو کر کہا۔

''کیسی باتیں کرتے ہیں انکل ... ہمارے انکل خان رحمان ... آپ کو پتا ہی ہے کہ سونے کی کانوں کے مالک ہیں ... ان حالات میں ہم کیوں کھا بیٹھتے ادھار۔'' فاروق نے جلدی جلدی کہا۔

'' توبہ ہے تم سے ... بات کہاں کی کہاں لے جاتے ہو۔'' محمود

بول پڑا۔

'' ان باتوں میں بس یہی بڑی بات ہے ... یہ کہیں کی کہیں چلی جاتی ہیں۔''

'' اچھا بھئی... اب ہمیں اپنا کام کرنے دو۔''

اور اکرام اپنے ماتحتوں کے ساتھ کام میں جت گیا:

'' تیر پر انگلیوں کے نشانات ملے انکل۔'' کچھ دیر بعد فرزانہ نے پوچھا۔

'' نہیں ... قاتل اتنا سیدھا نہیں لگتا ہے ... یہ کیس ہمیں ناکوں چنے چبوائے گا۔''

''پوسٹ مارٹم کی رپورٹ ملنے کے بعد ہمارا اندازہ ہے کہ ذاکر علی کو سرغابا کے کمرے میں قتل نہیں کیا گیا ... اب سوال یہ ہے انکل ... ان حالات میں کسی کو دلاور نوری کے قتل کرنے کی کیا ضرورت تھی۔''

'' پتا نہیں... میری تو عقل بالکل کام نہیں کر رہی، کچھ سمجھ میں نہیں آرہا۔''

'' میری سمجھ میں آرہا ہے... بتاؤں۔''فرزانہ نے پراسرار انداز میں کہا۔

"ضرور ... کیوں نہیں۔" اکرام اس کی طرف متوجہ ہو گیا۔

"تو پھر سنیے ... اب ظاہر ہے، دلاور نوری کو گرفتار کیا جاتا ہے... ان سے پوچھا جاتا... آپ نے ذاکر علی کو کیوں قتل کیا۔"

"اوہ ہاں! ظاہر ہے۔"

"ان کا جواب کسی اور کو پھنسوا سکتا تھا... جو شخص ان کے جواب سے پھنستا... اسی نے دلاور نوری کو قتل کیا ہے۔"

پھر کافی طویل انتظار کے بعد محمود کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی۔ اس نے فوراً اسکرین پر نظر ڈالی... فون ان کے والد کا تھا:

☆☆☆☆☆

اہم عمارت

انسپکٹر جمشید نے جونہی یہ بات محسوس کی کہ دلاور نوری ختم ہو چکا ہے تو ان کی نظر فوراً کھڑکی سے باہر پڑی ... اسی وقت انہوں نے کسی کی ہلکی سی جھلک دیکھی ... انہیں محسوس ہوا کہ جھلک کسی لڑکی کی ہے ... یہی وجہ تھی کہ وہ بلا کی تیزی سے دوڑ پڑے تھے۔

باہر نکلتے ہی انہوں نے ایک نیلے رنگ کی اسپورٹس کار کو انہوں نے خوفناک حد تک تیز رفتاری سے جاتے دیکھ لیا تھا... سڑک پر ان کی جیپ تو پہلے ہی تیار کھڑی تھی ... انہوں نے آؤ دیکھا نہ تاؤ... بجلی کی سی تیزی کے ساتھ وہ جیپ میں بیٹھے اور پوری رفتار سے اسے نیلی کار کے پیچھے دوڑا دیا۔

سڑک پر ٹریفک برائے نام تھا... اس لیے وہ آسانی سے رفتار بڑھاتے چلے گئے ... اس وقت تک نیلی کار ان کی نظروں سے اوجھل ہو چکی تھی ... تاہم انہیں یقین تھا، وہ اسے جا لیں گے ... انہیں اپنی اس

صلاحیت کا اندازہ تھا ... پہلے بھی ان گنت بار وہ ایسی صورتحال سے دوچار ہو چکے تھے ... ڈرائیونگ میں ان کی مہارت کسی بھی طرح کرنل فریدی سے کم نہ تھی ... اور صرف دس سیکنڈ کے بعد ہی نیلی کار انہیں نظر آگئی ... ان پر جوش سوار ہوگیا۔

تعاقب جاری رہا لیکن اپنی پوری مہارت کے باوجود وہ نیلی کار تک پہنچنے میں کامیاب نہ ہو پائے ... آخر انہوں نے نیلی کار کو ایک کوٹھی میں داخل ہوتے دیکھا، فوری طور پر وہ بھی کوٹھی کے دروازے پر پہنچ گئے ... کوٹھی کا دروازہ پہلے سے ہی کھلا ہوا تھا اور گاڑی اندر جاتے ہی فوری طور پر بند کر دیا گیا تھا۔

انہوں نے نیچے اتر کر دیکھا ... دیواروں پر دائروں کی صورت میں لوہے کے خاردار تاروں کا سلسلہ پیچھے تک جا رہا تھا۔ عمارت تین منزلہ تھی اور اس کا رقبہ تین ہزار مربع گز سے کم نہ تھا۔ گیٹ کے بائیں طرف ایک بورڈ پر کوٹھی کا پتہ لکھا ہوا تھا ... 126 پارک لین ...

گیٹ پر کوئی سیکورٹی گارڈ انہیں نظر نہیں آیا ... یہ ایک انوکھی سی بات تھی ... البتہ ان کی نگاہوں سے وہ تین کلوز سرکٹ کیمرے چھپے نہ رہ سکے جو اوپری منزل کی دیوار پر چھت کی منڈیر کے ساتھ نصب کیے گئے تھے ... انہوں نے آگے بڑھ کر بے تابانہ انداز میں گھنٹی بجا دی ... لیکن

ان کی بے تابی کسی کام نہ آسکی ... کوئی تین منٹ بعد دروازہ کھلا اور گہرے سبز رنگ کی وردی پہنے ایک ادھیڑ عمر آدمی کی صورت نظر آئی ... چہرے مہرے سے کسی یورپی ملک کا نظر آرہا تھا ... ایسی وردی عام طور پر بڑی کمپنیوں کے چپراسی اور نائب قاصد پہنتے ہیں ... گیٹ کھول کر وہ ایک طرف ہٹ کر کھڑا ہوگیا ...

ابھی تک اس کی نظر انسپکٹر جمشید پر نہیں پڑی تھی ... اسی وقت سیاہ رنگ کی ایک لمبی سی مرسیڈیز کار باہر نکلی ... اس کے شیشے بھی سیاہ تھے ... انسپکٹر جمشید نے اس کی نمبر پلیٹ پر نظر ڈالی اور نمبر اپنے ذہن میں محفوظ کر لیے۔

"کیا بات ہے ... کس سے ملنا مانگتا۔" گیٹ کھولنے والے نے گلابی اردو میں ان سے پوچھا۔

"ابھی ابھی ایک نیلی کار اندر آئی ہے ... مجھے کار چلانے والی خاتون سے ملنا ہے۔" انسپکٹر جمشید نے انگریزی میں کہا۔

"نیلی کار؟... نیلی کار تو یہاں نہیں آئی۔"

انسپکٹر جمشید حیران رہ گئے ... وہ کس صفائی سے جھوٹ بول رہا تھا ... لیکن پھر انہوں نے سوچا کہ ہو سکتا ہے اسے واقعی علم نہ رہا ہو:

"لیکن میں نے ابھی ابھی دیکھا ہے کہ ایک نیلی کار اسی گیٹ

سے اندر داخل ہوئی ہے اور ایک لڑکی اسے ڈرائیو کر رہی ہے۔''

یہاں ایسی کوئی کار نہیں ہے ... آئی ایم سوری ینگ مین ... آپ کو ضرور غلط فہمی ہوئی ہے۔'' یہ کہہ کر اس نے گیٹ بند کرنے کی کوشش ہی کی تھی کہ انسپکٹر جمشید نے اپنی ٹانگ گیٹ میں اڑا دی اور اسے پوری طرح حیران ہونے کا موقع دیے بغیر جیب سے اپنے محکمے کا کارڈ نکال کر اس کی آنکھوں کے سامنے لہرا دیا ... وہ بوکھلا کر ایک قدم پیچھے ہٹ گیا۔

''اوکے ... اوکے ... پلیز کم ان۔'' اس نے انگریزی میں کہا۔

انسپکٹر جمشید اس کے ساتھ اندر آگئے ، دروازے کے بائیں طرف ایک کمرہ تھا... وہ بولا:

''ہیو اے سیٹ ... پلیز بی کمفرٹ ایبل ... اگر آپ اپنا وزیٹنگ کارڈ مجھے دے سکیں تو میں اندر جاکر آپ کی آمد کی اطلاع دے دوں۔''

انسپکٹر جمشید نے جیب سے پرس نکالا ور اس میں سے ایک تعارفی کارڈ نکال کر اس کے ہاتھ میں تھما دیا۔

کارڈ لے کر وہ اندر چلا گیا ... اس دوران انسپکٹر جمشید نے کمرے کا جائزہ لیا ... کمرے میں دیواروں پر مختلف چیزوں کے اشتہار آویزاں

تھے اور اسٹاف کیلئے ہدایات لکھی ہوئی تھیں ... انہیں اندازہ ہوا کہ یہ کوئی گھر نہیں بلکہ کسی غیر ملکی کمپنی کا دفتر ہے۔

تھوڑی دیر بعد اس کی واپسی ہوئی :

''اندر سے بھی یہی بتایا گیا ہے کہ یہاں کوئی لڑکی نہیں ہے ... نہ یہاں کوئی نیلی کار آئی ہے۔''

انہوں نے دیکھا ... کارڈ ابھی تک اس کے ہاتھ میں ہی تھا۔

''میں پھر کہوں گا کہ یہ کیسے ممکن ہے ... میں نے خود دیکھا ہے نیلی کار کو اندر آتے ہوئے۔''

''میں اب کیا کہہ سکتا ہوں ... ۔'' اس نے انکار میں سر ہلایا۔

''اوہ اچھا خیر ... کیا میں اس ادارے کے مالک یا جنرل منیجر یعنی جو بھی اعلیٰ ترین عہدیدار ہے ... اس سے مل سکتا ہوں۔''

''سر ولیم گیری۔''

''ٹھیک ہے ... میرا کارڈ انہیں دے دو۔''

ملازم چلا گیا ... پانچ منٹ کے بے چین کر دینے والے انتظار کے بعد آخر وہ واپس آیا:

''پلیز کم ان۔'' اس نے قدرے جھک کر کہا۔

وہ انسپکٹر جمشید کو ایک کمرے کے دروازے تک لے آیا ، پھر بولا :

''باس اندر بیٹھے ہیں ... آپ جائیں ...''

وہ اندر داخل ہوئے ... اندر ایک گورا چٹا غیر ملکی بہت بھاری میز کے دوسری طرف ایک اونچی کرسی پر بیٹھا تھا ... اس کے سامنے ایک لیپ ٹاپ کمپیوٹر اور میز پر دستاویزات کا پلندہ تھا ... اس کے دائیں بائیں دو غیر ملکی باادب کھڑے تھے ... ان کے ہاتھوں میں بھی کچھ فائلیں تھی انداز ایسا تھا جیسے وہ اس کے ماتحت ہوں اور فائلوں پر دستخط کرا رہے ہوں:

''تم دونوں جاؤ ... ٹھہر کے آجانا ... پہلے میں ان سے بات کر لوں۔'' اس نے یہ الفاظ انگریزی میں کہے۔

دونوں نے سر جھکایا اور کمرے سے نکل گئے ... اب سر ولیم گیری ان کی طرف مڑا:

''ہاں! فرمایئے ... میں نے کارڈ پر آپ کا نام پڑھا ہے ... آپ تو اس ملک کے جانے پہچانے آدمی ہیں ... حیران ہوں ... انٹیلیجنس بیورو کو ہم سے کیا کام پڑ گیا ... فرمایئے ... میں کیا خدمت کر سکتا ہوں۔'' اس کے چہرے پر ایک خوش اخلاق مسکراہٹ تھی۔

''پوچھ سکتا ہوں ... کون سے ملک سے تعلق ہے آپ کا۔''

''کیوں نہیں! یہ انشارجہ کی ایک کوالٹی کنٹرول سروس کمپنی کا ایک

دفتر ہے ... انشارجہ کی ان کاروباری کمپنیوں کیلئے جو اس ملک سے کپڑے کی مصنوعات خریدتی ہیں ... ہم ان مصنوعات کو پرکھتے ہیں کہ آیا ان مصنوعات کا معیار نمونوں اور معاہدے کے مطابق ہے یا نہیں ... کیونکہ کچھ کمپنیاں نمونے تو اعلیٰ معیار کے بھیجتی ہیں لیکن اصل مال نمونے کے معیار کا نہیں ہوتا ... لہٰذا ہم یہیں مال کو چیک کر لیتے ہیں اور پھر انشارجہ میں جو خریدار کمپنی ہوتی ہے، اس کو بتا دیتے ہیں کہ مال معیاری ہے یا غیر معیاری ... انشارجہ کو اس ملک سے جو بھی ٹیکسٹائل کی مصنوعات برآمد کی جاتی ہیں ان کیلئے ہماری منظوری لازمی ہوتی ہے ورنہ انشارجہ کے کسٹم والے مال وہاں کی بندرگاہوں پر اترنے ہی نہیں دیتے ... انشارجہ کے سفارت خانے نے اس ملک میں ہمارا تقرر کیا ہے۔'' اس نے کافی تفصیل سے بتایا۔

''اوہ اچھا ... باہر کوئی بورڈ تو لگا ہوا ہے نہیں۔''

''بورڈ لگوایا گیا تھا ... لیکن پھر ہمارے سفارت خانے نے ہم کو مشورہ دیا کہ بورڈ اتار لو ... کیونکہ جب بھی یہاں ہنگامے اور ہڑتالیں ہوتی ہیں ... لوگ انشارجہ کی کمپنیوں کو نشانہ بنا ڈالتے ہیں ... فاسٹ فوڈ کی دکانوں پر حملوں کے بعد یہ فیصلہ کیا گیا تھا۔''

''اوہ اچھا ... دفتر کا نام۔''

''کوالٹی واچ مین۔''

''خوب! تھوڑی دیر پہلے یہاں ایک نیلی کار داخل ہوئی تھی ... اسے ایک لڑکی چلا رہی تھی... میں اس لڑکی سے ملنا چاہتا ہوں۔''

''میں پتا کراتا ہوں ... مختلف کمپنیوں کے کاروباری نمائندے تو یہاں آتے جاتے ہی رہتے ہیں۔''

یہ کہہ کر اس نے گھنٹی بجا دی ... فوراً ہی ایک باوردی چپراسی داخل ہوا:

''یس سر!''

''ورنے کو بلاؤ۔''

جلد ہی وہی ملازم اندر داخل ہوا جس سے ان کی بات ہوئی تھی۔ اب ولیم نے کہا:

''ورنے ... کوئی لڑکی نیلی کار میں عمارت میں داخل ہوئی تھی۔''

''جی نہیں۔''

''تمہیں یقین ہے کہ کوئی نیلی کار جسے ایک لڑکی چلا رہی تھی ... کمپاؤنڈ میں داخل نہیں ہوئی۔''

''جی مجھے پورا یقین ہے ... گذشتہ ایک گھنٹے سے میں ہی ڈیوٹی پر ہوں ... اور میں ہی گیٹ کھولتا رہا ہوں۔''

''آپ نے سنا انسپکٹر جمشید۔''

''یہ جواب تو میں پہلے ہی سن چکا ہوں... لیکن مشکل یہ ہے کہ میں نے اس لڑکی کو تو اندر داخل ہوتے دیکھا ہے۔'' انسپکٹر جمشید کندھے اچکاتے ہوئے مسکرائے۔

''آپ کو دھوکا ہوا ہوگا ... وہ کار آس پاس کی کسی اور کوٹھی میں داخل ہوئی ہوگی۔''

''نہیں ... میں نے دھوکا نہیں کھایا۔''

''تب پھر اس بات کا فیصلہ کیسے ہو۔'' اس نے نرم لہجے میں کہا۔

''ہم اس عمارت کی تلاشی لے لیتے ہیں۔''

''میں بڑی خوشی سے آپ کو تلاشی کی اجازت دے دیتا ... لیکن دراصل یہ میرے اختیار میں نہیں ہے۔'' ولیم گیری انتہائی مہذب لہجے میں بولا۔

''کیا مطلب؟''

''آپ کے ملک کی وزارتِ تجارت اور وزارتِ خارجہ کے ساتھ معاہدے کی رو سے یہاں کی تلاشی صرف ان دونوں وزارتوں کے اسسٹنٹ ڈائریکٹر کے عہدوں کے افسران کی اور انشارجہ کے سفارت خانے کے اتاشی برائے تجارت کی موجودگی میں ہی ممکن ہے۔''

"اوہ ...!" وہ حیران رہ گئے۔

"کیا آپ مجھے معاہدے کی دستاویز دکھا سکتے ہیں۔"

"ضرور ... کیوں نہیں ..." یہ کہہ کر وہ میز کے نچلے خانے پر جھکا اور اندر ہاتھ ڈال کر ایک فائل نکالی اور ان کے ہاتھ میں تھما دی۔

انسپکٹر جمشید نے فائل کو کھولا اور پڑھنے لگے:

"آپ چاہیں تو اپنے ذرائع سے بھی اس کی تصدیق کر سکتے ہیں۔" ولیم گیری پرسکون لہجے میں بولا۔

انسپکٹر جمشید نے اوپری جیب سے فون نکالا اور ایک نمبر تلاش کر کے کال ملائی ... پھر وہ اٹھے اور 'ایکسکیوز می' کہہ کر کمرے کے ایک کونے میں چلے گئے ... وہ ہلکی آواز میں کسی سے بات کر رہے تھے ...

دو منٹ بعد انہوں نے ایک لمبی سانس لے کر فون کان سے ہٹایا اور اسے ڈسکنکٹ کر کے جیب میں رکھ لیا ... اب وہ واپس میز کی طرف آئے ... سر ولیم گیری ہمدردانہ انداز میں ان کی طرف دیکھ رہا تھا:

"اوکے مسٹر گیری ... آپ کی بات کی تصدیق ہو گئی ہے ..."

"مجھے افسوس ہے انسپکٹر ... اگر میرے اختیار میں ہوتا تو میں ضرور آپ کی مدد کرتا ... لیکن میری بھی نوکری کا سوال ہے ... کہنے کو ایک بہت بڑے عہدے پر ہوں ... لیکن ظاہر ہے کہ مالک تو ہوں

نہیں کمپنی کا ... میری بھی حدود ہیں جن سے میں تجاوز نہیں کر سکتا۔"

"لیکن ... اس معاہدے کی آخر سرے سے ضرورت ہی کیوں پیش آئی ... میرا مطلب ہے کہ ایسا کوئی معاہدہ اس سے پہلے میری نظر سے نہیں گزرا ... اور جہاں تک میرا خیال ہے کہ ہمارے عدالتی نظام میں اس کی کوئی گنجائش بھی نہیں ہے۔"

"میں سمجھ گیا ... آپ یہ کہنا چاہ رہے ہیں کہ یہ معاہدہ غیر قانونی ہے ..."

"جی ہاں ... اگر اسے عدالت میں چیلنج کر دیا جائے تو عدالت اسے منسوخ کر دے گی ... اور یہی چیز مجھے شبے میں ڈال رہی ہے کہ یہاں ایسا کیا کام ہو رہا ہے جس پر پردہ ڈالنے کی ضرورت محسوس ہوئی۔"

"بھلا میں کیا کہہ سکتا ہوں ... میں تو ویسے بھی آپ کے ملک کا شہری نہیں ہوں ... ویسے آپ چاہیں تو عمارت کے کمپاؤنڈ میں موجود گاڑیوں کو ایک نظر دیکھ سکتے ہیں ... یہ البتہ میرے اختیار میں ہے۔"

"اس کی کوئی ضرورت نہیں ... بہرحال آپ کا شکریہ ..." یہ کہہ کر انہوں نے اس سے ہاتھ ملایا اور باہر نکل آئے ...

ور نے نہایت مودب انداز میں ان کو باہر تک لایا:

''اوہ ... مسٹر ورنے ...'' وہ اس طرح پلٹے جیسے کوئی بات یکا یک یاد آئی ہو۔ ''کیا آپ مجھے یہاں کا فون نمبر دے سکتے ہیں ... شاید سر ولیم گیری سے دوبارہ بات کرنے کی ضرورت پیش آجائے۔''

''جی ہاں! کیوں نہیں ...'' یہ کہہ کر اس نے نمبر بتانے شروع کر دیئے جسے انسپکٹر جمشید نے اپنے موبائل میں محفوظ کر لیا:

''شکریہ ... ویسے حیرت ہے کہ اس وقت رات کے آٹھ بج رہے ہیں لیکن سر ولیم ابھی تک دفتر میں ہی بیٹھے ہیں ... گھر کس وقت تک چلے جاتے ہیں ...''

''اس عمارت کے ہی ایک کمرے میں ان کی رہائش ہے ... اس لئے جب تھک جاتے ہیں دفتر والے کمرے سے اٹھ کر اپنے کمرے میں چلے جاتے ہیں:'' ورنے مسکرایا۔

وہ باہر آگئے ... کار میں بیٹھ کر انہوں نے موبائل پر ایک نظر ڈالی اور مسکرائے ... نمبر نوٹ کرنے کے دوران انہوں نے ورنے کی تصویریں اتار لی تھیں ... ان کے ذہن میں ایک منصوبہ تھا اور چہرے پر شریر بچوں والی مسکراہٹ ... اور اس مسکراہٹ کا مطلب صرف وہی جانتے تھے۔

وہ جان بوجھ کر تلاشی کے معاملے پر ولیم گیری سے نہیں الجھے تھے ... کیونکہ وہ جانتے تھے کہ اندر وہ شدید خطرے میں تھے ... وہ اندازہ لگا

چکے تھے کہ اس پوری عمارت میں جگہ جگہ خطرناک آلات لگے ہوئے ہیں اور پھر ان کی چھٹی حس کم از کم اتنا تو بتا ہی سکتی تھی عمارت میں داخل ہونے کے ساتھ ہی انہیں نشانے پر رکھ لیا گیا تھا ... ذرا سی غلط حرکت انہیں موت کے منہ میں پہنچا سکتی تھی ... صاف ظاہر تھا کہ ولیم گیری نیلی کار اور لڑکی کی عمارت میں آمد چھپانے کی کوشش کر رہا تھا ... اور وہ جانتے تھے کہ جو لوگ اس قسم کے کاموں میں ملوث ہوتے ہیں ان کے پاس ہر انتظام موجود ہوتا ہے ... لہذا مصلحت کا تقاضہ یہی تھا کہ براہ راست ٹکراؤ کے بجائے عقل سے کام لیا جائے۔

دلاور نوری کی قاتلہ کا تعاقب کرتے ہوئے یہاں تک پہنچ جانا اس کیس میں ایک بڑی چھلانگ تھی ... معاملہ اب سنگین رخ اختیار کر چکا تھا ... انتارجہ سے تعلق رکھنے والے گروپ بھی اس کیس میں ملوث تھے ... اب اگر وہ لڑکی ہاتھ لگ جاتی تو اس سے بہت کچھ اگلوایا جا سکتا تھا ... لیکن کیسے ... اس کا ایک ہی طریقہ تھا ... اور وہ یہ تھا کہ لڑکی کسی طرح خود ہی عمارت سے باہر آئے اور وہ اسے چھاپ لیں ... لیکن یہ خاصا مشکل کام تھا ... عام حالات میں تو شاید انسپکٹر جمشید کے وہاں کھلم کھلا پہنچ جانے کے بعد اب تو شاید کئی دن وہ اسے عمارت سے باہر نکلنے ہی نہ دیتے۔

ان کا ذہن تیزی سے ایک منصوبہ بننے میں مصروف تھا ... پھر انہوں نے جیپ کی اندرونی دراز سے کوڈ ڈبل زیرو کا اپنا وہ مخصوص ٹرانسمیٹر نکالا جس کو وہ خفیہ فورس کے چیف سے رابطے کیلئے استعمال کرتے تھے ... سلسلہ ملتے ہی بولے:

''پتہ نوٹ کرو ... اپنے بہترین کمانڈو ساتھ لے جاؤ اور کسی بھی طرح اس عمارت سے نیلی گاڑی اور ایک لڑکی کو برآمد کر کے ٹھکانے نمبر پانچ پر پہنچو ... جلدی کرو۔''

ٹرانسمیٹر بند کر کے انہوں نے موبائل فون جیب سے نکالا اور کسی کا نمبر ملانے لگے۔

☆☆☆☆☆

دھواں اور آگ

ایک کے بعد ایک چار دستی بم پھینکے گئے تھے اور پورا کمپاؤنڈ زوردار دھماکوں سے گونج اٹھا تھا ... فائر الارم بج اٹھے اور فائرنگ بھی شروع ہوگئی ... پھر کسی نے چلا کر کہا تھا:

''دوڑو باہر کی طرف ... دہشت گردوں نے حملہ کردیا ہے ...''

دیکھتے ہی دیکھتے عمارت سے لوگ گھبراہٹ کے عالم میں باہر نکلتے دکھائی دیے ... لیکن باہر کا منظر دیکھ کر ان کے ہوش اڑ گئے ... چار نقاب پوش دہشت گرد عمارت پر اندھادھند فائرنگ کر رہے تھے ...

باہر نکلنے والے الٹے قدموں گرتے پڑتے واپس اندر کی طرف دوڑے ... چند ہی لمحوں میں پولیس کے بیس سے زائد کمانڈوز نے دہشت گردوں کے گرد گھیرا ڈال دیا اور پھر دہشت گردوں اور پولیس کے درمیان فائرنگ کا تبادلہ ہونے لگا ...

حملہ آوروں میں سے کسی نے علاقے کے بجلی کے ٹرانسفارمر پر

کلاشنکوف کا برسٹ مارا ... ٹرانسفارمر دھماکے سے پھٹا اور قرب و جوار کا پورا علاقہ تاریکی میں ڈوب گیا ... اب صرف فائروں کی آوازیں سنائی دے رہی تھیں ...

اسی دوران پولیس کے آٹھ جوان عمارت میں داخل ہونے میں کامیاب ہوگئے ... ان میں سے ایک ایس ایس پی رینک کا افسر تھا اور وہی سب سے آگے تھا ... اندر کمپاؤنڈ میں پریشان کھڑے لوگوں کی طرف بڑھتے ہوئے اس نے پوچھا:

'' کتنے افراد ہیں اندر ...''

'' کوئی نہیں ... سب باہر آچکے ہیں ...'' ٹوٹی پھوٹی اردو میں کسی نے جواب دیا ... اندھیرے میں شکلیں صاف نظر نہیں آرہی تھیں ...

'' ہم آپ سب کو حفاظت کے ساتھ یہاں سے نکال لے جائیں گے ... وقت بہت کم ہے اور دہشت گرد کسی وقت بھی اس عمارت کو ملبے کے ڈھیر میں تبدیل کرسکتے ہیں ...'' اسی پولیس والے نے کہا۔

''لیکن آفیسر، ہم میں سے چند ایک کو یہاں ٹھہرنا پڑے گا ... کچھ اہم چیزیں ایسی ہیں جن کی حفاظت کرنا ہم پر لازم ہے۔''

'' آپ کون ہیں ... میرا مطلب ہے ... نام کیا ہے آپ کا ؟''

'' گیری ولیم ...''

'' تو مسٹر ولیم ... اس وقت میں آپ کو اس کی اجازت نہیں دے سکتا ... آپ لوگوں کی جان بچانا میرے لئے اہم ترین ہے ... یہ دہشت گرد شاید یہ بات جانتے ہیں کہ آپ کی کمپنی کا تعلق انٹارجہ سے ہے ... اور اسی لئے آپ کے دفتر کو نشانہ بنایا گیا ہے۔'' پولیس آفیسر نے مضبوط لہجے میں کہا۔

'' اوہ ! لیکن یہ سب ہوا کیسے ...''

'' باقی باتیں بعد میں ... پہلے یہ بتائیں کہ عمارت کے اندر کوئی اور تو نہیں ... آپ اپنا اطمینان کرلیں کہ کوئی اندر رہ تو نہیں گیا ...''

اس نے پلٹ کر اپنے ساتھیوں کی طرف دیکھا ... پھر چونکا:

'' اگاتھا کہاں ہے ؟''

'' سر! وہ نیچے بیسمنٹ (تہہ خانے) میں ہے ...''

'' اوہ ! بلاؤ اس کو ... بلکہ میں خود ہی جا کر اسے لے آتا ہوں۔'' یہ کہہ کر وہ اندر کی طرف دوڑتا چلا گیا ...اور تین منٹ کے بعد ایک لڑکی کو ساتھ لئے باہر نکلا ... یہ بیس اکیس برس کی ایک اسمارٹ سی لڑکی تھی جو جینز اور ٹی شرٹ پہنے تھی ...

باہر فائرنگ کی شدت میں اس دوران کچھ کمی آگئی تھی ... اسی وقت SSP نے اپنے ساتھیوں کو اشارہ کیا اور ان میں سے ایک نے

ریلیس پر باہر کسی کو پیغام دیا ...

چند ہی لمحوں میں ایک بلٹ پروف وین اندر داخل ہوئی ... دیکھنے میں وہ ایسی ہی وین تھی جیسی سیکورٹی کمپنیاں بنکوں سے کیش ادھر ادھر منتقل کرنے کیلئے استعمال کرتی ہیں ...

SSP نے آگے بڑھ کر وین کا دروازہ کھولا اور سب سے پہلے لڑکی کو اندر بٹھانے کیلئے اس کا ہاتھ پکڑا اور اسے اندر بیٹھ جانے کیلئے کہا ... اب وہ ولیم گیری کی طرف بڑھا اور دوسرا ہی لمحہ ولیم گیری کیلئے اس کی زندگی کا سب سے بڑا جھٹکا ثابت ہوا ...

وہ جھٹکا ہی تھا جس کے نتیجے میں وہ اچھل کر دور جا پڑا تھا ... اس سے پہلے کہ وہ معاملے کی تہہ تک پہنچ پاتا دیگر پولیس والوں نے باقی لوگوں کے قدموں کے قریب گولیوں کی باڑھ ماری اور وہ سب بوکھلا کر ادھر اُدھر گر پڑے ...

دیکھتے ہی دیکھتے پولیس کے جوان وین میں بیٹھے اور وین جس رفتار سے اندر داخل ہوئی تھی اس تیزی کے ساتھ ریورس ہو کر کمپاؤنڈ سے باہر نکل گئی ...

SSP نے وین میں بیٹھنے کے بعد پلٹ کر پچھلی نشستوں کی طرف دیکھا جہاں دو لڑکیاں اگاتھا کے منہ پر ٹیپ چپکا رہی تھیں ...ان میں

سے ایک خفیہ فورس کی نائب انچارج تھی اور ابھی حال ہی میں انسپکٹر جمشید نے اسے خفیہ فورس میں شامل کیا تھا ... اس کا نام سارہ تھا ...

اگاتھا کے ہاتھ اور پاؤں وہ پہلے ہی مضبوط ڈوری سے باندھ چکی تھیں ... اگاتھا کا چہرہ دھواں ہو رہا تھا ... پھر اس کی ناک سے ایک رومال آلگا اور اس کا ذہن تاریکیوں میں ڈوبتا چلا گیا۔

SSP نے جیب سے ٹرانسمیٹر نکالا اور آن کر کے بولا:

’’ کام ہو گیا سر ... لڑکی ہمارے قبضے میں ہے ...‘‘

اس کے بعد وین میں خاموشی چھا گئی ... عمارت کے باہر اس وقت بالکل سناٹا تھا ... تھوڑی دیر پہلے کی ہنگامہ آرائی کا دور دور تک پتا نہ تھا ...

وہ دہشت گرد بھی نہ جانے کہاں غائب ہو گئے تھے ... وہ مسکرایا ... شاید یہ سوچ رہا تھا کہ صبح کے اخبار اس واقعے کی کیسی سنسنی خیز سرخیاں لگائیں گے ... ٹی وی چینلوں نے تو بریکنگ نیوز نشر کرنا بھی شروع کر دی ہوں گی کہ دہشت گردوں نے انٹارجہ کی ایک کمپنی کے دفتر پر جدید اسلحے کے ساتھ دھاوا بول دیا ہے ...

لیکن کون جانتا تھا کہ یہ انسپکٹر جمشید کی خفیہ فورس کی کارروائی تھی جس کا مقصد اس لڑکی کو عمارت سے برآمد کروانا تھا جسے انسپکٹر جمشید نے

دلاور نوری کو قتل کر کے فرار ہوتے اور پھر اسی عمارت میں داخل ہوتے دیکھا تھا ...

SSP کے میک اپ میں کوئی اور نہیں بلکہ خفیہ فورس کا انچارج تھا اور باقی اسی فورس کے انتہائی تربیت یافتہ کمانڈوز ... جو اب ایک کامیاب آپریشن کے بعد واپس لوٹ رہے تھے۔

☆☆☆☆☆

لڑکی

چند منٹ بعد وین خفیہ ٹھکانے نمبر پانچ میں داخل ہوئی ... وہ بدستور بے ہوش تھی ... اسی حالت میں اسے اٹھا کر ایک اندرونی کمرے میں لا کر ایک صوفے پر ڈال دیا گیا۔

دس منٹ کے بعد انسپکٹر جمشید بھی کمرے میں داخل ہوئے۔

''اسے ہوش میں لاؤ۔'' انہوں نے سارہ سے کہا۔

ہوش میں آکر اگاتھا نے حیرت اور خوف کے عالم میں چاروں طرف دیکھا ... پھر اس کی نظریں ان سب کا باری باری جائزہ لینے لگیں ... آخر اس کے منہ سے بھرائی ہوئی آواز میں نکلا:

''یہ سب کیا ہے۔''

''اب اس عمارت میں یا تو تم سچ اگلو گی ... یا یہیں بھوکی پیاسی ایڑیاں رگڑ رگڑ کر مر جاؤ گی ... تمہاری تلاش میں نکلنے والے یہاں نہیں پہنچ پائیں گے۔'' انسپکٹر جمشید سرد لہجے میں بولے۔

'' انہیں تو بس آیا ہی سمجھو۔'' اس نے نفرت زدہ انداز سے پھنکار کر کہا۔

'' اچھی بات ہے ... ایسا کرو کہ پہلے تم ان کا انتظار کرلو ... جب انتظار کرتے تھک جاؤ ... تب ہم سے بات کر لینا۔''

یہ کہہ کر وہ سب اسے کمرے میں تنہا چھوڑ کر باہر نکل آئے ... کمرے کا دروازہ بند کردیا گیا...

انسپکٹر جمشید نے محمود کے نمبر ملائے اور اسے ہدایت کی کہ فاروق اور فرزانہ کے ساتھ جلد از جلد گھر واپس پہنچے... انہیں صورتحال بتا دی گئی... انہیں احساس تھا کہ اب جلد ہی ہلچل مچنے والی تھی۔

اب ولیم گیری اتنا بھی احمق نہیں تھا کہ یہ بھی نہ جان سکتا کہ لڑکی کے اغوا میں انسپکٹر جمشید کا ہاتھ ہے ... جب کہ کچھ ہی دیر پہلے وہ اسی لڑکی کی تلاش میں اس کے دفتر تک پہنچ چکے تھے۔

اب جلد ہی ان پر ہر طرف سے دباؤ پڑنے والا ہے ... لڑکی کے بارے میں انچارج اور سارہ کو ہدایات دے کر وہاں سے وہ اپنے گھر آگئے ... وین کے اندر ہی آلات کے ذریعے لڑکی کو چیک کر لیا تھا کہ اس کے پاس کوئی ایسی چیز نہ ہو جس کے ذریعے اس کا سراغ لگا لیا جائے۔

اور پھر انسپکٹر جمشید کا اندازہ بالکل درست ثابت ہوا ... ابھی وہ گھر پہنچے تھے کہ گھر کے فون کی گھنٹی بجی ... فون آئی جی صاحب کا تھا ... وہ بہت گھبرائی ہوئی آواز میں کہہ رہے تھے :

'' جمشید ... یہ تم نے کیا کیا۔''

'' جی میں نے ... آپ کا اشارہ کس طرف ہے سر۔''

'' تم نے انشارجہ کے ایک دفتر کی ملازم لڑکی کو غائب کروا دیا ہے... ان کا مطالبہ ہے ... لڑکی کو فوری طور پر واپس کیا جائے ... تم کہیں نہ جانا ... میں تمہاری طرف آرہا ہوں۔''

'' تو پھر آجائیے... تاکہ صورتِ حال واضح ہو جائے۔''

'' میں آرہا ہوں ... تم گھر میں ہی ٹھہرنا۔''

'' آپ فکر نہ کریں سر۔''

اور پھر پندرہ منٹ بعد دروازے کی گھنٹی بجی ... انسپکٹر جمشید نے اٹھ کر دروازہ کھولا اور حیرت زدہ رہ گئے... باہر آئی جی صاحب کے ساتھ سپرنٹنڈنٹ پولیس فاضل کھڑا تھا ... وہی فاضل جسے انسپکٹر جمشید کی کامیابیاں ایک آنکھ نہیں بھاتی تھیں اور جو پہلے انسپکٹر تھا لیکن وقت کے ساتھ ساتھ ترقی پا کر اب ایس پی بن چکا تھا ... ان کے ساتھ پولیس کے کئی جوان بھی کھڑے تھے۔

فاضل ان کو دیکھ کر طنزیہ انداز میں مسکرایا اور اپنے ماتحتوں سے سخت لہجے میں بولا:

"انہیں ہتھکڑیاں پہنا کر گرفتار کر لیا جائے۔"

ایک لمحے کے لیے وہ دھک سے رہ گئے۔ پھر انسپکٹر جمشید بولے:

"یہ ... یہ سب کیا ہے سر۔" انہوں نے آئی جی صاحب کی طرف دیکھا جو نہ جانے کیوں ان سے نظریں نہیں ملا پا رہے تھے۔

آئی جی صاحب نے کوئی جواب نہ دیا ... اسی وقت دو پولیس والے ہتھکڑیاں لے کر آگے بڑھے:

"ٹھہرو! لاؤ یہ ہتھکڑیاں مجھے دے دو ... یہ میں اپنے ہاتھ سے انسپکٹر جمشید کو پہناؤں گا ..."

ہتھکڑیاں پہناتے ہوئے اس کے چہرے پر ایک فاتحانہ مسکراہٹ تھی ... اس حالت میں بھی انسپکٹر جمشید مسکرائے بغیر نہ رہ سکے ... انہوں نے سوچا "بے چارہ ... کس قدر کم ظرف آدمی ہے ..."

"چلیے سر ... آپ کو وزیر داخلہ کے حکم پر گرفتار کیا جاتا ہے۔"

"اوہ اچھا ... گویا یہ وزیر داخلہ کا حکم ہے جس پر آپ عمل کر رہے ہیں ..." انسپکٹر جمشید نے کہا۔

آخر پولیس انہیں باہر لے آئی ... اس قسم کے مناظر آس پاس

کے لوگوں کے لیے نئے نہیں تھے۔ دشمن طاقتیں انہیں ایک طرف کرنے کے پروگرام بناتی ہی رہتی تھیں، اس لیے کسی نے حیرت ظاہر نہ کی۔

آخر انہیں آئی جی صاحب کے دفتر لایا گیا ...

دفتر میں داخل ہونے کے بعد آئی جی صاحب نے فاضل کو گھور کر دیکھا اور بولے:

"اب تم جا سکتے ہو ..."

"لل ... لیکن سر ... وز ... وزیر داخلہ نے ..."

"میں نے کہا نا ... اب تم جاؤ ..." انہوں نے انتہائی سخت لہجے میں کہا۔

فاضل سچ مچ گڑبڑا گیا تھا ... وہ بوکھلا کر پلٹا اور اسی بوکھلاہٹ میں اس کا سر دروازے کی چوکھٹ سے جا ٹکرایا۔ اس کے باہر نکلنے اور دروازہ بند ہو جانے کے بعد آئی جی صاحب نے کہا:

"اب ہم بات کر سکتے ہیں۔"

"وہاں کیا بات تھی سر۔"

"مجھے یہ حکم تھا کہ تم لوگوں کو گرفتار کر کے لانا ہے ... سو میں نے کیا ... وزیر داخلہ تم سے کافی خار کھاتے ہیں ... اور یہ فاضل انہی کی سفارش پر ترقی پا کر ایس پی بنا دیا گیا ہے ... خاص آدمی سمجھا جاتا ہے

ان کا ... اس کو میرے ساتھ اس لئے بھیجا گیا تھا کہ میں تم سے کوئی نرمی نہ کروں یا تم کو فرار ہونے کا موقع نہ دے دوں ... لیکن خیر ... اب ہم بات کر سکتے ہیں ...''

'' چلیے کوئی بات نہیں ... ہمیں نہ آپ سے گلہ ہے ... نہ وزیرِ داخلہ صاحب سے...

'' دراصل جہاں تم کسی لڑکی کی تلاش میں گئے تھے ... تم جانتے ہی ہو کہ وہ انشارجہ کی ایک نیم سرکاری کمپنی کا دفتر ہے ...''

'' اس لڑکی کا تعلق بھی سر غابا کے بھائی کے قتل والے معاملے سے ہے ... اور اب تک تو آپ کو اکرام کی طرف سے اطلاع مل ہی گئی ہوگی کہ سر غابا کے دوست دلاور نوری کو بھی قتل کر دیا گیا ہے اور قتل اسی لڑکی نے کیا ہے ... میں نے دلاور نوری کے گھر سے اس کا تعاقب اس دفتر تک کیا تھا ...''

'' کچھ بھی ہو جمشید ... حکومت اس وقت انشارجہ کے شدید دباؤ میں ہے ... اور اسی لئے تم لوگوں کو گرفتار کیا جا رہا ہے ... لیکن خوش قسمتی سے ہماری عدالتیں آج کل حکومتی دباؤ میں نہیں ہیں اور میرٹ کی بنیاد پر آزادانہ فیصلے کرتی ہیں لہٰذا تم لوگوں کو بغیر کسی ٹھوس وجہ کے زیادہ دیر تک حوالات میں نہیں رکھا جا سکے گا ... فوری طور پر تم لوگوں کی

ضمانت ہو جائے گی ... اس کا انتظام بھی کر لیا گیا ہے۔''

'' آپ اپنے پروگرام پر عمل کریں۔''

'' تم لوگوں کو کچھ دیر محکمے کی حوالات میں وقت گزارنا پڑے گا۔'' آئی جی صاحب نے کہا۔

'' چلیے جناب!''

وہاں سے انہیں حوالات لایا گیا ... اسی وقت سب انسپکٹر اکرام ایک وکیل کو ساتھ لے کر وہاں پہنچا ... ضمانت کے کاغذات وکیل کے پاس تھے ... اور انہیں حوالات سے نکال دیا گیا ... ظاہر ہے کہ وکیل کا انتظام بھی آئی جی صاحب نے ہی کیا تھا ... یہ گویا انشارجہ کا منہ بند رکھنے کا طریقہ تھا کہ انشارجہ کو خوش کرنے کیلئے انہیں گرفتار بھی کر لیا گیا اور پھر قانون کی مدد سے رہا بھی کرا لیا گیا۔

اس کے بعد وہ سیدھے خفیہ ٹھکانے نمبر پانچ پر پہنچے ... لیکن بھیس بدل کے ... اس حالت میں اگر کوئی انہیں دیکھتا تو یہی سمجھتا کہ کوئی دیہاتی اپنے بچوں کے ساتھ دن محنت بھر کی دوڑ دھوپ کے بعد شہر کے مضافات میں اپنے گھر واپس جا رہا ہے ... اور اس دوران بیگم جمشید کا فون انہیں ملا ... وہ کہہ رہی تھیں:

'' پولیس نے ہمارے گھر کی خوب اچھی طرح تلاشی لی ہے ... وہ

لڑکی کو برآمد کرنا چاہتے تھے۔''

''جو ہو رہا ہے... ٹھیک ہو رہا ہے۔''

ٹھکانے پر پہنچ کر انہوں نے لڑکی والے کمرے کا دروازہ کھولا اور
اندر داخل ہو گئے... اس کے چہرے پر غصہ ہی غصہ تھا:

''آخر مجھے یہاں کیوں لایا گیا ہے... عدالت میں کیوں پیش
نہیں کیا گیا... یہ کیا قانون ہے۔''

''عدالت میں تو اسے پیش کیا جاتا ہے جسے گرفتار کیا گیا ہو...
تمہیں تو ہم اغوا کر کے لائے ہیں۔''

وہ لگی ادھر ادھر دیکھنے...

''تم نے دلاور نوری کو کیوں قتل کیا۔''

''میں نے ایسا کچھ نہیں کیا۔''

''یہ جملہ عدالت میں کہا جائے تو ضرور مفید ہو سکتا ہے... یہاں
نہیں... کیونکہ میں نے خود تمہیں قتل کے بعد وہاں سے فرار ہوتے دیکھا
ہے... اور تمہارا پیچھا کیا تھا۔''

''تم بلاوجہ مجھ سے ایک جرم کا اقرار کرانا چاہتے ہو... تو
میں اقرار کر لیتی ہوں کہ میں نے... کیا نام بتایا تم نے۔'' اس نے
مسکرا کر کہا۔

''دلاور نوری...''

''ہاں تو میں نے دلاور نوری کو قتل کیا ہے... جس کے بارے
میں، میں کچھ بھی نہیں جانتی۔'' اس نے تیز تیز لہجے میں کہا۔

''اچھی بات ہے... تمہاری مرضی... اب ہم دوسرے طریقے
سے بات ثابت کیے دیتے ہیں۔''

''مجھے خوشی ہوگی... بلکہ میری طرف سے اجازت ہے... تم چاہو
تیسرے طریقے سے ثابت کر دو... مجھے کوئی اعتراض نہیں۔''

''ٹھیک ہے۔''

اب انسپکٹر جمشید نے اکرام کو فون کیا:

''ہاں بھئی کیا رپورٹ ہے۔''

''دلاور نوری کی موت زہر سے ہوئی ہے... کھڑکی کے باہر
ایک بلو پائپ نما ایک آلہ ملا ہے... یوں کہہ لیں کہ یہ ایک الیکٹرونک
بلو پائپ ہے... تیر اس بلو پائپ سے رکھ کر چلایا گیا تھا... یہ بہت جدید
انداز کا ہے... اس کے ذریعے سو فیصد درست نشانہ لیا جا سکتا ہے۔''

''خوب! اس پر انگلیوں کے نشانات ہیں۔''

''انگلیوں کے تو نہیں، البتہ ڈی این اے ٹیسٹ کے دوران بلو
پائپ کی نلکی والے حصے میں تھوک کے ذرات چپکے ملے ہیں۔''

"کیا ان ذرات کا تجزیہ کیا گیا ہے۔"

"یس سر... رپورٹ ہے میرے سامنے..."

"اوکے... بس تو پھر یہ رپورٹ فرزانہ کے ای میل پر بھیج دو۔"

"بہت بہتر سر۔"

فون بند کر کے وہ سارہ کی طرف پلٹے:

"کیا ہماری لیبارٹری میں ڈی این اے ٹیسٹ کے آلات اور کیمیکل موجود ہیں..."

"جی سر... ہمارے پاس ڈی این اے ٹیسٹ کرنے کیلئے جیبی سائز کے جدید ترین آلات موجود ہیں... بالکل ویسے ہی جو سیکنڈوں میں بلڈ شوگر اور کولیسٹرول ناپنے کیلئے ہوتے ہیں اور گھروں میں بھی رکھے جاتے ہیں..."

جلد ہی اکرام کا ای میل پہنچ گیا جسے فرزانہ نے اپنے موبائل پر وصول کیا۔ اب زبردستی اس لڑکی کے منہ سے لعاب کا نمونہ لیا گیا... ٹیسٹ کیا تو اس کی رپورٹ اور بلوپائپ کی رپورٹ میں کوئی فرق نہیں ملا... دونوں نتائج ایک جیسے تھے:

"اب تم کیا کہتی ہیں۔"

"کہنے کو تو میں یہ بھی کہہ سکتی ہوں کہ یہ سب میرے خلاف

سازش ہے... لیکن میں تو خود ہی یہ کہہ چکی ہوں کہ میں نے دلاور نوری کو قتل کیا ہے... یہ اور بات ہے کہ تم میرا بگاڑ کچھ نہیں سکتے۔"

"بہت خوب! تم ابھی تک یہ سمجھ رہی ہو کہ انشارجہ تم کو اپنے اثر و رسوخ سے چھڑا لے گا، لیکن ایسا ہوگا نہیں۔"

"کوئی پروا نہیں... کیونکہ ایسا ہی ہوگا۔" اس نے کہا۔

"اچھی بات ہے... اگر تم نے یہ بتا دیا کہ دلاور نوری کو کیوں قتل کیا گیا تو ہم تمہیں رہا کر دیں گے... ورنہ اسی عمارت میں گڑھا کھود کر دبا دیں گے۔" ان کا لہجہ سرد ہوگیا۔

"آپ مجھے ڈرانے کی کوشش کر رہے ہیں... لیکن میں ایسی باتوں سے ڈرنے والی نہیں۔" اس نے اب بھی بے خوف ہو کر کہا۔

"میری ملک کی انٹیلیجنس تمہاری سوچ سے بھی زیادہ تیز رفتار ہے... یہاں پہنچ جائے گی... اسے تمہارے ملک کے چپے چپے کا پتا ہے۔" اس نے نفرت زدہ انداز میں کہا۔

"وہ یہاں ضرور پہنچ جائے گی... لیکن تمہیں تلاش نہیں کر سکے گی... یہ عمارت ایسی نہیں... جسے تلاش کر لیا جائے... تمہیں ابھی تجربہ ہو جائے گا۔"

عین اس وقت ایک خفیہ فورس کا ایک کارکن اندر داخل ہوا... اس

نے اپنا چہرہ کپڑے کے ماسک کے پیچھے چھپایا ہوا تھا، اس نے کہا:

'' سر! انشاجہ کے کمانڈوز نے پوری عمارت کو گھیر لیا ہے۔''

یہ سنتے ہی اگاتھا کے حلق سے زوردار قہقہہ نکلا:

'' دیکھا تم لوگوں نے ... تم لوگ چیز ہی کیا ہو ...''

'' نہیں ابھی تک تو نہیں دیکھا ... آئینہ ہے تمہارے پاس۔'' فاروق نہایت سنجیدگی سے بولا۔

'' تمہارا دماغ تو نہیں خراب ہوگیا۔'' وہ جل کر بولی۔

'' آئینے میں خود کو دیکھ کر بتائیں گے نا ... کہ ہم کیا چیز ہیں۔'' فرزانہ مسکرائی۔

اگاتھا نے منہ دوسری طرف پھیر لیا۔

'' ویسے یہ انشارجہ کے کمانڈوز اتنی آسانی سے ہمارے ملک میں کیسے داخل ہوجاتے ہیں ... ہماری فوج اور پولیس ایسے موقعوں پر کیا کر رہی ہوتی ہے۔'' محمود نے حیرت زدہ لہجے میں کہا۔

'' دراصل انشارجہ ہماری فوجی ہائی کمان کی اجازت سے ہی اپنے سفارتخانوں کی حفاظت کے نام پر اپنی اسپیشل فورسز کے دستے ہمارے ملک میں رکھتا ہے ... اور یہ دستے سفارتخانوں میں ہی رہتے ہیں ... کہنے کو دہشت گردوں کے حملوں سے بچاؤ کیلئے لیکن دراصل ایسے کاموں

کیلئے ...'' انہوں نے آخری جملہ اگاتھا کی طرف اشارہ کر کے ادا کیا۔

اسی دوران انچارج اندر داخل ہوا اور اس نے کہا:

'' آپ سب کو بم پروف تہہ خانے میں چلنا ہوگا۔''

'' ٹھیک ہے ... ہم چلتے ہیں۔''

سارہ نے لڑکی کو بازو سے پکڑ لیا ... اسی وقت کمرے میں ایک خفیہ دروازہ کھل گیا ... اس سے سیڑھیاں نیچے جاتی نظر آرہی تھیں۔ وہ سیڑھیاں اترتے چلے گئے ... ادھر دروازہ خود بخود بند ہوگیا۔

اب وہ تہہ خانے میں تھے:

'' کیا تم سمجھتے ہو وہ اس تہہ خانے کا سراغ نہیں لگا سکیں گے۔''

'' ہاں! ہم یہی سمجھتے ہیں۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' بہت جلد معلوم ہو جائے گا کہ تم لوگ خوش فہمی میں مبتلا ہو۔'' اس نے بلند آواز میں کہا۔

'' تمہاری آواز اس تہہ خانے سے باہر کہیں نہیں جائے گی ... یہ ساؤنڈ پروف عمارت ہے ... لہٰذا خوب چیخ لو ... وہ لوگ اس تہہ خانے کا سراغ نہیں لگا سکیں گے ... اب تم یہاں سے نہیں نکل سکو گی۔''

اچانک انسپکٹر جمشید کے موبائل کی گھنٹی بج اٹھی ... انہوں نے اسے آن کر کے کان سے لگایا ... اور وہاں سے ہٹ گئے ... اب وہ کمرے

کے ایک کونے میں کھڑے ہو کر بات کر رہے تھے ... محمود، فاروق، فرزانہ بڑے غور سے ان کی طرف دیکھ رہے تھے ... شاید چہرے کے اتار چڑھاؤ سے اندازہ لگانے کی کوشش کر رہے تھے کہ فون کس کا ہے اور بات کیا ہو رہی ہے ... اگاتھا کی پوری توجہ بھی انسپکٹر جمشید کی طرف تھی ... پھر وہ تھکے تھکے انداز میں پلٹے اور ان کی طرف آئے:

'' یہ جیتی ہم ہارے ...'' ان کے منہ سے نکلا۔

'' کیا !!! '' تینوں ایک ساتھ چیخے۔

'' میں نے تو پہلے ہی کہا تھا ... چلو اب اچھے بچوں کی طرح مجھے باہر تک چھوڑ آؤ۔'' اگاتھا چہک کر بولی۔

'' ہاں بھئی ... یہ ٹھیک کہہ رہی تھی ... آرمی ہیڈ کوارٹر سے فون تھا ... ان کا کہنا ہے کہ اس لڑکی پر جو بھی الزام ہے ... اس کی انکوائری انشارجہ کی خفیہ ایجنسی خود ہی کرے گی ... یہ ان کی خاص ایجنٹ ہے ... اور اسے کسی قیمت پر وہ ہماری تحویل میں نہیں چھوڑ سکتے ...''

'' لیکن انہیں یہ کیسے علم ہوا کہ یہ یہاں ہے ... خفیہ فورس کے اس نئے ٹھکانے کا اس جگہ کا علم تو ہمارے علاوہ کسی کو بھی نہیں ہے ... پھر وہ یہاں کیسے پہنچ سکتے ہیں۔'' فاروق بے چینی کے عالم میں کہتا چلا گیا ... فرزانہ کی آنکھوں میں آنسو آگئے تھے ... یہ ان کیلئے بہت بڑی

شکست تھی ... اگاتھا کے ذریعے وہ باآسانی معاملے کی تہہ تک پہنچ سکتے تھے ... اور یہ تو صاف ظاہر تھا کہ ذاکر علی اور دلاور نوری کے قتل کے پیچھے انشارجہ کے ایجنٹوں کا ہاتھ تھا ... لیکن اصل کہانی کا پتہ لگنا ابھی باقی تھا ... لیکن وہ کر ہی کیا سکتے تھے ...

'' ایسا لگتا ہے کہ ان سے ہمارا کوئی راز محفوظ نہیں ہے۔''

'' یہ تو وہی ہوا ... ٹائیں ٹائیں فش ...'' فاروق اداسی سے مسکرایا۔

'' لے چلو بھئی اسے باہر۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

انچارج نے آگے بڑھ کر دروازے کا ہینڈل گھما کر دروازہ کھول دیا ... اگاتھا اترانے والے انداز میں اپنی جگہ سے اٹھی اور انہیں طنزیہ نظروں سے دیکھتی ہوئی انہیں باہر نکل گئی ... لیکن باہر نکلتے ہوئے وہ منہ ہی منہ میں کچھ بڑبڑائی ... جو الفاظ ان کے کان میں پڑے اسے سن کر ان کے تن بدن میں آگ لگ گئی ... اس نے کہا تھا:

'' ہمارے ٹکڑوں پر پلتے ہیں اور ہمیں ہی آنکھیں دکھاتے ہیں۔''

☆☆☆☆☆
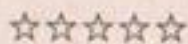
نوٹ

اگا تھا باہر نکلی تو اس نے دیکھا کہ وہاں انشارجہ کی ملٹری کے نشان
والی تین جیپیں کھڑی ہیں ... ایک کھلی جیپ پر بزوکا نما ہتھیار نصب تھا
... جدید ہتھیاروں سے لیس آٹھ فوجی بالکل چوکس کھڑے تھے ... ان
کے سینوں پر بھی انشارجہ کی آرمی کے نشان نظر آ رہے تھے ... خفیہ فورس
کا انچارج عمارت کے صدر دروازے کے پاس ہی رک گیا ... اس کا
چہرہ بھی ماسک سے ڈھکا ہوا تھا۔ اگاتھا کو دیکھ کر ایک فوجی نے اسے
سلوٹ کیا اور جیپ کا پچھلا دروازہ کھول دیا ... اگاتھا نے بھی ہاتھ ماتھے
کو چھو کر اس کے سلوٹ کا جواب دیا اور بڑی شان سے قدم اٹھاتی
ہوئی جیپ میں جا بیٹھی۔

اس کے بیٹھتے ہی تیزی کے ساتھ آٹھ کے آٹھ فوجی بھی جیپوں
میں جا بیٹھے اور برق رفتاری کے ساتھ ریت اور دھول اڑاتی تینوں جیپیں
اندھیرے میں گم ہو گئیں ... انچارج نے ایک ٹھنڈی سانس لے کر مایوسی

کے انداز میں سر ہلایا اور پلٹ گیا۔ اندر آ کر اس نے دیکھا کہ
انسپکٹر جمشید اور باقی لوگ اوپر والے کمرے میں آ بیٹھے ہیں ... اسی وقت
انچارج کے موبائل میں گڑگڑاہٹ ہوئی ... اس نے فون کان سے لگایا
اور دوسری طرف کی بات سن کر فون سیٹ انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دیا:

"ہاں! کیا بات ہے۔" انہوں نے جلدی سے کہا۔

"ہمیں افسوس ہے سر ... ہم اس لڑکی کا تعاقب نہیں کر سکے۔"

"یہ کیا بات ہوئی۔" ان کا لہجہ ناخوشگوار تھا۔

"جیسے ہی ہم نے تعاقب شروع کیا ... ہم پر پیچھے والی جیپ سے
شدید فائرنگ کی گئی ... فائرنگ اتنی شدید تھی کہ ہمیں رکتے ہی بنی ..."

"اور وہ لڑکی ... کیا وہ بھی اسی جیپ میں تھی جس سے فائر کیے
گئے تھے ..."

"جی ہاں سر ... پہلے اسی جیپ سے فائر ہوئے تھے۔"

"بہت خوب ..." وہ مسکرائے۔

محمود، فاروق، فرزانہ سمجھ نہ پائے کہ یہ بات انہوں نے بطور طنز
کہی ہے یا انشارجہ کے فوجیوں کی تعریف میں ... حیران وہ ضرور ہوئے
کہ انسپکٹر جمشید نے آج تک اپنے کسی ماتحت کو ناکامی پر طنز کا نشانہ نہیں
بنایا تھا ... ایسے موقعوں پر وہ خاموش ہو جایا کرتے تھے یا سیدھے الفاظ

میں اس کو سمجھایا کرتے تھے کہ اس نے کہاں پر غلطی کی ہے اور آئندہ
ایسی غلطی سے کیسے بچا جائے۔

"حیرت اس بات پر ہے کہ ہم تو ان کے آگے چل رہے تھے
پھر انہیں کیسے علم ہوا کہ ہم آپ کے ساتھی ہیں۔"

"تم اس بات کو چھوڑو ... انشارجہ کے پاس بہت ذرائع ہیں...
اس کے ذرائع کا توڑ ہم بعد میں کرتے رہیں گے۔"

یہ کہہ کر انہوں نے فون بند کر کے انچارج کی طرف بڑھا دیا۔

عین اس لمحے ان کے موبائل کی گھنٹی بجی ... انہوں نے دیکھا،
انجانا سا نمبر تھا... انہوں نے بٹن دبایا تو ایک لڑکی کی آواز سنائی دی:

"پہچانا۔"

"اوہ اچھا... تو یہ تم ہو۔"

"میں نے کیا کہا تھا... تم مجھے قید میں نہیں رکھ سکو گے؟" لہجے
میں گہرا طنز تھا۔

"ہاں! تمہارا کہنا درست ثابت ہوا ... چلو اب تو بتا دو ...
دلاور نوری کو کیوں قتل کیا تھا۔"

"سوری! اس سوال کا جواب تو میں نہیں دے سکتی۔"

"بہرحال مس اگاتھا صاحبہ! ایک بات آپ بھی سن لیں ... میں

اس معاملے کی جڑ تک پہنچ کے رہوں گا۔"

"تم مجھے تو اپنی قید میں رکھ نہیں سکے ... کیس کی جڑ تک تو
قیامت تک نہیں پہنچ پاؤ گے۔"

"یہ تو وہ قیامت ہی بتائے گی جو تم پر ٹوٹنے والی ہے۔"
انہوں نے کہا۔

"جب تم کو قیامت کچھ بتائے تو تم مجھے بھی بتا دینا انسپکٹر جمشید
... میں تم سے بعد میں بات کرلوں گی۔"

"ہاں! ٹھیک ہے ... تمہیں زیادہ انتظار نہیں کرنا پڑے گا۔"

اس کے ساتھ ہی فون بند ہوگیا۔

O

رات کے تین بجے کے قریب وہ گھر پہنچے ... سارے دن کی
بھاگ دوڑ اور ذہنی ورزش نے انہیں تھکن سے چور چور کر دیا تھا
...سوائے انسپکٹر جمشید کے ... پتا نہیں وہ کس مٹی کے بنے ہوئے تھے ...
تھکن کا تو جیسے ان پر شائبہ تک نہ تھا۔

اس کے باوجود دوسرے دن تینوں اسکول بھی گئے ... اور
وہاں سے واپس آکر انسپکٹر جمشید کے ساتھ مرحوم ذاکر علی کی مل پہنچ
گئے۔ انہوں نے اپنے کارڈ دکھائے تو انہیں فوراً ہی رضوان فرخندی کے

بی اے کے پاس پہنچا دیا گیا۔ یہ جان کر کہ انسپکٹر جمشید اور ان کے بچے
ہیں، وہ بہت گرمجوشی سے ملا، لیکن انہیں تو رضوان فرخندی سے کام تھا
... چنانچہ انسپکٹر جمشید نے کہا:

''ہمیں رضوان فرخندی صاحب سے فوری ملنا ہے۔''

''اوہ اچھا! آئیے ... میں آپ کو ان تک لے چلتا ہوں۔''

چند منٹ بعد وہ رضوان فرخندی کے سامنے بیٹھے تھے:

''سنائیے ... کیا خدمت کر سکتا ہوں۔''

''کیس کا اونٹ ابھی تک کسی کروٹ نہیں بیٹھا۔''

''ایسے معاملات میں وقت تو لگتا ہے۔''

''آپ یہ نہیں جانتے ہونگے کہ دلاور نوری کو بھی ایک لڑکی نے
قتل کر دیا ہے۔''

''رات گئے ٹی وی کی خبروں میں سنا تھا ... لیکن کسی لڑکی کا ذکر
تو سامنے نہیں آیا۔'' رضوان فرخندی بولے۔

''جی ہاں! میڈیا کے پاس یہ اطلاع نہیں پہنچی۔''

''خیر خیر ... یہ آپ کا مسئلہ ہے ... میرے لیے کیا حکم ہے۔''

''ذاکر علی کے بعد آپ مل کے سیاہ و سفید کے مالک ہیں۔''

''آپ شوق سے شک کریں ... ثبوت مل جائے تو مجھے گرفتار کر

لیں۔'' وہ مسکرا کر بولا۔

''اگر ہم مل کے حسابات چیک کرائیں ... تو آپ کو کوئی
اعتراض تو نہیں ہوگا۔'' انہوں نے کچھ سوچ کر کہا۔

''گویا آپ یہ خیال کر رہے ہیں کہ میں نے مل کے حسابات
میں گڑبڑ کی ہے ... اور چونکہ مرحوم کو اس کی خبر ہو جاتی ... اسی بنیاد پر
میں نے انہیں قتل کروایا ہے ... حالانکہ آپ جانتے ہیں کہ ان کا قتل
سرغابا کے ہاتھوں ہوا ... لاعلمی میں ہی سہی۔''

''ہاں! یہی بات ہے ... لیکن اس قسم کے معاملات میں کچھ نہیں
کہا جا سکتا، کیا خبر دلاور نوری سے آپ کے خفیہ تعلقات ہوں اور یہ
آپ کی اور اس کی ملی بھگت ہو ... آپ اس کی مدد سے مل کے مالک
بن جانا چاہتے ہوں ... لیکن جب آپ نے دیکھا کہ دلاور نوری کی وجہ
سے معاملہ راز نہیں رہ جائے گا تو آپ نے اسے بھی ختم کروا دیا اور
ایسا اس لڑکی کے ذریعے کیا گیا ... کیونکہ دلاور نوری کا قتل عین اس لمحے
ہوا جب ہم نے ان سے کہا کہ ... ذاکر علی کی موت سرغابا کے کمرے
میں نہیں ہوئی ... بلکہ آپ کے گھر ... آپ کے کمرے میں ہوئی ہے ...
اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق موت صبح سے پہلے پانچ بجے ہوئی
ہے نہ کہ سات بجے ... ان حالات میں مسٹر دلاور نوری آپ کی پوزیشن

بہت نازک ہو جاتی ہے ... فرمایئے ... اس بارے میں آپ کیا کہتے ہیں ... اور عین اسی وقت ان کو زہریلے تیر کے ذریعے قتل کر دیا گیا۔''

'' لیکن اس سے میں مل کا مالک کیسے بن جاتا ...''

'' وہ ایسے کہ سر غابا اپنے بھائی کے قتل کے الزام میں پھنس جاتے اور ذاکر علی کے گھرانے میں رہ جاتیں ان کی بیگم جو شاید پہلے ہی نفسیاتی مریضہ ہیں ... تو ان حالات میں کاروبار پر قبضہ کر لینا آپ کیلئے بائیں ہاتھ کا کھیل تھا ...'' فاروق کہتا چلا گیا۔

'' کہانی آپ اچھی بنا لیتے ہیں ... جاسوسی ناول نگاری کیوں نہیں شروع کر دیتے آپ ... ویسے ہی ابن صفی کے بعد اب ایک آدھ ہی نام رہ گیا ہے اس میدان میں۔'' اس کے لہجے میں گہری کاٹ تھی۔

'' مشورے کا شکریہ ... آپ تاؤ نہ کھائیں ... دراصل ہم کیس کا ہر رخ سے جائزہ لینے کے عادی ہیں، آپ صرف یہ بتائیں کہ اگر ہم مل کے حسابات کو چیک کرائیں تو آپ کو کوئی اعتراض تو نہیں ہوگا۔''

'' نہیں ... اعتراض کیا ... آپ شوق سے چیک کرائیں۔''

'' شکریہ!''

یہ کہہ کر انہوں نے حسابات کا آڈٹ کرنے والے ایک ٹیم کو فون کیا ... اسے ہدایات دیں اور فون بند کر دیا۔ پھر ان سے بولے:

'' میم تھوڑی دیر تک پہنچ جائے گی ... اس وقت تک ہم آپ سے چند باتیں اور کریں گے۔''

'' ضرور ... کیوں نہیں۔'' اس نے ہنس کر کہا۔

'' آپ کے خیال میں ذاکر علی کیسے آدمی تھے۔''

'' بہت اچھے ... بہت نیک۔''

'' ان کے خیالات کیسے تھے۔''

'' بہت اچھے ... پاک صاف۔''

'' اچھا آپ ہمیں ان کا دفتر دکھائیں۔''

''ضرور کیوں نہیں ... آیئے۔''

وہ اس کے ساتھ ذاکر علی کے دفتر میں آگئے۔ دفتر بہت نفاست سے ترتیب دیا گیا تھا۔ دیوار پر بڑے بڑے پوسٹر فریموں میں لگائے گئے تھے ... ان میں ملک کے کئی اہم مقامات کی تصاویر تھیں:

'' ان تصاویر کو دیکھنے سے پتا چلتا ہے ... انہیں تاریخ اور سیاست سے بہت دلچسپی تھی۔''

'' جی ... جی ہاں! بالکل یہی بات ہے۔'' رضوان فرخندی نے قدرے بیزار کن انداز میں کہا، شاید وہ بوریت محسوس کر رہے تھے۔

'' اگر آپ بور ہو رہے ہیں تو اپنے دفتر میں چلے جائیں ... ہم

خود ہی یہاں کا جائزہ لے لیں گے۔''

''بہت اچھی بات ہے۔'' اس نے کہا اور پلٹ کر جلدی سے باہر نکل گیا۔

اب انہوں نے میز کی چیزوں کو دیکھا بھالا... ہر چیز سے وطن کی محبت کا اظہار ہو رہا تھا... وطن کی ترقی کے حوالے سے کئی منصوبوں کی تفصیلات موجود تھیں... کون کون سے علاقوں میں اسکولوں اور کالجوں کی ضرورت ہے... کہاں کہاں ہسپتال درکار ہیں... رضاکاروں کی ایسی ٹیموں کے بنائے جانے کے منصوبے تھے جو دور دراز علاقوں میں جا کر لوگوں کو توہم پرستی سے نجات دلائیں... وہ ذاکر علی کے جذبے سے متاثر ہوئے بنا رہ نہ سکے:

''حیرت ہے... یہ شخص اس قدر محب وطن تھا، شاید اسی لئے... اس کے قتل میں براہ راست انشارجہ کا ہاتھ ہو۔''

''کیا کہا!!!'' وہ دھک سے رہ گئے۔

''اب تک ہم نے اس کیس کا اس رخ سے جائزہ نہیں لیا... اور اب میں سوچ رہا ہوں... دلاور نوری دراصل انشارجہ کا آدمی تھا... انشارجہ کے ایجنٹوں نے منصوبہ بندی کی اور اس کے ذریعے ذاکر علی کو قتل کرا دیا۔''

''اگا تھا والے قصے کے بعد یہ بات تو اب صاف ہے کہ انشارجہ اس میں ملوث ہے... اور خون کے دھبے کی رپورٹ کے بعد یہ بات بھی صاف ہے کہ ذاکر علی کا قتل دلاور نوری کے گھر پر ہی ہوا تھا... اب ہمیں یہ دیکھنا ہے کہ ذاکر علی کو قتل کیوں کیا گیا...''

''ہاں! کہانی کو اس رخ سے دیکھنے میں یہ سوال تو ابھرتا ہے... ابھی فارنسک والوں سے کچھ اور رپورٹوں کا بھی انتظار ہے... پہلے یہاں سے فارغ ہو لیں۔''

اب وہ میز کی درازوں کی طرف متوجہ ہوئے... ان درازوں میں تالے نہیں تھے... ان میں دفتر کی عام چیزیں تھیں... ایک دراز میں البتہ ایک نوٹ بک مل گئی... انہوں نے سرسری انداز میں نوٹ بک کو دیکھنا شروع کیا... ایک صفحے پر اچانک فاروق چونک اٹھا، اس کے منہ سے نکلا:

''اوہو! یہ کیا۔''

☆☆☆☆☆

فتح پوری

اس صفحے پر لکھا تھا:

"بدھ ۱۳ مارچ ... ملاقات چار بجے ... شیراز خان فتح پوری۔"

یہ الفاظ پڑھ کر انہوں نے فاروق کی طرف دیکھا:

"اس تحریر میں ایسی کیا بات ہے کہ تم چونک اٹھے ہو۔" انسپکٹر جمشید کے لہجے میں حیرت تھی۔

"اس کا مطلب یہ ہوا کہ ۱۳ مارچ کو مرحوم ذاکر علی کی ملاقات شیراز خان فتح پوری کے ساتھ طے تھی ... لیکن وہ ۱۲ مارچ کو شہر سے باہر کاروباری دورے پر چلے گئے تھے ... کیا یہ بات حیران کن نہیں ہے۔" فاروق نے یہ کہہ کر اپنے والد کی طرف دیکھا۔

"اس میں حیرانی کی کیا بات ہے ... بات اگر ہے تو بہت سے بہت اتنی کہ ملاقات طے ہونے کے باوجود ذاکر علی کو اچانک شہر سے باہر جانا پڑا ہوگا اور وہ ان صاحب سے نہیں مل سکے ہوں گے ... اتنی سی

بات ہے ..." محمود نے کندھے اچکاتے ہوئے کہا۔

"ہو سکتا ہے کہ یہ ملاقات دورے کا ہی حصہ ہو ... اور یہ شیراز خان صاحب اسی شہر میں رہتے ہوں جہاں یہ جا رہے تھے۔"

"لیکن حیرت تو اسی بات پر ہے کہ شیراز خان فتح پوری اس شہر میں رہتے ہیں ..."

"تم کیسے جانتے ہو یہ بات ..." فرزانہ نے اسے گھورا۔

"ٹی وی دیکھتا ہوں میں ... خبر رکھتا ہوں کہ دنیا میں کیا ہو رہا ہے ... تمہاری طرح ہر وقت جاسوسی ناول نہیں پڑھتا رہتا ... جگہ جگہ ان کی تصویروں کے بڑے بڑے بورڈ لگے نظر آتے ہیں ... ایک جماعت کے رہنما ہیں یہ ... کروڑوں کی جائیداد کے مالک ہیں ... مہنگی ترین گاڑیوں میں گھومتے ہیں ... دس دس گارڈ ساتھ رکھتے ہیں ... شان و شوکت کا کھل کر مظاہرہ کرتے ہیں ... اور درس دیتے ہیں سادگی کا ... کہتے ہیں کہ دنیاوی دولت سے پرہیز کرو کہ یہ ایمان کو سانپ بن کر ڈس لیتی ہے۔" فاروق نے جل بھن کر کہا۔

"یعنی اوروں کو نصیحت آپ میاں فصیحت ... دھت تیرے کی ..." محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"ہاتھی کے دانت کھانے کے اور، دکھانے کے اور۔" فرزانہ منہ

"آپ لوگ کتنی دیر کیلئے ملنا چاہتے ہیں۔"

"زیادہ سے زیادہ بیس منٹ۔"

"ٹھیک ہے آجائیں... اس طرف سے۔"

"ہاں! بالکل۔"

جلد ہی وہ شیراز خان فتح پوری کے سامنے بیٹھے تھے... ان کے چہرے سے شرافت ٹپک رہی تھی... محمود اور فرزانہ کو فاروق پر غصہ آنے لگا کہ بیچارے شریف آدمی کے بارے میں ایسی ویسی باتیں کر رہا تھا... فاروق بھی شرمندہ شرمندہ سا نظر آرہا تھا

وہ ان کی آمد پر حیران سے نظر آئے... کہنے لگے:

"پہلے تو آپ میری حیرت دور کر دیں... آپ کو مجھ سے ملنے کا خیال کیسے آگیا۔"

"آپ ذاکر علی صاحب کو جانتے ہیں۔"

"ذاکر... علی..." وہ سوچنے کے انداز میں بولے۔

"شاید ایسے آپ کو یاد نہ آئے... ان کے بھائی ہیں سرغابا۔"

"بس... بس مجھے یاد آگیا... دراصل وہ صرف ایک دو بار ہی آئے ہیں... عام طور پر لوگ میرے پاس فلاحی منصوبوں کے سلسلے میں مدد طلب کرنے کیلئے ہی آتے ہیں... اور آنے والوں کی تعداد بہت

زیادہ ہے... اس لیے نام یاد نہیں رہتے۔"

"جی ہاں! ضرور یہی بات ہے... خیر... اب آپ کو یاد آگیا۔"

"بہت اچھی طرح۔"

"وہ اب اس دنیا میں نہیں رہے... انہیں قتل کر دیا گیا ہے۔"

"ارے!... یہ تو بہت افسوس ناک خبر ہے..." وہ چونکے۔

کمرے میں تھوڑی دیر کیلئے خاموشی چھا گئی...

شیراز خان فتح پوری سر جھکا کر بیٹھے رہے... پھر انہوں نے ایک طویل سانس لے کر چہرہ اوپر اٹھایا...

"وہ آپ کے پاس کس لیے آئے تھے، کیا انہیں بھی کسی فلاحی منصوبے کے سلسلے میں رقم کی ضرورت پڑ گئی تھی۔" انسپکٹر جمشید بولے۔

فلاحی کام تو وہ خود بھی کرتے رہتے تھے، کافی دولت مند تھے... دراصل ان کے ذہن میں دراصل ایک الجھن تھی... وہ اس الجھن کے بارے میں پوچھنے آئے تھے۔"

"کیا کہا آپ نے... الجھن؟"

"ہاں! ان کا یہی کہنا تھا... وہ الجھن تھی میری جماعت میں شامل ہونے یا نہ ہونے کے بارے میں۔"

"کیا انہوں نے آپ کی جماعت میں شمولیت اختیار کر لی تھی۔"

"نہیں ... شاید ان کے کوئی دوست تھے جو ان کو ہمارے خلاف بھڑکاتے رہتے تھے ... اسی سلسلے میں مجھ سے بات کر کے اپنے ذہن کو صاف کرنے آئے تھے ... لیکن سچ تو یہ ہے کہ انہوں نے مجھے اصل بات نہیں بتائی اور نہ یہ بتایا کہ ان کے دوست کا نام کیا ہے ... بس گول مول انداز میں یہی کچھ بتایا تھا ... اور وہ اپنی پریشانی کا حل چاہتے تھے ... میرے بارے میں انہیں کسی نے بتایا ہوگا ... بس اس کے لیے میرے پاس چلے آئے۔"

فرزانہ کو خیال آیا کہ کہاں تو انہیں پہلی بار بتانے میں ذاکر علی نام ہی یاد نہیں تھا ... اور اب اتنی تفصیل سے سب کچھ بیان کر رہے تھے جیسے ذاکر علی کو نہایت قریب سے جانتے رہے ہوں۔

"تب پھر آپ نے انہیں کیا بتایا۔" انسپکٹر جمشید نے سوال کیا۔

"میں نے انہیں بالکل صاف اور سیدھی بات بتائی تھی ... یہ کہ ہمارے بارے میں آپ کے محترم دوست کی رائے غلط ہے ... اور اگر وہ چاہیں تو میری جماعت میں شامل ہو جائیں ... خود ہی جان جائیں گے ... میری بھی یہی خواہش تھی کہ ان جیسے اچھے لوگ جماعت میں آئیں جو خود بھی فلاحی کام کرتے ہوں ... کہنے لگے کہ وہ میری بات پر عمل کریں گے ... اور بس یہ کہہ کر وہ چلے گئے تھے۔"

"بس ... یا اور کچھ۔"

"مجھے تو بس اسی قدر معلوم ہے۔"

"اچھی بات ہے ... آپ کا شکریہ۔" انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

ثراز خان فتح پوری نے اپنی جگہ سے اٹھ کر انہیں رخصت کیا۔

اور پھر وہ باہر نکل آئے ... کوٹھی کے کمپاؤنڈ میں نئے ماڈل کی کئی چمکتی دمکتی گاڑیاں کھڑی ہوئی تھیں ... اسی وقت انسپکٹر جمشید کی نظر ایک طرف اٹھی ... ساتھ ہی انہیں حیرت کا ایک زبردست جھٹکا لگا:

"ارے ... یہ کیا؟"

تینوں نے چونک کر ان کی طرف دیکھا:

"کیا بات ہے ابا جان ..."

"کچھ نہیں ... بس ادھر ادھر دیکھے بغیر چپ چاپ چلتے رہو۔" انہوں نے پراسرار انداز میں جواب دیا ... لہجہ انتہائی سرد تھا۔

گیٹ سے باہر نکل کر بھی انہوں نے کچھ نہیں بتایا ... لیکن ان کی آنکھیں گہری سوچ میں ڈوبی ہوئی تھیں۔

"اب بتایئے ... آپ کیا دیکھ کر چونکے تھے ..." فرزانہ سے جب انتظار نہ ہوا تو خود ہی پوچھ بیٹھی۔

"سیاہ رنگ کی ایک کار کا نمبر ... یہ کار میں نے کل شام

کوانٹی واچ مین کمپنی کی عمارت سے نکلتی ہوئی دیکھی تھی۔''

''اوہ ... اوہ !'' ان کے منہ سے نکلا۔

''عام حالات میں یہ کوئی بڑی بات نہ ہوتی ...لیکن ...'' وہ کہتے کہتے رک گئے۔

''تو کیا شیراز فتح پوری کا انشارجہ سے کوئی تعلق نکل سکتا ہے۔''

''یہ تو اب دیکھنا ہوگا ... ویسے یہ بہت اہم بات سامنے آئی ہے۔'' انسپکٹر جمشید جیپ میں بیٹھتے ہوئے بولے۔

''اگر یہ تعلق نکل آتا ہے تو ...'' محمود نے سوالیہ انداز میں ان کی طرف دیکھا۔

''کیس آئینے کی طرح صاف ہوجائے گا ...''

''لیکن ثبوت ...''

''اس کا بھی انتظام ہو جائے گا ...'' انسپکٹر جمشید نے مضبوط لہجے میں جواب دیا۔

''اب ہمارا اگلا قدم کیا ہوگا ...'' فرزانہ بے چین ہوگئی تھی۔

بلکہ وہی کیا ... محمود اور فاروق کی بے چینی بھی بڑھتی جا رہی تھی ...لیکن شاید انسپکٹر جمشید بھی ان کی اس کیفیت سے لطف اندوز ہو رہے تھے

''اب کیا کریں ... یہ اونٹ تو کسی کروٹ بیٹھتا نظر نہیں آرہا۔'' فاروق جھلا کر بولا۔

''یہ اونٹ تو بس ... اب بیٹھا ہی سمجھو ...'' انسپکٹر جمشید نے گول مول بات کی۔اسی وقت ان کے فون کی گھنٹی بجی ...انہوں نے دیکھا ... آئی جی صاحب کا فون تھا ... سیٹ آن کر کے انہوں نے کان سے لگایا ہی تھا کہ آواز آئی:

''تم کہاں ہو جمشید ...''

''رشید آباد کی طرف سر ... فرمایئے کیسے یاد کیا ...''

''ارے بھئی ... وہ لڑکی اگاتھا ابھی تک واپس نہیں پہنچی ... انشارجہ کے سفیر نے ہم سب کا ناک میں دم کر رکھا ہے۔''

☆☆☆☆☆

ورنے کا خواب

"لیکن سر... اسے تو انشارجہ کے سیکورٹی اہلکار اپنے ساتھ لے گئے تھے... اور یہ بات آپ بھی جانتے ہیں..."

"لیکن انشارجہ کے سفیر اور ولیم گیری کا کہنا ہے کہ انہوں نے کسی کو نہیں بھیجا اسے لانے کیلئے... کیونکہ وہ سر توڑ کوشش کے باوجود بھی یہ سراغ نہیں لگا سکے کہ اسے اغوا کر کے کہاں رکھا گیا تھا..."

"میں دیکھتا ہوں سر..."

"دیکھنے کا وقت نہیں ہے جمشید... مجھے بتاؤ... میں کیا جواب دوں اوپر والوں کو..."

"فی الحال آپ ان سے کہہ دیں کہ لڑکی کو تلاش کر کے اڑتالیس گھنٹوں کے اندر اندر ان کے حوالے کر دیا جائے گا..."

"ٹھیک ہے جمشید... لیکن خیال رہے کہ اگر ایسا نہ ہو سکا تو تمہارے ساتھ ساتھ اس بار مجھے بھی معطل نہ کر دیا جائے..."

"ایسا نہیں ہوگا سر... آپ اطمینان رکھیں..."

دوسری طرف سے سلسلہ منقطع ہونے پر انہوں نے بھی فون بند کر کے جیب میں رکھ لیا۔

اب ان کے چہرے پر ایک عجیب سی مسکراہٹ تھی۔

"کیا بات ہے ابا جان..." فرزانہ نے جھٹ سے پوچھا۔

"وہی اگاتھا کا قصہ..."

"آپ کی فون پر ہونے والی بات چیت سے ہم نے یہ اندازہ لگایا ہے کہ اگاتھا واپس نہیں پہنچی..."

"بالکل درست!"

"کہاں گئی وہ پھر..."

"وہ ہمارے ہی پاس ہے... ایک نئے ٹھکانے پر..."

"کیا!!!" تینوں ایک ساتھ چیخے۔

"ارے بھئی اب کانوں کے پردے تو نہ پھاڑو..." وہ بائیں کان پر ہاتھ رکھ کر مسکرائے۔

"آپ نے ہمیں پہلے کیوں نہیں بتایا..."

"اگر میں تمہیں بتا دیتا تو تمہاری آنکھوں میں آنسو نہ آتے شاید... اور اگاتھا کو شک رہتا کہ اس کے ساتھ کوئی کھیل کھیلا جا رہا ہے..."

''تت ... تو ... کیا ... وہ ...''

''اب کتنے ٹکڑے کرو گی اس ایک بیچارے جملے کے ...''

انسپکٹر جمشید بدستور مسکرا رہے تھے اور تینوں حیرت سے آنکھیں پھاڑے اپنے والد کو دیکھ رہے تھے۔

''لل ... لیکن اس کی کیا ضرورت تھی ... میرا مطلب ہے اس ڈرامے کی ...''

''ڈرامہ نہ کہو فاروق ... اس لڑکی نے میرے آدمیوں کو اپنے ملک کی انٹیلیجنس کے ایجنٹ سمجھ کر بہت سے اہم راز بتا دیے ... ایسے راز ... جو ہم مدتوں سر مارتے رہتے تو بھی نہ جان پاتے ...''

''لیکن یہ سب آپ ہمیں پہلے بھی تو بتا سکتے تھے۔'' فرزانہ چو کر بولی۔

''دو چار دن انتظار کرو ... سب کچھ معلوم ہو جائے گا ...''

O

رات کے دس بجے کا وقت تھا ... شہر کے اس حصے میں نو بجے کے بعد ٹریفک برائے نام ہی رہ جاتا تھا ... کوالٹی واچ مین کے دفتر کا ملازم ورنے عمارت کے گیٹ سے نکلا ... وہ پیدل ہی چل رہا تھا ... دو فرلانگ کے فاصلے پر واقع ایک رہائشی عمارت کے چوتھے فلور پر اس کا دو کمروں

کا فلیٹ تھا ... اس روز وہ کافی تھکن محسوس کر رہا تھا ... کھانا اس نے دفتر کی کینٹین سے ہی کھا لیا تھا ... اکیلا ہی رہتا تھا ... اس لئے برتن وغیرہ دھونے کے جھنجٹ سے بچنے کیلئے یہی اس کا روز کا معمول تھا ...

کپڑے تبدیل کر کے وہ بستر میں جا گھسا ... پھر شاید نیند آنے میں زیادہ دیر نہیں لگی ...

اچانک رات کے پچھلے پہر اس کی آنکھ کھلی تھی ... اس کا جسم پسینے میں شرابور ہو رہا تھا ... کمرے میں گھپ اندھیرا تھا ... اور سناٹا بھی ... چھت کے پنکھے کی سائیں سائیں بھی سنائی نہیں دے رہی تھی۔

''پھر بجلی چلی گئی ...'' اس کے ذہن نے سوچا۔

کروٹ بدل کر اس نے دوبارہ سونے کی کوشش جاری رکھی ... پھر اسے خواب کی سی کیفیت کا احساس ہوا ...

اسے لگا کہ اس کا جسم اچانک ہلکا ہو گیا ہے اور وہ بستر سے چند فٹ بلند ہو چکا ہے ... اس نے نیند سے بوجھل آنکھیں کھول کر دیکھنے کی کوشش کی ...

کمرے میں ہلکے نیلے رنگ کی روشنی پھیلی ہوئی تھی ... اور ایک ہلکی سی بو ... جسے ناخوشگوار تو نہیں کہا جا سکتا تھا ... پھر نیلے رنگ کی روشنی کا دائرہ اس کے چہرے پر آ کر ٹھہر گیا ...

اس دائرے میں وہ اپنا چہرہ صاف طور پر دیکھ سکتا تھا ... لیکن بھلا یہ کیسے ممکن تھا کہ وہ اپنا ہی چہرہ دیکھ سکے:

''سو جاؤ ورنے ... سو جاؤ۔'' چہرے کے ہونٹ ہلے۔

ورنے نے دل ہی دل میں ایک بوجھل سی قسم کھائی کہ ایسے بے سروپا خوابوں سے بچنے کیلئے کل سے وہ رات کا کھانا آٹھ بجے ہی کھا لیا کرے گا ...

پھر نیلی روشنی غائب ہوگئی ...اور اس کے ذہن پر غنودگی طاری ہونے لگی ...

مکمل طور پر ہوش کھونے سے پہلے آخری بات جو اس کے دماغ نے سوچی ... وہ یہی تھی کہ روشنی غائب ہوئی ہے یا اس کی اپنی آنکھیں بند ہوئی ہیں ...

O

اچانک ... صبح سویرے ... اگاتھا ... کوائٹ واچ مین کی عمارت کے گیٹ پر جا پہنچی ... لوگوں نے دیکھا تو اس وقت وہ فٹ پاتھ پر اپنا سر گھٹنوں میں چھپائے بیٹھی تھی ...

فوراً ہی ہلچل مچ گئی ... انشارجہ کے سفیر سمیت آئی جی صاحب بھی اطلاع ملتے ہی گھروں سے اٹھ کر سیدھے وہاں جا پہنچے ... ولیم گیری

پہلے سے ہی موجود تھا اور بے حد پریشان ... کیونکہ اگاتھا بالکل خاموش تھی ... جب سے آئی تھی اس نے کسی سے کوئی بات نہیں کی ...

سفارتخانے کا ثقافتی اتاشی جو دراصل انشارجہ کی سیکرٹ سروس کا مقامی چیف تھا ... وہ بھی اگاتھا کا منہ کھلوانے میں ناکام رہا ...

ڈاکٹروں کو بلوایا گیا ... انہوں نے خیال ظاہر کیا کہ شدید ذہنی دباؤ کی وجہ سے اس کی قوت گویائی متاثر ہوئی ہے ... بہتر ہے کہ اس وقت اسے تنہا چھوڑ دیا جائے ... ورنہ دماغی توازن مستقل طور پر بگڑ جانے کا اندیشہ ہے ...

اسی طرح تین دن گزر گئے۔ اس دوران اگاتھا گم سم ہی رہی ... بس وہ ایک کمرے سے دوسرے کمرے میں چکر کاٹتی رہتی ... کبھی درازیں کھولتی ... کبھی کمپیوٹر آن کر کے بیٹھ جاتی ...

اور کبھی ورنے کے پاس جا کر اس کیلئے چائے بناتی ... خود بھی پیتی اور اسے بھی پلاتی ... اس وقت وہ ایک معصوم سی بچی نظر آتی ...

کوئی نہیں کہہ سکتا تھا کہ یہ وہی تیز طرار انٹیلیجنس ایجنٹ ہے جس نے دلاور نوری کی جان لی تھی اور بھی نہ جانے کس کس کو موت کے گھاٹ اتارا تھا۔

جو کچھ بھی ہو، بہرحال ورنے اس کا بے حد خیال رکھتا تھا۔

اور پھر تیسرے روز ورنے دوپہر کو ہی چھٹی لے کر کہیں چلا گیا
... اسی شام اکاتھا بھی اچانک لاپتہ ہوگئی ...

O

محمود اور فاروق تین دن سے گھر میں پڑے پڑے بور ہو چکے تھے ... فرزانہ اور انسپکٹر جمشید اس دوران گھر سے غائب ہی رہے تھے ... یعنی انہوں نے تین دن سے اپنے گھر کی شکل تک نہ دیکھی تھی۔

جانے سے پہلے انسپکٹر جمشید نے ہدایت کی تھی کہ وہ باقاعدگی سے اسکول جاتے رہیں ... گھر کا روز مرہ معمول برقرار رکھیں اور اگر اس دوران دفتر سے آئی جی اور ڈی آئی جی صاحبان کے فون آئیں تو انہیں جواب دیا جائے کہ انسپکٹر جمشید اکاتھا کی تلاش میں گئے تھے لیکن ابھی تک واپس نہیں آئے۔

ان دونوں کیلئے یہ پہلا موقع تھا کہ کسی مہم پر وہ انسپکٹر جمشید اور فرزانہ کے ساتھ نہیں تھے ... اور یہ بات انہیں کھل رہی تھی ... وہ دونوں اس وقت اسکول کا کام کر رہے تھے:

'' تم دیکھ لینا ... اب فرزانہ واپس آ کر ہم دونوں کا خوب مذاق اڑائے گی۔'' فاروق جل بھن کر بولا۔

'' اڑانے دو اسے مذاق ... ہم کوئی جان بوجھ کر تھوڑا ہی رکے

تھے ... ہمارا گھر پر رہنا بھی تو منصوبے کا ہی حصہ تھا ... اباجان کا حکم تھا۔'' محمود نے گویا اسے اطمینان دلایا۔

'' ویسے اس بار تمہارے اباجان کا منصوبہ بہت سنسنی خیز تھا ...'' بیگم جمشید کی آواز آئی ... وہ چائے کی ٹرے لئے کمرے میں داخل ہو رہی تھیں۔

'' اسی کا تو افسوس ہے ... اتنی سنسنی خیز مہم میں ہم ساتھ نہیں...'' فاروق مسمسی صورت بنا کر بولا۔

اسی وقت دروازے پر دستک ہوئی ... سب اچھل پڑے .. انداز انسپکٹر جمشید کا تھا ... محمود دروازے کی طرف دوڑا اور چٹخنی گرا دی ...

دوسرے ہی لمحے وہ حیران رہ گیا ... دروازے پر اس کے والد اور بہن نہیں بلکہ ایک معصوم صورت دیہاتی بوڑھا ایک کالی کلوٹی بچی کے ساتھ کھڑا نظر آیا:

'' کیا بات ہے بابا جی ... ہم کیا مدد کر سکتے ہیں آپ کی۔'' محمود اپنی حیرت پر قابو پا کر بولا۔

'' یہی کہ سامنے سے ہٹ جاؤ ... اور اندر آنے کا راستہ دے دو ... دیکھا اباجان ... میں نے کہا تھا نا کہ یہ ہمیں اس حلئے میں پہچان نہیں پائیں گے ...اور یہ بابا جی کس کو کہہ رہے ہو ... ابا جان کو

بابا جی کب سے کہنے لگے۔'' کالی کلوٹی بچی فرزانہ کی آواز میں کہتی چلی گئی۔

اور محمود کو اپنے سر پر سینگ نکلتے محسوس ہوئے۔

'' اللہ کا شکر ہے... آپ دونوں خیریت کے ساتھ واپس آ گئے۔'' بیگم جمشید انہیں دیکھ کر مسکرائیں۔

فرزانہ نے آگے بڑھ کر ٹی وی کا سوئچ آن کیا اور ایک نیوز چینل لگا دیا... محمود اور فاروق نے حیران ہو کر اس کی طرف دیکھا...

کیونکہ شام کے اوقات میں ان کے ہاں ٹی وی نہیں دیکھا جاتا تھا... لیکن پھر جلد ہی انہیں فرزانہ کی اس حرکت کی وجہ سمجھ میں آ گئی۔

نیوز چینل سے ایک بریکنگ نیوز نشر ہو رہی تھی:

'' تین دن پہلے بازیاب ہونے والی انشارجہ کی سفارتی اہلکار اگاتھا پراسرار طور پر دوبارہ لاپتا... انشارجہ کی طرف سے حکومت کو سنگین نتائج کی دھمکی۔''

'' وہ تو شکر کرو ابا جان ساتھ تھے تمہارے... ورنہ تم ہو کس کھیت کی مولی...'' فاروق نے بھنویں اچکائیں۔

'' دیکھا ابا جان... جل گئے یہ دونوں مجھ سے...''

'' جلتے ہیں ہمارے جوتے...'' دونوں ایک ساتھ بولے۔

'' اوہ... میں سمجھی دماغ جل گئے... لیکن میں غلطی پر تھی... اب ایک چیز تم دونوں کے پاس ہے ہی نہیں تو جلے گی کیسے...'' فرزانہ چڑانے والے انداز میں بولی۔

'' دیکھا امی جان آپ نے... کتنا اترا رہی ہے یہ...''

'' امی جان... ان تین دنوں میں ہانڈی چولہا تو سیکھ ہی لیا ہوگا دونوں نے... اے ہے... اور کچھ نہیں تو سلائی کڑھائی ہی سکھا دیتیں آپ انہیں...''

فرزانہ نے ایسے بڑی بوڑھیوں والے لہجے میں کہا کہ بیگم جمشید تو کیا، انسپکٹر جمشید بھی اپنی ہنسی روک نہ سکے۔

'' آپ لوگ بھی اس کلوٹی کا ساتھ دے رہے ہیں...'' فاروق نے فرزانہ کے چہرے کے میک اپ کی طرف اشارہ کرتے ہوئے کہا۔

'' ویسے ہم نے بھی ایک زبردست تیر مارا ہے...'' محمود بولا۔

'' تیر چھوٹا بڑا نہیں ہوتا... شکار چھوٹا بڑا ہوتا ہے۔'' فرزانہ کھانے والے انداز میں ہاتھ اٹھا کر بولی۔

'' چلو یونہی سہی... ہم نے بھی ایک بڑی چیز شکار کی ہے۔''

'' کیا ہے وہ چیز...''

'' القاظ !!''

"کیا مطلب ..." انسپکٹر جمشید چونکے۔

"ہم نے ذاکر علی کی ڈائری کے پھٹے ہوئے صفحات کے نیچے والے ورق سے وہ نشانات ابھار لئے جو قلم کے دباؤ کی وجہ سے بن گئے تھے ..."

"واقعی ؟" فرزانہ اچھل پڑی۔

"خود ہی دیکھ لو ..." فاروق نے الماری میں سے ڈائری نکال کر اس کی طرف بڑھا دی۔

انسپکٹر جمشید اور فرزانہ ڈائری پر جھک گئے ...

☆☆☆☆☆

خالی خالی

"کمال ہو گیا ... زبردست کام کیا ہے تم نے۔" انسپکٹر جمشید حیرت سے بولے۔

جیسے جیسے انسپکٹر جمشید ڈائری کے الفاظ پڑھتے جا رہے تھے ... ان کے چہرے پر جوش کے آثار پیدا ہو رہے تھے ... پھر انہوں نے سر اٹھایا اور بولے:

"یہ تو بات ہی صاف ہو گئی ... ذاکر علی نے کافی تفصیل کے ساتھ بیان کر دیا ... بہت خوب۔" انسپکٹر جمشید خوش ہو کر بولے۔

"خوردبین سے نیچے والے ورق کا جائزہ لیا اور ساتھ ہی ساتھ پنسل پھیرتے گئے تو یہ واضح ہو کر پڑھے جانے کے قابل ہو گئے۔" فاروق نے بتایا۔

اسی وقت دروازے کی گھنٹی بجی۔

"یہ اکرام ہو گا ... تم اسے اندر لاؤ ... میں ذرا اس میک اپ

سے چھٹکارا پا کر آتا ہوں۔" انسپکٹر جمشید بول اٹھے۔

یہ کہہ کر وہ اٹھے اور اندر کی طرف چل دیے... فرزانہ بھی اپنے کمرے کی طرف بڑھ گئی۔

محمود دروازے کی طرف گیا اور چند لمحوں کے بعد اکرام کو لیے واپس لوٹا:

"ابا جان غسل خانے میں ہیں... بس آتے ہی ہوں گے۔"

"بھئی یہ سر غابا والا کیس تو خوب پھٹنیاں دے رہا ہے۔" اکرام صوفے پر بیٹھتے ہوئے بولا۔ اس کے ہاتھ میں ایک فائل تھی جو اس نے میز پر رکھ دی۔

"کیوں انکل... کیا کوئی نئی بات سامنے آئی ہے۔"

"کوئی ایک ہو تو بتاؤں بھی... اتنا پیچیدار کیس کم ہی سلجھانے کو ملتا ہے... کچھ روز پہلے وہ 'چاند کی لاش' والے کیس نے دماغ کی چولیں ہلا ڈالی تھیں... پھر وہ 'بے تکی وارداتوں' والا معاملہ بھی کچھ کم گھماؤ پھراؤ نہیں تھا۔"

"چائے پیو گے اکرام..." بیگم جمشید کی آواز باورچی خانے سے آئی۔

"نیکی اور پوچھ پوچھ..." وہ مسکرایا۔

انسپکٹر جمشید اسے اپنے بچوں کی طرح عزیز رکھتے تھے اور وہ بھی خود کو انسپکٹر جمشید کا شاگرد کہا کرتا تھا... ان کیلئے جان لڑا دیتا تھا... بیگم جمشید کو ماں کا درجہ دیتا تھا۔

پھر چائے پی کر کپ رکھا ہی تھا کہ انسپکٹر جمشید بھی آ گئے۔

"اسلام وعلیکم سر!" اکرام صوفے سے اٹھ کر بولا۔

"وعلیکم سلام... فون پر تم بتا رہے تھے کہ کچھ نئے ثبوت سامنے آئے ہیں۔"

"یہ ہیں سر ساری رپورٹیں... اس فائل میں..." اس نے فائل اٹھا کر انسپکٹر جمشید کی طرف بڑھا دی۔

انسپکٹر جمشید نے فائل اس کے ہاتھ سے لے لی اور پڑھنے لگے... پھر جوں جوں وہ صفحے پلٹتے جا رہے تھے... ان کے چہرے پر جوش کی کیفیت طاری ہوتی جا رہی تھی۔ آخر فائل بند کر کے انہوں نے ایک لمبا سانس لیا:

"بس مجھے ان ہی رپورٹوں کا انتظار تھا۔"

"کیا آپ جان چکے ہیں کہ قاتل کون ہے۔" اکرام نے پوچھا۔

"اس کیس میں اس سے زیادہ اہم بات یہ ہے کہ ذاکر علی اور دلاور توری کو کیوں قتل کیا گیا... لیکن اس میں بھی کوئی شک نہیں کہ میں

جان چکا ہوں کہ ذاکر علی کا اصل قاتل کون ہے۔''

''یعنی اب ہم کچھ ہی دیر میں قاتل کو گرفتار کرنے نکل کھڑے ہوں گے۔'' محمود نے کہا۔

''نہیں ... پہلے ہم اس کے گرد گھیرا مکمل کریں گے ... کچھ تیاریاں کرنی ہوں گی ... پھر کارروائی کریں گے۔''

پھر انسپکٹر جمشید نے اکرام کو چند ہدایات دیں ... یہ کئی لوگوں کی خفیہ نگرانی کرنے سے متعلق تھیں ... ان ہدایات کے بعد انہوں نے چند فون اور کیے۔

انہیں صدر صاحب سے بھی بات کرنا پڑی ... صدر صاحب کو انہوں نے صورتحال مختصر طور پر بتائی، پھر فون بند کر دیا۔

اس کے بعد انہیں کچھ دیر کے لیے ایک دفتر جانا پڑا... اس دفتر میں انہوں نے کچھ کاغذات چیک کیے...

آخر واپس گھر آگئے ... دو دن انہوں نے مصروفیت اور بھاگ دوڑ میں گزارے ... اس کے علاوہ ادھر ادھر فون کرتے رہے ... یا فون سنتے رہے ... وہ خلیل نواز سے بھی ملے جس کا کارڈ انہیں ذاکر علی کی لاش کے پاس سے ملا تھا ... یہ ایک اول جلول لیکن چالاک قسم کا جعلی عامل تھا جو تعویذ گنڈے اور بلائیں بھگانے کے نام پر لوگوں سے پیسے

بٹور کر اپنا الو سیدھا کرتا تھا...

اس دوران انہیں خفیہ فورس کی طرف سے بھی رپورٹیں ملیں ... اور ان رپورٹوں نے ان کی حیرت میں لمحہ بہ لمحہ اضافہ ہی کیا ... ہر نئی اطلاع پر انہیں بھی ایک فون کرنا پڑا...

اسی وقت فرزانہ کے فون پر پیغام کی ٹون بجی:

''ارے ... یہ تو غزالہ کا پیغام ہے ... اس نے لکھا ہے کہ ضروری بات بتانی ہے ... ابھی آجائیں۔''

''تم تینوں ہو آؤ...'' انسپکٹر جمشید بولے۔

O

وہ گیٹ سے اندر داخل ہوئے تو دیکھا کہ غزالہ اپنے کمرے کے دروازے پر کھڑی انہیں ہاتھ سے اشارہ کر رہی تھی ... وہ اس کی طرف بڑھ گئے ... جونہی وہ نزدیک پہنچے، اس نے دروازہ کھول دیا اور رازدارانہ انداز میں بولی:

''اندر آجائیں ... ممی اندر نہیں ہیں، لہٰذا آپ بے فکر ہو کر اندر آسکتے ہیں۔''

''ہم ان کی موجودگی میں بھی بے فکر ہو کر اندر آسکتے ہیں۔'' فاروق نے منہ بنایا۔

"میرا مطلب ہے... میں ان کی موجودگی میں کچھ بتاتے ہوئے گھبراتی ہوں۔"

"اچھی بات ہے... دروازہ اندر سے بند کرلیں اور بے فکر ہوکر بتائیں... آپ ہمیں کیا بتانا چاہتی ہیں۔"

اس نے دروازہ بند کردیا، پھر ان کی طرف مڑی:

"آپ لوگ بیٹھ جائیں... میرے پاس میرے خیال میں کوئی خاص بات آپ کو بتانے کے لیے نہیں ہے... لیکن مجھے بار بار یہ خیال آرہا ہے کہ پھر بھی مجھے وہ بات بتا دینی چاہیے۔"

"آپ کو بالکل ٹھیک خیال آرہا ہے... آپ کو وہ بات بتا دینی چاہیے۔" فرزانہ نے محبت بھرے لہجے میں کہا۔

"اچھی بات ہے... سنیے ... جس روز ڈیڈی کو تین دن کے لیے شہر سے باہر جانا تھا... اس روز انہوں نے تایا جان سے ان کے کمرے میں ملاقات کی تھی اور ان کے کمرے میں جانے سے پہلے ڈیڈی پر ایک بہت عجیب حالت طاری تھی... میں نے ان کی ایسی عجیب حالت کبھی نہیں دیکھی تھی... خیر... جب وہ اندر چلے گئے تھے... تو میں یہ جاننے کے لیے کہ وہ تایا ابو سے کیا بات کرنے گئے ہیں، ان کے کمرے کے دروازے سے جا لگی تھی... دروازہ تھوڑا سا کھلا رہ

گیا تھا... ورنہ ان کی آواز بالکل باہر نہ آتی۔"

"اوہ!" ان کے منہ سے نکلا... ان سب پر جوش طاری ہوگیا۔

"تب پھر... آپ نے کیا سنا تھا۔" فرزانہ بے تابانہ بولی۔

"ڈیڈی تایا ابو پر گرج رہے تھے... اور تایا ابو خاموشی سے سن رہے تھے..."

"آپ کے ڈیڈی ان سے کیا کہہ رہے تھے۔"

"وہ باتیں میری سمجھ میں نہیں آسکیں ... نہ الفاظ میرے پلے پڑے... بس میں کہہ سکتی ہوں کہ ڈیڈی ان پر ناراض ہو رہے تھے... حالانکہ ڈیڈی تایا ابو سے اس لہجے میں کبھی بات نہیں کرتے تھے... بس اس روز انہیں نہ جانے کیا ہوگیا تھا۔"

"اوہ اچھا... دو بھائیوں میں کسی بات پر جھگڑا ہوجانا کوئی عجیب بات نہیں... ایسا ہوجاتا ہے... لیکن پھر بھی ہم اس پہلو سے کیس پر غور کریں گے... کیونکہ اس کے بعد وہ تین دن تک غائب رہے ہیں... لیکن یہاں مسئلہ یہ ہے کہ دونوں بھائیوں کا کام کاج الگ الگ ہے، سر غاہا تو سرکاری ملازم ہیں اور بہت بڑے آفیسر ہیں، جب کہ ذاکر علی ایک مل کے مالک تھے... ان میں آپس میں کوئی جھگڑا نہیں تھا۔"

"بہت اچھی طرح... بہت خوشگوار دوستی تھی ان کی۔"

''ہوں... شکریہ... آپ کوئی اور بات بتانا چاہتی ہیں۔''

''مجھے ڈائری کے ان اوراق کی گمشدگی پر بہت حیرت ہے... آخر وہ کس نے پھاڑے۔''

''ہاں! یہ بات بھی بہت عجیب ہے۔''

''ویسے میں ایک بات آپ کو بتا سکتی ہوں... اور میرے خیال میں وہ کوئی اہم بات نہیں ہے۔''

''آپ اس بات کو چھوڑیں کہ وہ بات آپ کے خیال کے مطابق اہم ہے یا نہیں... بتا دیں۔ یہ دیکھنا ہمارا کام ہے کہ اس کی کوئی اہمیت ہے یا نہیں۔''

''اچھی بات ہے... تو پھر سنیے... جب دونوں بھائی زور زور سے بول رہے تھے تو میرے والد کا ایک جملہ میرے پلے پڑ گیا تھا... انہوں نے کہا تھا... ''آپ یہ کیوں نہیں سوچتے کہ اس طرح کتنے ہی معصوم لوگ اپنی جان سے ہاتھ دھو بیٹھیں گے۔''

''اوہ!'' ان سب کے منہ سے ایک ساتھ نکلا:

چند لمحے تک وہ خالی خالی نظروں سے غزالہ کی طرف دیکھتے رہے... آخر محمود نے ان سب پر ایک نظر ڈالتے ہوئے کہا:

''یہ بات اہم ہو بھی سکتی ہے اور نہیں بھی... نہ جانے ذاکر علی

صاحب نے کس وجہ سے یہ جملہ بولا تھا... خیر... آپ کا شکریہ! ہم اس جملے پر غور کریں گے اور اس کیس سے اس کا تعلق معلوم کرنے کی کوشش کریں گے... اب ہم چلیں گے... آپ اس بات چیت کا ذکر کسی سے بھی نہ کیجئے گا...''

''جی... جی اچھا۔''

باہر نکلنے سے پہلے انہوں نے یہ دیکھ لیا تھا کہ باہر کوئی موجود تو نہیں... پھر وہ وہاں سے نکل گئے۔

O

گھر پہنچے تو بیگم جمشید کا پارہ چڑھا ہوا تھا:

''نہ کھانے کا ہوش نہ پینے کا... کیس نہ ہوئے... اوڑھنا بچھونا ہو گئے... بلکہ اس سے بھی دو ہاتھ آگے۔'' انہوں نے جھلا کر کہا۔

''فکر نہ کرو بیگم... اب یہ پہلے کھائیں گے اور پئیں گے، پھر کیس پر کام کریں گے۔''

''پڑھائی وغیرہ کا بھی کچھ ہوش ہے یا نہیں...''

''یہ تو آپ فرزانہ سے پوچھیں... تین دن سے اسکول نہیں گئی... ہم دونوں تو اچھے بچے ہیں... روز اسکول جاتے ہیں... کیوں محمود۔''

'' میرے اسکول میں اسپورٹس ویک چل رہا ہے ... اسی لئے مجھے اسکول سے چھٹی مل گئی تھی اور اس کے بعد ہی اباجان نے مجھے اگاتھا بننے کی اجازت دی تھی ... ورنہ شاید خفیہ فورس والی سارہ کو یہ رول نبھانا پڑ جاتا۔'' فرزانہ کہتی چلی گئی۔

'' امی جان ... یہ کیس تو ہمیں خوب قلابازیاں کھلا رہا ہے ... بہت سخت ترین کیس ہوگیا ہے۔'' فاروق بول پڑا۔

'' تم لوگوں کو نرم اور ملائم کیس ملتے کب ہیں۔''

پھر انہوں نے بہت ہی نفاست سے تیار کیا ہوا کھانا ان کے سامنے رکھ دیا ... وہ انگلیاں چاٹتے رہ گئے ... اور آخر انہیں کہنا پڑا:

'' مان گئے آپ کو ... اس قدر مزے دار کھانا تو خود آپ کو بھی پکانا نہیں آتا۔'' یہ جملہ انسپکٹر جمشید نے کہا۔

'' تب پھر یہ کیسے پک گیا۔'' وہ چونک کر بولیں۔

'' شش ... شاید اتفاق سے۔'' انسپکٹر جمشید ہکلائے۔

'' جیسے آپ اتفاق سے کیس حل کر لیتے ہیں ... حل کرنے تو آپ کو بھی نہیں آتے۔'' بیگم جمشید نے اینٹ کا جواب پتھر سے دیا۔

اب تو انسپکٹر جمشید نے خاموش رہنے میں ہی عافیت جانی ... ویسے ان تینوں کی کھی کھی تو پہلے ہی اپنی امی کا جواب سن کر

شروع ہو چکی تھی۔

O

انشارجہ کی سیکرٹ سروس میں آئے ہوئے اگاتھا کو زیادہ عرصہ نہیں گزرا تھا۔ جیرال کی ٹیم کی اہم رکن ہونے کے باوجود اس کی جان پہچان سیکرٹ سروس کے چند قریبی ساتھیوں سے آگے نہیں بڑھی تھی۔

انسپکٹر جمشید کی قید سے چھڑا کر لے جانے والے انشارجہ کے کمانڈوز نہ تو اسے سفارتخانے لے گئے تھے اور نہ ہی ولیم گیری کے دفتر کی عمارت۔ یہ کوئی اور ہی جگہ تھی۔ یہاں آ کر اس نے ابھی تک آسمان نہیں دیکھا تھا ... رات کے اندھیرے میں اسے یہاں لایا گیا تھا اور اس کے بعد سے وہ باہر نہیں نکلی تھی ... کمرہ بے حد شاہانہ تھا ... لانے والے سفید فام تھے اور انشارجہ کے لہجے کی انگریزی بول رہے تھے ... اپنے لوگوں میں واپس آ کر اس نے سکون کا سانس لیا تھا ... دوسرے روز اسے ہدایت ملی تھی کہ وڈیو کیمرے کے سامنے بیٹھ کر اپنی کارروائی کی مکمل تفصیل ریکارڈ کروا دے اور ساتھ ہی اپنے ہاتھ سے یہ ساری تفصیل ایک کاغذ پر لکھ کر اپنے دستخط بھی کردے ... اور اس کام کیلئے اسے ایک ڈیجیٹل وڈیو کیمرہ بھی دیا گیا تھا اور کاغذ قلم بھی ... آدھے گھنٹے کے بعد اس نے وڈیو ریکارڈ کر کے اور کاغذ پر تفصیل لکھ کر دونوں

چیزیں اسی لڑکی کے حوالے کر دیں جس کے ذریعے ہدایت اور کمپیوٹر اس
تک پہنچے تھے ... یہ لڑکی میریا تھی ... ایجنٹ میریا۔
لیکن اب تو چار پانچ روز گزر چکے تھے اور اس کی اکتاہٹ انتہا
کو چھو رہی تھی ... اس وقت بھی اگاتھا بے حد پریشان تھی ... اور پریشانی
میں جو اطمینان کسی دوست یا ہمدرد کو دیکھ کر ہوتا ہے وہی اگاتھا کو محسوس
جب کمرے کا دروازہ کھول کر میریا اس کے سامنے آ کھڑی ہوئی ... اس
سے پہلے کہ اگاتھا اس سے کچھ کہہ پاتی ... میریا کے منہ سے نکلا:

''یہاں سے جانا ہوگا ... اسی وقت۔''

''میں اب سفارتخانے کے علاوہ کہیں اور نہیں جاؤں گی ؟''
اگاتھا کے لہجے میں ہلکا سا احتجاج تھا۔

''یہ میں نہیں جانتی ... تیار رہو ... کچھ دیر میں وہ تمہیں لینے
آجائیں گے۔'' میریا نے خشک لہجے میں کہا اور پلٹ کر کمرے سے نکل
گئی۔ اگاتھا اس کا رویہ دیکھ کر حیران رہ گئی ...

آج پہلی بار میریا نے اس لہجے میں بات کی تھی ... لیکن خیر ... کیا
فرق پڑتا ہے ... اس نے سر کو جھٹکا دیا ... پھر وہ اٹھی اور ڈریسنگ ٹیبل
سے کنگھا اٹھا کر بال سنوارنے لگی ...

پھر ایک گھنٹے کے بعد ایک بند وین اسے وہاں سے لے کر روانہ

ہوئی ... اندھے شیشوں کی اس وین کے باہر کا منظر وہ دیکھ نہیں سکتی تھی
... اس لئے اندازہ نہیں لگا سکی کہ راستہ انشارجہ کے سفارتخانے کی طرف
جا رہا ہے یا کہیں اور ...

ایک گھنٹے بعد وین رکی ... دروازہ کھولا گیا ... وہ باہر نکلی اور پھر
... دھک سے رہ گئی ... باہر کا منظر چونکا دینے والا تھا۔

اس کے سامنے کوئی اور نہیں ... بلکہ محمود ، فاروق، فرزانہ ایک
کار سے ٹیک لگائے کھڑے تھے۔ تینوں کے چہرے پر شرارت بھری
مسکراہٹ تھی۔ اور یہ وہی جگہ تھی جہاں سے اس کے ساتھی اسے چھڑا کر
لے گئے تھے ...

اب اسے پورا کھیل سمجھ میں آیا ... یعنی وہ شروع سے اب تک
انسپکٹر جمشید کی قید میں تھی ... انشارجہ کے فوجیوں کا اسے چھڑا لے جانا
ایک ڈرامہ تھا ... دراصل وہ انسپکٹر جمشید کے ہی آدمی تھے جن کو انشارجہ
کے فوجی بنا کر اگاتھا کو بیوقوف بنایا گیا تھا ...

اور یہ سارا چکر اس لئے چلایا گیا کہ اس سے یہ اگلوا لیا جائے
کہ ڈاکٹر علی اور دلاور نوری کے قتل کے پیچھے اصل کہانی کیا تھی ...

اسی وقت وین کی اگلی سیٹ کا دروازہ کھلا اور میریا کا چہرہ نظر آیا
... انہیں دیکھ کر وہ مسکرائی اور پھر دیکھتے ہی دیکھتے اس نے اپنے چہرے

سے ایک جھلی اتار پھینکی ... اگاتھا نے دیکھا ... میریا کی جگہ اس کے سامنے خفیہ فورس والی سارہ کھڑی تھی ... اسی لمحے فرزانہ کی آواز اس کے کانوں سے ٹکرائی ...

'' اور اب مس اگاتھا ... اب آپ ہمارے ملک کی جیلوں کے ٹکڑوں پر پلیں گی ... یاد ہے نا .. اس سے کچھ ملتی جلتی بات آپ نے ہمارے بارے میں کہی تھی ...''

جھلاہٹ کے عالم میں اگاتھا نے اپنے بال نوچ ڈالے۔

O

انسپکٹر جمشید نے صدر صاحب کا نمبر ڈائل کیا ... سلسلہ ملتے ہی ان کی آواز آئی:

'' السلام علیکم ... کیا رہا جمشید، سر غابا والا کیس کہاں تک پہنچا۔'' سلام کا جواب کا انتظار کئے بغیر انہوں نے سوال داغ دیا۔

'' وعلیکم سلام ... حل ہوگیا ہے سر ... بس آپ کی اجازت سے سب کے سامنے وضاحت کرنا چاہتا ہوں۔''

'' ٹھیک ہے ... کرو وضاحت۔''

'' آپ غلط سمجھے ... کل آپ اگر کچھ وقت نکال کر سر غابا کی کوٹھی پر تشریف لا سکیں تو وہیں تفصیل بیان کر دوں گا، باقی لوگوں کو

بھی بلانا ہوگا۔''

'' ٹھیک ہے جمشید ... تم وقت طے کرو ... پھر مجھے بتا دینا۔''

'' جی اچھا۔''

'' ایک بات اور بھی ہے سر ...''

'' ہاں ہاں کہو ...''

'' انشارجہ کے سفیر کو بھی بلانا ہوگا ... اور یہ آپ کے سوا کسی اور کے بس کی بات نہیں ...''

'' کیوں ... سفیر کو بلانے کی کیا ضرورت پیش آگئی ...''

'' ضرورت ہے سر ... بس آپ انہیں بلانے کا انتظام کر دیں۔''

'' ٹھیک ہے ... میں اس سے بات کر لوں گا۔''

'' بہت بہت شکریہ سر!''

☆☆☆☆☆

کہانی کا پردہ

دوسرے روز سہ پہر کو محمود، فاروق، فرزانہ اور انسپکٹر جمشید سر غابا کے گھر جا پہنچے ... سر غابا اور آئی جی صاحب وہاں ان کے منتظر تھے ... پھر دیگر لوگوں کی آمد شروع ہوئی ... کیس سے متعلق سارے ہی لوگ موجود تھے سوائے رضوان فرخندی کے۔ یہ پورا انتظام انسپکٹر جمشید کی ہدایت پر ہوا تھا۔

شیراز خان فتح پوری اور وزیر داخلہ بھی آ چکے تھے ... انہیں انسپکٹر جمشید نے خصوصی طور پر بلوایا تھا۔

لیکن سب لوگوں کی حیرت کی انتہا نہ رہی جب صدر مملکت کا قافلہ وہاں آ کر رکا ... انسپکٹر جمشید نے کسی کو نہیں بتایا تھا کہ صدر مملکت بھی آ رہے ہیں۔

انسپکٹر جمشید نے آگے بڑھ کر ان کا استقبال کیا ...

'' السلام وعلیکم انکل ...'' تینوں کے منہ سے ایک ساتھ نکلا۔

'' وعلیکم سلام ... کیسے ہو بھئی تم تینوں ... ویسے آپس کی بات ہے جمشید ... یہ کیا کرتے پھر رہے ہو تم ... انشارجہ کے سفیر نے ناک میں دم کر رکھا ہے ... کہہ رہا تھا کہ یہ سب انسپکٹر جمشید کی چال ہے ...''

'' کبھی کبھار چالیں چلے بغیر چلنا مشکل ہو جاتا ہے جناب۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

صدر مملکت نے ان کا ہاتھ پکڑا اور ایک طرف لے گئے:

'' کیا اس لڑکی کو تم نے ... میرے کہنے کا مطلب ہے کہ وہ زندہ تو ہے نا ...''

'' بالکل خیریت سے ہے ... لیکن ابھی کچھ دن اسے غائب رکھنا بہت ضروری ہے ... وہ لڑکی جیرال کی تربیت یافتہ ہے ... اور بھی بہت کچھ اگلوانا ہے اس سے ...''

'' ٹھیک ہے ... ٹھیک ہے ... مجھے تم پر پورا بھروسا ہے ...''

اسی وقت انشارجہ کے سفیر کی کار بھی وہاں آ کر رکی ... وہ کار سے اتر کر سیدھا صدر مملکت کی طرف آیا:

'' یہ آخر ہمارے لوگوں کے ساتھ یہاں کیا ہو رہا ہے مسٹر پریزیڈنٹ ...''

صدر مملکت نے سوالیہ نظروں سے اس کی طرف دیکھا۔

"میرے کہنے کا مطلب ہے کہ اگاتھا تو غائب تھی ہی ... لیکن کل رات سے ولیم گیری کی بھی کوئی خبر نہیں ہے۔" سفیر بولا۔

صدر صاحب نے کنکھیوں سے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھا ... وہ مسکرا کر رہ گئے۔

صدر صاحب سفیر کو لے کر آگے بڑھ گئے ... لیکن اس دوران سفیر انسپکٹر جمشید پر ایک نفرت بھری نظر ڈالنا نہیں بھولا تھا ...

دس منٹ بعد سب لوگ اندر لان میں جمع ہو چکے تھے ... سردیوں کے آخری دن تھے .... اور سہ پہر کی دھوپ کافی خوشگوار ہو چلی تھی ...

انسپکٹر جمشید نے لان کے چاروں طرف کا جائزہ لیا ... اکرام کی ٹیم کے آدمی ہر طرف موجود تھے ... خفیہ فورس کے ارکان بھی اطراف کی عمارتوں کی چھتوں پر نظر آئے ... انسپکٹر جمشید مطمئن ہو گئے ... تمام انتظامات مکمل تھے ...

جب سارے مہمان کرسیوں پر بیٹھ گئے تو انسپکٹر جمشید نے کہنا شروع کیا:

"معاملہ ہے ... ذاکر علی کے قتل کا ... جو چھوٹے بھائی تھے ... سر غابا صاحب کے اور سر غابا ہیں آپ کے مشیر خصوصی ... ذاکر علی کا قتل بہت پراسرار حالات میں ہوا ... اس کیس نے ہمیں بہت چکرایا ... بہت

گھماؤ پھراؤ والا کیس ثابت ہوا ... لیکن الحمدللہ ہم نے اسے مکمل کر لیا ہے ... اور اسی لیے یہاں سر غابا تو موجود ہیں ہی، لیکن رضوان فرخندی موجود نہیں ہیں ... جو ذاکر علی کی مل کے منیجر ہیں ... ان کی غیر موجودگی کی وجہ میں آپ کو بعد میں بتاؤں گا ... اور یہ ہیں غزالہ ... یعنی ذاکر علی کی بیٹی ... یہاں ایک اور صاحب موجود ہوتے اگر انہیں قتل نہ کر دیا گیا ہوتا ... ان کا نام ہے دلاور نوری .. دلاور نوری کا اس کیس میں کافی عمل دخل تھا ... لیکن افسوس وہ مارے گئے ... ورنہ ہم ان کی کہانی آج انہی کو سناتے ... اور یہ ہمارے اس کیس کا ایک ناکام پہلو ہے۔"

"جی ... کک ... کیا کہا آپ نے ... ناکام پہلو۔" فاروق نے حیران ہو کر کہا۔

"کیوں ... کیا بات ہے۔" انسپکٹر جمشید چونکے۔

"م ... میرا مطلب ہے ... یہ تو کسی ناول کا نام ہو سکتا ہے۔"

صدر صاحب کے چہرے پر مسکراہٹ پھیل گئی۔ جب کہ محمود اور فرزانہ برا سا منہ بنا کر رہ گئے۔

انسپکٹر جمشید نے بھی فاروق کو گھور کر دیکھا:

"یہ کیس شروع ہوتا ہے ... ایک فون سے جو ہمیں سر غابا نے کیا تھا... میں اس وقت گھر میں نہیں تھا ...فرزانہ نے فون سنا ... دوسری

طرف سے کہا گیا ... میں سرغابا بات کر رہا ہوں ... کوئی مجھے قتل کرنا چاہتا ہے ... ابھی انہوں نے یہ الفاظ کہے تھے کہ اسی وقت گولیوں کی آواز سنائی دی ... اب یہ تینوں گھبرا گئے۔ اسی وقت سرغابا کے گھر کی طرف روانہ ہوئے ... سرغابا کی کوٹھی میں داخل ہوئے تو پہلے ان کی ملاقات ایک ملازم عظیم بہادر سے اور پھر ذاکر علی صاحب کی بیٹی سے بھی ہوئی ... ان دونوں سے بات چیت کی وجہ سے ان تینوں کو اندر پہنچنے میں کچھ دیر لگ گئی ... لیکن اندر کی حالت کا نہ تو عظیم بہادر کو علم تھا اور نہ غزالہ کو ... یہ جب اندر پہنچے تو دیکھا کہ سرغابا سکتے کی سی حالت میں موجود تھے ... ان کے ہاتھ میں پستول تھا اور قالین پر ایک لاش ... لاش اوندھے منہ پڑی تھی ... پتا چلا کہ حملہ آور نے ان کے دھوکے میں ان کے عکس پر یعنی سامنے کھڑے قد آدم آئینے پر گولی چلا دی تھی اور سرغابا نے موقع کا فائدہ اٹھا کر حملہ آور پر جوابی فائر کر دیا جس سے وہ مارا گیا ... ان میں سے چند باتیں وہ ہیں جن کی اخبارات میں آپ تفصیلات پڑھ چکے ہیں ... اس لیے میں بات کو مختصر کرتا ہوں ... لاش کے چہرے پر میک اپ ثابت ہوا ... میک اپ اتروایا گیا ... لیکن وہ مکمل طور پر نہ اترا اور لاش کو محکمے کی فارنسک لیب بھجوا دیا گیا ... ہم نے سرغابا صاحب سے پوچھا کہ آخر یہ شخص اندر کیسے داخل ہوگیا ...

انہوں نے بتایا کہ اس شخص نے ان کے دوست دلاور نوری کے ذریعے فون کرایا تھا ... دلاور نوری نے فون پر کہا تھا کہ وہ اپنے ایک عزیز کو بھیج رہے ہیں ... انہیں آپ سے بہت ضروری کام ہے ... لہٰذا آپ ان سے مل لیں ... تو اس طرح اسے اندر آنے کی اجازت دی گئی ... لیکن اس نے آتے ہی ان پر فائر کرنے کی کوشش کی ... ادھر سرغابا پوری طرح چوکس تھے کیونکہ کوئی نامعلوم شخص ان کو فون پر پہلے ہی خبردار کر چکا تھا ... انہوں نے اس سے پہلے فائرنگ کر دی ... ان کی کہانی سن کر ہم نے دلاور نوری سے ملاقات کی ... انہوں نے بیان دیا کہ چار آدمی ان سے ملاقات کے لیے آئے تھے ... آتے ہی ان پر پستول تان لیے ... اور اپنے ایک ساتھی کے نام پر سرغابا کیلئے سفارشی خط لکھوایا اور فون کروایا ... خط لے کر ان کا ساتھی چلا گیا ... باقی دو وہیں رہ گئے۔ جب انہیں ساتھی نے فون کر دیا کہ وہ سفارشی خط کے بل پر سرغابا کے گھر کے اندر پہنچنے میں کامیاب ہوگیا ہے تو وہ یہاں سے فرار ہو گئے ...''

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید سانس لینے کیلئے چند سیکنڈ رکے ... پھر بولے:

اگر بات صرف اتنی سی ہوتی تو اس طرح یہ کیس ایک سیدھا سادا قاتلانہ حملے کا کیس ثابت ہوجاتا اور بس ... لیکن ... مسئلہ یہ بنا کہ ایک

تو پہلے یہ ثابت ہوا کہ مقتول کے اصل چہرے پر میک اپ کیا گیا ہے
اور پھر ایک اور دھماکا خیز بات سامنے آئی ... مقتول یعنی جو شخص سرغابا
کو قتل کرنے کی نیت سے آیا تھا لیکن خود ہی مارا گیا ... وہ کوئی اور نہیں
... سرغابا کے چھوٹے بھائی ذاکر علی تھے۔"

"کیا!!!" ایک ساتھ کئی آوازیں ابھریں۔

"جی ہاں ... یہی سچ ہے ... اور پھر ایک اور عجیب سچ ہمارے
سامنے آیا ... کہ ذاکر علی کی موت کا وقت وہ نہیں جس وقت سرغابا نے
ان پر گولی چلائی تھی ... بلکہ اس سے دو گھنٹے پہلے کا وقت ہے ...
پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے مطابق قتل پانچ بجے کے قریب ہوا ہے ...
جب کہ سرغابا نے جب ہم فون کیا ، اس وقت سات بج رہے تھے ...
گویا غابا صاحب نے حملہ آور پر سات بجے فائر کیا ... اور پوسٹ مارٹم
کی رپورٹ کہہ رہی تھی کہ قتل صبح ۵ بجے ہوا ہے ... اس رپورٹ نے
ہمیں چکرا کر رکھ دیا۔"

لان میں بیٹھے لوگوں کا یہ حال تھا کہ اگر ان کے سامنے اس
وقت بم بھی پھٹ جاتا تو ان کو خبر نہ ہوتی ... حیرت کے مارے ان کا برا
حال تھا ... سوائے چند ایک کے ... انسپکٹر جمشید انہیں دیکھ کر مسکرائے:

"... لیکن ہمیں ابھی کئی اور چکر آنے باقی تھے ... جیسا کہ میں

نے ذکر کیا کہ قتل کے روز ہم نے دلاور نوری سے ملاقات کی تھی ...
اب آگے سنیے ... وہاں ہم نے فرش پر خون کا ایک دھبہ دیکھا تھا
... جب اس خون کا تجزیہ کیا گیا تو ایک اور نہ سمجھ میں آنے والی حقیقت
سامنے آئی ... یعنی ایک اور چکرا دینے والی بات .... خون کا یہ دھبہ
دراصل ... ذاکر علی کے خون کا تھا ..."

اوہ ، ارے ، ہائیں جیسی ملی جلی آوازوں کی بھنبھناہٹ بلند ہوئی
... پھر خاموشی چھا گئی۔

"اس انکشاف سے پہلے ہم دیگر پہلوؤں سے بھی کیس کا جائزہ
لیتے رہے اور کئی لوگوں سے ملے ... اس دوران ہمیں غزالہ سے یہ بھی
معلوم ہوا کہ ان کے مرحوم والد ذاکر علی کی ذاتی ڈائری سے کچھ صفحات
چوری کر لیے گئے ہیں ... یہ اطلاع کہ دلاور نوری کے گھر سے ملنے والا
دھبہ ذاکر علی کے خون کا ہے ... ہمیں اتفاق سے اس وقت ملی جب ہم
اسی شام تفتیش کے سلسلے دوبارہ دلاور نوری کے گھر میں ان سے بات
چیت کر رہے تھے ... اس اطلاع کے بعد جب ہم نے ان سے کہا کہ
ہمیں شک ہے کہ ذاکر علی کی موت سرغابا کے کمرے میں نہیں ہوئی ...
بلکہ آپ کے کمرے میں ہوئی ہے ... اور پوسٹ مارٹم کی رپورٹ کے
مطابق موت صبح پانچ بجے ہوئی ہے نہ کہ سات بجے ... ان حالات میں

مسٹر دلاور نوری آپ کی پوزیشن بہت نازک ہو جاتی ہے ... عین اسی
وقت ان پر کھڑکی سے بلو پائپ کے ذریعے زہریلا تیر پھینکا گیا اور وہ
بیٹھے بیٹھے ایک سیکنڈ میں ختم ہو گئے ...''

''کس نے قتل کیا تھا انہیں ...'' وزیرِ داخلہ منہ بنا کر بولے۔

''اسی نے ... جس کو اغوا کرنے کے الزام میں آپ نے مجھے
گرفتار کرنے کے احکامات جاری کیے تھے۔'' انسپکٹر جمشید مسکرائے۔

اور وزیرِ داخلہ لگے ادھر ادھر دیکھنے ... صدرِ مملکت نے بھی
وزیرِ داخلہ کو گھور کر دیکھا۔

''قتل کی وجہ؟'' آئی جی صاحب نے سوال اٹھایا۔

''اس کے سوا اور وجہ کیا ہو سکتی ہے کہ راز پر پردہ پڑا رہے ...
یہ تو ظاہر ہی ہے کہ انشارجہ کے ایجنٹ دلاور نوری پر نظر رکھے ہوئے تھے
... نگرانی کرنے والی ایک لڑکی تھی ... جب اس نے دیکھا کہ اب ہم
دلاور نوری سے راز اگلوانے کے نزدیک پہنچ چکے ہیں تو اس نے ان کا
خاتمہ کر دیا ... اور قاتل ... نہیں بلکہ قاتلہ کا تعاقب مجھے انشارجہ سے تعلق
رکھنے والی ایک کاروباری کمپنی کے دفتر لے گیا ... وہ لڑکی میری آنکھوں
کے سامنے اسی عمارت میں داخل ہوئی تھی ... لیکن کمپنی کے انچارج نے
صاف انکار کر دیا کہ نہ تو کوئی لڑکی اس کے دفتر میں اس وقت داخل

ہوئی ہے اور نہ ہی کوئی لڑکی اس کے ادارے میں ملازمت کرتی ہے
... لیکن پھر ہوا یوں کہ اسی رات اسی عمارت سے ایک لڑکی اگاتھا کو اغوا
کر لیا گیا ... اگاتھا کے اغوا ہوتے ہی جیسے زلزلہ آگیا ... انشارجہ کے
سفیر نے اس کے اغوا کا الزام مجھ پر ڈال دیا ... صرف اس لیے کہ میں
اسی روز لڑکی کی تلاش میں گیری ولیم سے ملا تھا ... لیکن اس سے کم از کم
ایک بات بالکل صاف ہو گئی کہ ڈاکٹر علی اور دلاور نوری کی موت سے
انشارجہ کا کوئی نہ کوئی تعلق تو ضرور تھا ...''

''کیا تعلق تھا جمشید ... آخر کیا تعلق ہو سکتا ہے ...''

''یہی تو دیکھنا تھا ... اور یہی دیکھنے کیلئے کہ یہ چکر آخر ہے کیا ...
ہمیں گیری ولیم کے دفتر میں کچھ دن خفیہ طور پر رہنا پڑا ... مجھے وہاں
کے ایک انگریز ملازم ورنے کے میک اپ میں اور فرزانہ کو ....'' انہوں
نے جملہ ادھورا چھوڑ دیا ... ایک نظر اکرام کی طرف ڈالی ... پھر بولے:

''... اور فرزانہ کو اگاتھا کے میک اپ میں ...''

''کیا!!!'' کئی لوگ ایک ساتھ چلائے ... ان میں وزیرِ داخلہ کی
آواز سب سے بلند تھی ...

☆☆☆ ☆☆

گھناؤنا کام

صدر مملکت مسکرا کر رہ گئے۔

'' اس کا مطلب ہے کہ اگاتھا آپ کی قید میں تھی ... یعنی اگاتھا جو چند روز پہلے واپس لوٹ آئی تھی اور دوبارہ غائب ہوگئی ... وہ اگاتھا نہیں بلکہ فرزانہ تھی ...'' وزیرِ داخلہ غصے بھرے لہجے میں بولے۔ جوش کے عالم میں وہ اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑے ہوگئے تھے۔

انشارجہ کے سفیر کا چہرہ بھی غصے سے سرخ ہوچکا تھا ... یہ اور بات ہے کہ ابھی تک اس نے غصے کا اظہار نہیں کیا تھا۔

'' بیٹھ جائیے ملک صاحب ... آپ اس ملک کے وزیر ہیں، انشارجہ کے نہیں ... آپ انسپکٹر جمشید کو نہیں جانتے ... وہ ہم سب سے زیادہ محب وطن ہیں ... اگر الیکشن میں کھڑے ہوجائیں تو ہم سب کا بوریا بستر گول ہوجائے ... انسپکٹر جمشید نے ایسا کچھ کیا ہے تو یہ انتہائی ضروری رہا ہوگا ... سمجھے آپ۔'' صدر مملکت نے وزیرِ داخلہ کو اچھی

خاصی ڈانٹ پلا دی۔

وزیرِ داخلہ اور ان کا غصہ، دونوں ہی صدر صاحب کی ڈانٹ سن کر جھاگ کی طرح بیٹھ گئے ...

'' شکریہ سر!'' انسپکٹر جمشید نے صدر صاحب کا شکریہ ادا کیا ... اور پھر اپنی بات شروع کی:

'' اس دوران حیرت انگیز حقائق ہمارے سامنے آئے ... ایسے سچ جسے جان کر ہم تھرا اٹھے ... اگاتھا کے میک اپ کا فرزانہ نے بھرپور فائدہ اٹھایا اور ان کے کمپیوٹروں کا ریکارڈ کھنگال ڈالا ... ان کی فائلوں کی نقلیں تیار کر لیں ... اور پھر ہم جان گئے کہ دلاور نوری اور ذاکر علی کو کیوں قتل کیا گیا ... اور یہ بھی کہ مرحوم ذاکر علی کا قاتل کون ہے۔''

'' کون ہے میرے باپ کا قاتل ... بتائیں مجھے .. میں اس کو زندہ نہیں چھوڑوں گی ...'' غزالہ اپنی جگہ سے اٹھ کر زور سے چیخی اور پھر اس نے پھوٹ پھوٹ کر رونا شروع کردیا۔

فوراً ہی فرزانہ آگے بڑھی اور اس کے پاس پہنچ کر اسے گلے سے لگا لیا ... اس کے آنسو پونچھے اور دلاسا دیا۔

انسپکٹر جمشید کچھ دیر خاموش کھڑے رہے ... پھر کہنا شروع کیا:

'' یہ بات تو اب صاف ہوچکی ہے کہ دلاور نوری یقیناً کچھ ایسا

بھی آڑے آیا ... اسی دوران انہیں علم ہوا کہ دلاور نوری صاحب بھی رضوان فرخندی کے ساتھ اس کام میں شریک ہیں ... دلاور نوری چونکہ سرغابا کے دوست تھے، اس لئے ذاکر علی نے سوچا کہ اپنے بڑے بھائی کو درمیان میں ڈال کر دلاور نوری سے بات کی جائے اور انہیں کہا جائے کہ ان کی کمپنی کو اس گھناؤنے کام کیلئے استعمال نہ کریں ... سرغابا یہ سن کر سوچ میں پڑگئے کیونکہ وہ جانتے تھے کہ دلاور نوری کے انشارجہ کے سفیر سے گہرے تعلقات ہیں ... اور دلاور نوری کے ذریعے ہی دراصل وہ انشارجہ کے سفیر کی سفارش پر صدر مملکت کے خصوصی مشیر بننے میں کامیاب ہوئے ہیں ... سرغابا پہلے تو ذاکر علی کو ٹالتے رہے کہ آج بات کرتا ہوں کل بات کرتا ہوں ... پھر ایک دن ذاکر علی کو اطلاع ملی کہ اسلحے کی ایک کھیپ شیراز خان فتح پوری کے گھر پہنچائی جارہی ہے ... یہ جان کر وہ چونک اٹھے ... کیونکہ اسی روز شیراز خان فتح پوری کی پارٹی نے یہ اعلان کیا تھا کہ اگر ان کے گرفتار کارکنوں کو رہا نہیں کیا گیا تو وہ آئندہ ہفتے ہڑتال کریں گے ... اور پھر یہ ہڑتال اسی روز ہوئی جس صبح ذاکر علی کو قتل کیا گیا تھا۔"

یہاں تک کہہ کر انسپکٹر جمشید سانس لینے کیلئے رکے۔

ان کے خاموش ہوتے ہی ایسا لگا جیسے گہرا سناٹا چھا گیا ہو ...

صدر مملکت سمیت سارے ہی لوگ دم سادھے بیٹھے تھے ... سرغابا کا تو یہ حال تھا کہ کاٹو تو لہو نہیں بدن میں ...

شیراز خان فتح پوری خونخوار نظروں سے انسپکٹر جمشید کو گھور رہا تھا ... اس کا بس نہیں چل رہا تھا ورنہ انسپکٹر جمشید کو کچا ہی چبا جاتا۔

"بہت بڑا الزام لگا رہے ہو انسپکٹر جمشید ... تمہارے خلاف ہتک عزت کا دعویٰ کروں گا میں ..."

"میرا خیال ہے جمشید ... تم یہ الزام واپس لے لو ..." صدر صاحب گھبرا گئے۔

انسپکٹر جمشید کی نظر ان پڑی تو مسکرائے بغیر نہ رہ سکے:

"سر! آپ اطمینان رکھئے ... ان کی وہ ذاتی کار جس کے کاغذات کی ملکیت ان کے اپنے نام پر ہے ... اس کی نقل و حرکت پر ہم نے اس وقت سے نظر رکھنی شروع کر دی تھی جب پہلے بھی کار میں نے ولیم گیری کے دفتر سے نکلتی اور بعد میں فتح پوری کے بنگلے پر کھڑی دیکھی تھی ... یہ کار بھی ہتھیاروں کو ولیم گیری کے دفتر سے ان کی جماعت کے علاقہ دفتروں تک پہنچانے کیلئے استعمال ہوتی ہے ... گاڑی اپنے نام پر رکھنے کا مقصد صرف یہی نظر آتا ہے کہ آتے جاتے اگر پولیس والے روکیں تو یہ بتا کر بلکہ ڈرا کر انہیں تلاشی وغیرہ سے روک دیا جائے کہ یہ

گاڑی ان کی ذاتی گاڑی ہے ... اس کے علاوہ بھی ان گنت ثبوت ہیں میرے پاس۔"

"تمہیں تو میں دیکھ لوں گا۔" شیراز خان فتح پوری نے انسپکٹر جمشید کو کھلی دھمکی دی۔

"ضرور دیکھئے گا ... ہاں تو میں کہہ رہا تھا ... سرغابا سے جھگڑے کے دوسرے روز ذاکر علی دورے پر چلے گئے ... وہ بھی اس طرح کہ انہوں نے جانے کے بعد کسی سے کوئی رابطہ نہیں کیا ... لیکن سچ تو یہ ہے کہ ذاکر علی کو اغوا کر لیا گیا تھا ... دراصل اس رات کی جھڑپ کے بعد سرغابا نے دلاور نوری سے ملاقات کر کے اسے وارننگ دی کہ اس کی اور رضوان فرخندی کی کارروائیوں کا علم ذاکر علی کو ہوگیا ہے لہٰذا بہتر ہوگا کہ آپ لوگ اپنی حرکتوں سے باز آجائیں ... کیوں سرغابا ... میں نے کچھ غلط تو نہیں کہا۔"

سرغابا حیرت سے منہ کھولے اور آنکھیں پھاڑے انسپکٹر جمشید کی طرف دیکھ رہے تھے ... پھر ان کے ہونٹ ہلے اور بڑی مشکل سے یہ الفاظ نکلے:

"نہیں ... جو کچھ آپ نے کہا وہ بالکل سچ ہے۔"

"شکریہ سرغابا ..." وہ بولے:

"اب آگے سنیئے ... دلاور نوری کے تو ہوش اڑ گئے ... اس نے فوراً انشارجہ کے سفیر اور ولیم گیری سے رابطہ کیا ... وہاں سے حکم ملا کہ ذاکر علی اور سرغابا دونوں کو ٹھکانے لگا دیا جائے ... اب دلاور نوری نے سوچا کہ ذاکر علی کے قتل تک تو ٹھیک ہے ... لیکن سرغابا کا قتل اسے گوارا نہ تھا ... وہ سرغابا کا دوست تھا ... اس لئے اس نے ولیم گیری اور سفیر کو سرغابا کے قتل سے باز رہنے کا مشورہ دیا جسے مان لیا گیا ... لیکن طے یہ ہوا کہ ذاکر علی کو قتل کر کے یہ جرم سرغابا کے سر تھوپ دیا جائے تاکہ اگر وہ کبھی سچ سامنے لانے کی کوشش بھی کریں تو کوئی ان کے بیان پر یقین نہ کرے ... ذاکر علی کو اغوا کر کے دلاور نوری کے گھر لایا گیا ... اسے ایک دن وہاں قید رکھا گیا اور پھر اس دن صبح پانچ بجے گولیاں مار کر قتل کر دیا گیا ... پھر دلاور نوری سے سرغابا کو فون کروایا گیا کہ وہ ایک آدمی کو سفارشی خط دے کر روانہ کر رہے ہیں ... دلاور نوری نے دباؤ میں آکر یہ کام کر تو دیا ... لیکن جیسے ہی وہ لوگ ذاکر علی کی لاش لے کر سرغابا کی طرف روانہ ہوئے ... انہوں نے سرغابا کو دوبارہ فون کیا اور اس بار دوستی کا حق نبھاتے ہوئے ان کو خبردار کر دیا ... لیکن نامعلوم آدمی بن کر ... سرغابا کو فون کرنے والا کوئی نامعلوم آدمی نہیں بلکہ دلاور نوری تھا ... بس انہوں نے آئی جی صاحب کو اور مجھے

فون گھما دیا ... ہم یہاں آ گئے ... اپنے طریقے سے تفتیش کی ... ورنہ عام طریقے کی تفتیش کا نتیجہ ان کے قاتل ثابت ہونے کی صورت میں ہی نکلتا ... اور اصل سازش بھی سامنے نہ آتی ... نہ ہی سر غابا یہ اقرار کرتے کہ ان کے بھائی کے قتل کے پیچھے کس کا ہاتھ تھا۔''

'' لیکن میرے شوہر کی لاش کو یہاں تک لایا کیسے گیا ... پھر اندر کمرے تک کس نے پہنچایا ... کیا گھر والوں میں سے کسی نے نہیں دیکھا کہ کچھ لوگ ایک لاش کو اٹھائے سر غابا کے کمرے کی طرف جا رہے ہیں ... وہ چوکیدار عظیم بہادر کہاں سویا ہوا تھا ... گیٹ کس نے کھولا ... ان سوالوں کے جواب ہیں آپ کے پاس ...''

سب نے پلٹ کر دیکھا ... یہ بیگم ذاکر علی تھیں ... وہ برآمدے میں کھڑی دونوں ہاتھ کمر پر رکھے انسپکٹر جمشید کو گھور رہی تھیں ...

ابھی انسپکٹر جمشید جواب دینے بھی نہیں پائے تھے کہ وہ پھر بولیں:

'' میں جانتی ہوں ... یہ قتل غابا نے کیا ہے ... اسی نے مارا ہے میرے شوہر کو ... اور تم انسپکٹر جمشید ... اس کو بچانے کی کوشش کر رہے ہو۔'' وہ ہسٹیریائی انداز میں اتنے زور سے چلائیں کہ اس کے بعد انہیں کھانسی کو دورہ پڑ گیا۔

سب ایک دوسرے کی شکل دیکھنے لگے ... وہ سناٹے میں آ گئے

تھے ... صرف وزیر داخلہ اور شیراز خان فتح پوری کے چہروں پر طنزیہ مسکراہٹیں تھیں۔

محمود ، فاروق، فرزانہ بھی حیران تھے کہ کیا کریں ... ایسا موقع شاید پہلے کبھی نہیں آیا تھا ... انہوں نے اپنے والد کی طرف دیکھا لیکن ان کے چہرے پر بلا کی سنجیدگی کے سوا کچھ نظر نہ آیا:

'' اس کا جواب بھی ہے میرے پاس ...'' چند لمحے کی خاموشی کے بعد انسپکٹر جمشید کی آواز گونجی:

'' لیکن میں نہیں ... فرزانہ اس کا جواب دے گی۔''

فرزانہ آگے بڑھ کر اپنے والد کے برابر آ کھڑی ہوئی، پھر بولی:

'' سر غابا کا فون سننے کے بعد جب میں ، محمود اور فاروق یہاں پہنچے تھے ... تو ہم نے یہاں ایک ایسی گیس کی بو محسوس کی تھی جو عموماً ذہن ماؤف کرنے ، بے ہوش کرنے یا نیند گہری کرنے کیلئے استعمال کی جاتی ہے ... اس کا مطلب یہ نکلتا ہے کہ لاش کو لانے والوں نے پہلے باہر سے سنتھیلک گیس کا اسپرے کیا ... پھر وہ اندر آئے ... یہی وجہ تھی کہ جب ہم پہنچے تو آپ کے گارڈ عظیم بہادر نے گیٹ کھولنے میں دس منٹ سے زیادہ کا وقت لگایا کیونکہ اس وقت وہ نیم بے ہوشی کی کیفیت میں تھا ... عظیم بہادر نے پوچھ گچھ کے دوران یہ تسلیم بھی کیا کہ اسے گھنٹی

بجنے کی آواز تو سنائی دے رہی تھی لیکن وہ اپنی جگہ سے اٹھنے میں دشواری محسوس کر رہا تھا ... اور پھر آپ کی بیٹی غزالہ بھی شاید اسی گیس کے اثر میں ہم تینوں سے الجھتی رہی ... رہا سوال گیٹ کھولنے کا ... تو گیٹ تو عظیم بہادر نے سر غابا کی ہدایت کے مطابق کھولا تھا ... اس بات کا ذکر تو سر غابا نے بھی کیا ہے کہ عظیم بہادر نے کمرے میں آ کر ان کو اطلاع دی تھی کہ رقعے والے صاحب آ گئے ہیں۔''

'' لیکن سر غابا کو یہ کیسے علم نہ ہوا کہ وہ ایک لاش پر گولی چلا رہے ہیں ... یہی کہا تھا نا آپ نے ... کہ حملہ آور نے پہلے فائر کیا تھا ... ایک مرے ہوئے آدمی نے نشانہ لے کر فائر کیسے کیا بھلا۔''

'' لاش کو سیدھا کھڑا رکھ کے پیچھے سے پکڑ رکھا ہوگا اور پھر خود ہی فائر کر دیا ہوگا ... یہ بات یاد رکھئے کہ ان کا ارادہ سر غابا کو ہلاک کرنے کا ہرگز نہیں تھا ... ارادہ صرف ان کو قتل کے الزام میں پھنسانے کا تھا ... جس وقت سر غابا نے پہلے فائر اور پھر آئینہ ٹوٹنے کی آواز سنی اور ایک آدمی کو سامنے کھڑا دیکھا ... جوابی فائر کر دیا ... ساتھ ہی لاش کو اندر دھکا دے دیا گیا ... دلچسپ بات یہ ہے کہ پوسٹ مارٹم رپورٹ کے مطابق ان کے جسم پر ایک سے زیادہ زخم ہیں ... جب کہ سر غابا کے پستول سے صرف ایک گولی چلائی گئی ہے۔''

'' میں نے کہا تھا نا ... ان کو بچانے کیلئے کہانی اچھی گھڑی ہے آپ نے ...'' بیگم ذاکر علی کے لہجے میں طنز کوٹ کوٹ کر بھرا ہوا تھا۔

'' ہمارا کام سچ تک پہنچنا تھا ... آپ کے شک کو دور کرنا نہیں ... اور یقین جانیئے ... اگر مجھے ورنے کے میک اپ میں اس کمپنی میں رہنے کا موقع نہ مل پاتا اور اس دوران ولیم گیری کی کمپیوٹر ہارڈ ڈسک سے وہ ای میل نہیں مل جاتی جو اس نے اپنے ہیڈ کوارٹر ارسال کی تھی اور میں اس ای میل سے ایچ ذاکر علی کے قتل کی کارروائی کی خفیہ رپورٹ کو تفصیل سے پڑھ نہ لیتا تو خود بھی سر غابا کو مجرم سمجھتا رہتا اور کبھی سچ تک نہ پہنچ پاتا۔'' انسپکٹر جمشید بولے۔

'' یہ آپ نے اچھی کہی ... یعنی مجرموں نے کارروائی کر کے اس کی پوری تفصیل بھی لکھ چھوڑی تھی ...''

'' کسی بھی سرکاری ادارے کا ... خاص طور پر انٹیلیجنس اداروں کے کام کا یہ لازمی حصہ ہوتا ہے کہ ہر کارروائی کی باریک سے باریک تفصیل کا دستاویزی ریکارڈ رکھا جاتا ہے اور اگر ممکن ہو تو اس کی مکمل وڈیو فلم بھی بنائی جاتی ہے ... یہ سب اس لئے کہ کل کو اگر ایسی کسی کارروائی کے حوالے سے ان پر کسی غلطی کا الزام آئے تو اس ریکارڈ اور وڈیو فلم کو انکوائری کمیٹی کے سامنے پیش کیا جاسکے ... جیسا کہ کچھ عرصہ

پہلے انشارجہ کے خفیہ ایجنٹوں نے رات کی تاریکی میں ہمارے ملک کے ایک حصے میں ایک بڑی کارروائی کی تھی ... اس کارروائی کی بھی وڈیو فلم بنائی گئی تھی۔''

اب ایک بار پھر خاموشی چھا گئی ... کسی کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔

اسی وقت انشارجہ کا سفیر اپنی جگہ سے اٹھ کر کھڑا ہوگیا:

☆☆☆☆☆

گرفتار کرلو!

''صدر صاحب ... میں کافی دیر سے اپنے ملک، سفارتخانے، اور چند شریف شہریوں کے خلاف انسپکٹر جمشید کی الزام تراشیاں برداشت کر رہا ہوں ... اور میں دیکھ رہا ہوں کہ آپ اسے روک بھی نہیں رہے ہیں ... اب میں آپ سے انسپکٹر جمشید کے خلاف باقاعدہ احتجاج کرتا ہوں ... اور انشارجہ کے سفیر کی حیثیت سے مطالبہ کرتا ہوں کہ انسپکٹر جمشید کو اگاتھا اور ولیم گیری کے اغوا کے جرم میں گرفتار کر کے انشارجہ کے حوالے کیا جائے۔''

''اور اگر میں اگاتھا اور ولیم گیری کو اسی وقت آپ کے سامنے پیش کردوں تو ...'' انسپکٹر جمشید پرسکون آواز میں بولے۔

''دیکھا ... میں نے کہا تھا نا ... میری اطلاع غلط نہیں ہو سکتی تھی ... اب اس نے خود اقرار کیا ہے کہ دونوں اسی کی قید میں تھے ... انسپکٹر جمشید ... تم پر انشارجہ کی عدالت میں مقدمہ چلے گا۔'' سفیر چلایا۔

"مقدمہ تو چلے گا مسٹر سفیر ... لیکن اگاتھا اور گیری پر ... اور وہ بھی یہیں ... ہماری عدالتوں میں ... کیا سمجھے۔"

"تم پاگل ہو گئے ہو انسپکٹر جمشید ..." سفیر ہنسا۔

"ہمارے پاس اگاتھا کے اقبالی بیان کا وڈیو ریکارڈ موجود ہے ...جس میں اس نے تسلیم کیا ہے کہ انشارجہ کے مشن کی خاطر اس نے دلاور نوری کو زہریلے تیر سے قتل کیا ... اور یہ بھی کہ اس کے سامنے ولیم گیری نے اپنی ذاتی پستول سے فائر کر کے ذاکر علی کا خون کیا تھا۔"

"سب بکواس سب جھوٹ سفید جھوٹ ..." سفیر ہاتھ لہرا کر چیخا۔

"وڈیو دیکھنا چاہیں گے آپ ... فاروق ... صدر صاحب اور سفیر صاحب کو وڈیو فلم دکھاؤ ..." انسپکٹر جمشید نے پہلے سفیر سے اور پھر فاروق سے کہا۔

فاروق آگے بڑھا ... اس کے ہاتھ میں لیپ ٹاپ تھا ... جسے اس نے صدر صاحب کے سامنے میز پر رکھ کر چلا دیا ... فوراً ہی اسکرین پر اگاتھا کی تصویر نظر آنی شروع ہوگئی۔ فاروق نے اسپیکر کھول دیے ... لان میں اگاتھا کی آواز گونجنے لگی ...اس نے تفصیل کے ساتھ سب کچھ بیان کر دیا تھا۔ ریکارڈنگ ختم ہوئی تو صدر مملکت نے کہا:

"اب آپ کیا کہتے ہیں سفیر صاحب ..."

"یہ وڈیو جعلی ہے ... کسی کے بھی چہرے پر اگاتھا کا میک اپ کر کے یہ کام کیا جا سکتا ہے ... یہ سب فراڈ ہے ..."

"اگاتھا کے ہاتھ کی دستخط شدہ دستاویز بھی ہے ہمارے پاس ... جس پر اس نے یہ ساری تفصیل لکھ کر دی ہے ..." یہ کہتے ہوئے انسپکٹر جمشید نے کاغذات سفیر کی طرف بڑھا دیے۔

سفیر نے کاغذات دیکھے ... اور پھر دیکھتا ہی رہ گیا ... اس کے منہ سے ایک لفظ بھی نہ نکل سکا۔

"مجھے افسوس ہے ... اب میں اس ملک کے صدر کی حیثیت سے آپ کے احتجاج کو مسترد کرتا ہوں اور یہ اعلان کرتا ہوں کہ انسپکٹر جمشید تو دور کی بات ... اگاتھا اور ولیم گیری کو بھی انشارجہ کے حوالے نہیں کیا جائے گا اور ان دونوں پر اسی ملک کی عام عدالتوں میں عام مجرموں کی طرح مقدمہ چلایا جائے گا ..."

سفیر چپ چاپ اپنی جگہ سے اٹھا اور تیز تیز قدم اٹھاتا ہوا گیٹ کی طرف بڑھ گیا ... کسی نے بھی اسے روکنے کی کوشش نہیں کی ...

اس کے جانے کے بعد کچھ دیر کیلئے کوئی کچھ نہ بولا۔

"لیکن جمشید ... رضوان فرخندی ہے کہاں ؟" اچانک آئی جی صاحب نے سوال کیا۔

"رضوان فرخندی کو کل رات گرفتار کر لیا گیا تھا ... اور اسی لئے یہاں لاتے کی صورت میں خطرہ تھا کہ انشارجہ کے جاسوس اس کو چھڑا لے جاتے کی کوشش کرتے یا اسے ختم کر ڈالتے ... اور ہم یہ خطرہ مول نہیں لینا چاہتے تھے۔"

"ہاں ... یہ خطرہ مفت ملتا تو کچھ سوچتے بھی ..." فاروق بڑبڑایا۔

محمود اور فرزانہ نے اسے گھور کر دیکھا۔

"کتنا گھور گھور کر دیکھو گے تم لوگ آج مجھے ..." فاروق نے برا سا منہ بنایا۔

"گرفتار تو سر غابا بھی ہوں گے ... کیس تو ان پر بھی بنے گا۔" انسپکٹر جمشید سرد لہجے میں بولے۔

"مم ... میں نے کیا کیا ہے... کس جرم میں؟"

"آپ کوئی عام شہری نہیں۔ صدارتی مشیر ہیں ... جب آپ کو ذاکر علی نے یہ بتا دیا تھا کہ رضوان فرخندی اور دلاور نوری مجرم ہیں تو آپ کا فرض تھا کہ آپ محکمہ سراغرسانی کو آگاہ کرتے ... لیکن آپ نے جرم کی پردہ پوشی کی کیونکہ آپ اپنے مفاد کی خاطر انشارجہ کو ناراض نہیں کرنا چاہتے تھے ..."

"ہاں ... یہ غلطی مجھ سے ہوئی۔" سر غابا کا سر جھک گیا۔

اسی وقت انسپکٹر جمشید کی آواز محمود، فاروق، فرزانہ کے کانوں سے ٹکرائی ... وہ صدر مملکت سے مخاطب تھے:

"سر! یہ کیس اور اس کے مجرموں کی پہنچ بہت اوپر تک تھی ... اس کیس کا مجرم کوئی ایک نہیں بلکہ کئی ہیں ... بڑے مجرم تو ہیں اگاتھا اور ولیم گیری ... اور ان کا ساتھی رضوان فرخندی ... ان تینوں کو ہم گرفتار کر ہی چکے ہیں ... اب باقی رہ جاتے ہیں شیراز خان فتح پوری ... پہلے تینوں مجرم ہتھیار تقسیم کرنے کا کام کرتے ہیں تو یہ صاحب ان ہتھیاروں کو وصول کرنے کا ... اس طرح یہ بھی انشارجہ کے ایجنٹ ہوئے ... اور اگاتھا، ولیم گیری اور رضوان فرخندی کی طرح کے مجرم ... اس لئے ان کو بھی برابر کی سزا ملنی چاہئے بلکہ ان سے بھی کہیں زیادہ ... کیونکہ ان کی جماعت اسلحہ لے کر ہمارے شہروں میں آگ لگاتی رہی ہے ... فسادات پھیلاتی رہی ہے اور مزے دار بات یہ ہے کہ دکھاوے کے طور پر الزام بھی انشارجہ پر لگاتی رہی ہے ... سر! اب آپ کو فیصلہ کرنا ہے کہ ہم ان کو گرفتار کریں یا آزاد چھوڑ دیں ... ہمارے پاس ان کے خلاف ایسے ثبوت ہیں جو کسی عدالت میں جھٹلائے نہیں جا سکتے ... لیکن ہمیں ڈر ہے کہ ہم ادھر ہم ان کو گرفتار کریں گے ... ادھر آپ سیاسی دباؤ میں آ کر ان کو رہا کرنے کے احکامات دے دیں گے اور ہم اپنا سا منہ لے کر رہ

جائیں گے۔''

صدرِ مملکت نے کوئی جواب نہ دیا... شاید وہ فیصلہ نہیں کر پا رہے تھے... ان کے ذہن میں کشمکش جاری تھی... آخر وہ بولے:

''نہیں جمشید! میں چاہوں گا کہ آج شیراز خان فتح پوری جیسے لوگ اپنا سا منہ لے کر رہ جائیں... یہی نہیں... یہ دو منہ والے سانپ اپنے کھانے اور دکھانے کے دانتوں سمیت جیل کی سلاخوں کے پیچھے جائیں... تم ان کے خلاف اتنا مضبوط کیس بناؤ کہ یہ عدالت سے رہا ہونے ہی نہ پائیں... عدالتیں بیچاری کیا کریں... ہمارے پولیس والے کیس ہی اتنے کمزور بناتے ہیں کہ عدالتوں کے پاس انہیں سزا دینے کا جواز ہی نہیں بنتا... گرفتار کرلو شیراز خان فتح پوری کو...''

اکرام ہتھکڑیاں لے کر اس کی طرف بڑھنے لگا۔

پھر سر غابا، نے اسی وقت صدارتی مشیر کے عہدے سے استعفیٰ دے دیا... نہ صرف یہ بلکہ خود کو گرفتاری کیلئے پیش کر دیا...

سر غابا نے خود ہی گرفتاری دی تھی اس لئے انہیں ہتھکڑی نہیں لگائی گئی۔

O

واپسی کے سفر میں حسبِ معمول انسپکٹر جمشید تینوں کے سوالات

کے طوفان میں گھرے ہوئے تھے... فرزانہ کا سوال تھا:

''یہ تو بتائیں کہ دلاور نوری نے ہمارے واپس آجانے کے بعد ذاکر علی کے خون کا دھبہ کیوں صاف نہیں کیا تھا... جب کہ وہ آسانی سے ایسا کر سکتے تھے... کیا یہ بات حیرت انگیز نہیں ہے کہ کئی گھنٹے بعد جب انکل اکرام اس خون کے دھبے کو کھرچنے کیلئے وہاں گئے... دھبہ انہیں صحیح سلامت ملا...''

''اس کا جواب یہی ہوسکتا ہے کہ دلاور نوری نے جان بوجھ کر اسے صاف نہیں کروایا...''

''لیکن کیوں؟''

''میں بتاؤں!'' فاروق نے ایسے ہاتھ اوپر اٹھایا جیسے اسکول میں بچے ٹیچر کو جواب دینے کیلئے ہاتھ کھڑا کرتے ہیں۔

''نہیں... تم تو رہنے ہی دو...'' فرزانہ نے منہ بنایا۔

''وہ چاہتے تھے کہ ہم ذاکر علی کے قاتل تک پہنچ جائیں۔''

فاروق سنی ان سنی کر کر بولا۔

''اسی لئے میں نے منع کیا تھا... کر دی نا بیوقوفوں والی بات۔''

فرزانہ جھلا گئی۔

''تو تم ہی کرو کوئی وقوفوں والی بات...'' فاروق مسکرایا۔

"کیا بات ہوئی ..."

جب بیوقوفی کی بات ہو سکتی ہے تو وقوفی کی کیوں نہیں ہو سکتی۔"

"بے کوئی تک ..." محمود نے جھلا کر ران پر ہاتھ مارا۔

"ویسے فاروق کی بات ہے درست ..." انسپکٹر جمشید ان کی نوک جھونک کے درمیان میں بول پڑے:

"دلاور نوری کا سر غابا کو نامعلوم آدمی بن کر فون کر کے خبردار کر دینا اس کا ثبوت ہے ... شاید اسی لئے انہوں نے یہ نشان جان بوجھ کر چھوڑ دیا ... ہو سکتا ہے کہ اپنے سامنے ... ولیم گیری کے ہاتھوں ...ذاکر علی کو بے بسی کی موت مرتا دیکھ کر انہوں نے سوچا ہو کہ ایک دن اسی طرح انہیں بھی ٹھکانے لگا دیا جائے گا ... لہٰذا ولیم گیری کی تنظیم سے ان کا دل اچاٹ ہو گیا ہو ... اور انہوں نے سوچا ہو کہ اس طرح ولیم گیری سے بدلہ لیا جائے۔"

"لیکن اس طرح تو پہلے وہ خود گرفت میں آتے ... کیونکہ قتل ان کے اپنے گھر میں ہوا تھا ... پہلے شک خود ان پر کیا جاتا۔"

"یہ بات وہ جانتے ہی ہوں گے ... اور انہوں نے سوچا ہوگا کہ اگر وہ باقاعدہ وعدہ معاف گواہ بن کر سامنے آتے تو، کیس ختم ہونے اور اصل قاتل یعنی ولیم گیری کو سزا ہو جانے کے باوجود، انشارجہ کی

مرکزی سراغرساں ایجنسی انہیں زندہ نہیں چھوڑے گی اور موقع ملتے ہی ختم کر ڈالے گی ... لہٰذا دوسرا راستہ یہ تھا کہ ہمیں خود ہی ثبوت فراہم کرتے رہیں اور راستہ دکھاتے رہیں ... یہاں تک کہ ہم سازش کی جڑ اور مجرم تک جا پہنچیں ... لیکن ولیم گیری ان کی یہ چال بھانپ گیا اور اگا تھا کو ان کی نگرانی پر لگا دیا ... اور پھر جب یہ دیکھا کہ اب راز کھلنے ہی والا ہے تو انہیں ختم کر دیا۔" انسپکٹر جمشید کی بات ختم ہوئی تو فاروق نے چڑانے والے انداز میں فرزانہ کی طرف دیکھا ... وہ دوسری طرف دیکھنے لگی: "اسے کہتے ہیں ... کھسیانی بلی کھمبا نوچے ..." فاروق بڑبڑایا۔

"کھسیانی بلی منہ بھی نوچ ڈالتی ہے ..." وہ بھنا کر بولی۔

"چلو ... مانا تو سہی کہ تم بلی ہو ... اور کھسیانی بھی۔"

اسی وقت محمود نے اپنے والد سے سوال کیا:

"لیکن ذاکر علی کے چہرے پر میک اپ کیوں کیا گیا تھا۔"

"اس لئے کہ پہلی نظر میں سر غابا ... ذاکر علی یعنی اپنے بھائی کو پہچان لیتے تو ہرگز فائر نہ کرتے۔"

"اور ان کا کیا بنا ... دلاور نوری کے ملازموں کا ... کیا وہ نہیں جانتے ہوں گے کہ ان کے گھر میں قتل ہوا ہے ... اور اگر جانتے تھے اور بتایا نہیں تو اس کا مطلب ہے کہ وہ بھی اس جرم میں برابر کے شریک

ہیں ... انہیں بھی تو پکڑنا چاہیے تھا ..."

"وہ بے چارے بے قصور ہی نکلے ... قتل کے وقت اپنے اپنے کوارٹروں میں تھے ... ان کا کہنا ہے کہ آج کل شہر کے جو حالات ہیں ... ان میں فائرنگ کی آوازیں تو کہیں نہ کہیں سے آتی ہی رہتی ہیں ... اس رات بھی فائر کی آوازیں انہوں نے سنی ضرور تھیں لیکن وہ یہی سمجھے کہ یہ بھی کہیں باہر سے آرہی ہیں ..." انسپکٹر جمشید نے جواب دیا۔

"ایک آخری سوال!" فرزانہ جلدی سے بولی۔

"اب ظاہر ہے ... آخری سوال تو ایک ہی ہوسکتا ہے ... دو یا تین تو ہونہیں سکتے۔" فاروق نے مسمی صورت بنائی۔

"ڈائری کس نے چرائی تھی ... صفحے کس نے پھاڑے۔"

"یہ بھی کوئی سوال ہوا ... سامنے کی بات ہے ... جس نے ڈائری چرائی، اسی نے صفحے بھی پھاڑے۔" فاروق نے منہ بنایا۔

"توبہ ہے تم سے ... تمہاری زبان ہے یا آرا مشین۔"

"چلو اچھا ہوا ... میری زبان کو قینچی سے بڑا عہدہ تو ملا۔"

"اچھا تم ہی بتاؤ ... اس سوال کا جواب ..."

"جس کا کام اسی کو ساجھے، اور کرے تو ٹھینگا باجے ..."

"اب اگر تم چپ نہ ہوئے تو ..."

"ارے ارے لڑو نہیں ..." انسپکٹر جمشید گھبرا گئے۔ پھر بولے:

"ویسے گھر کے کسی فرد کے علاوہ یہ کام اور کسی کا نہیں ہوسکتا۔"

"آپ کا مطلب ہے بیگم ذاکر علی؟" فرزانہ کے منہ سے نکلا۔

"ممکن ہے ... شاید ان کو پتا چل گیا ہو کہ ان کے شوہر نے بیٹی کو ڈائری دی ہے ... چھپانے کیلئے ... ڈائری میں ایسا کیا ہے ... یہ جاننے کا تجسس پیدا ہوا ہوگا انہیں ... بیٹی جب اسکول گئی ہو تو اس کی غیر موجودگی میں ڈائری ڈھونڈ نکالنا ان کیلئے کون سی بڑی بات رہی ہوگی ... آخر مالکن ہیں گھر کی ... لیکن ڈائری پڑھنے کے بعد انہیں اندازہ ہوا ہوگا کہ اگر یہ سب کسی اور کے ہاتھ لگ گیا تو .... بس اسی لئے انہوں نے وہ صفحات پھاڑ دیئے ہوں گے جس میں اس سازش کے واقعات، سر غابا سے بات چیت کی تفصیل درج تھی ... اور یہی وجہ ہوگی کہ وہ سر غابا کو قصوروار ٹھہرا رہیں تھی۔"

انسپکٹر جمشید یہاں تک کہہ کر خاموش ہوگئے۔ کار میں خاموشی چھا گئی ... شاید اب کسی کے پاس کوئی سوال کرنے کو نہیں بچا تھا ...

سوال تو انہیں کرنے تھے ... لیکن الجبرا اور جغرافیہ کے ... ان کے سالانہ امتحانات جو سر پر کھڑے تھے۔

☆☆☆☆☆